مآثر الانبیاء والصدیقین
وآثار الشہداء والصلحین
ملقب بہ
اقوالِ سلف
حصہ اول
مؤلفہ
شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم
مکتبہ دار المعارف
ادارہ معارف مصلح الامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولٰئک رفیقاہ (نساء)

مآثر الانبیاء والصدیقین وآثار الشھداء والصالحین

ملقب بہ

# اقوالِ سلف

حصہ اوّل

مرتبہ

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

جسمیں

سادات انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہ کرامؓ، صحابیات اور تابعین عظامؒ

کے احوال، اقوال وآثار مختصراً ذکر کئے گئے ہیں۔

ناشران

مکتبہ دار المعارف الہ آباد

ادارہ معارف مصلح الامت الہ آباد

## کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب: مَآثِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَاٰثَارُ الشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ
ملقب بہ اقوال سلف حصہ اول

مرتب: شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

صفحات ۶۰۸ تعداد اشاعت ۱۱۰۰

ناشران مکتبہ دار المعارف الہ آباد
ادارہ معارف مصلح الامت ؒ الہ آباد

باہتمام مولوی محمد عبد اللہ قمر الزماں قاسمی الہ آبادی

سن اشاعت بار چہارم: شعبان ۱۴۳۰ھ اگست ۲۰۰۹ء

کتابت شمیم احمد القاسمی الہ آبادی

قیمت:

### ملنے کے پتے

مکتبہ دار المعارف الہ آباد۔ بی/ ۶۳۹ وصی آباد۔ الہ آباد۔ یو.پی ۲۱۱۰۰۳
مکتبہ فیضانِ قمر ٹائم ٹو ٹائم دوکان ۷؎۔ ایس ڈی چال، بہرام باغ روڈ۔ جوگیشوری۔ ممبئی
مکتبہ رحمانیہ، دار العلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ محمود نگر کنتھاریہ، بھروچ، گجرات
کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد۔ دہلی مکتبہ علمیہ محلہ مبارک شاہ۔ سہارنپور
مکتبہ البلاغ دیوبند مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند
مکتبہ نفیس، محمد علی روڈ۔ مالیگاؤں (ناسک) الفرقان بکڈپو ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ
مکتبہ الغزالی مدینہ چوک، سرینگر، کشمیر ۱۹۰۰۰۱

# فہرست

# مآثر الانبیاء والصدیقین وآثار الشہداء والصالحین

## ملقب بہ اقوالِ سلف حصہ اوّل

| نمبر شمار | فہرست عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۹ | سیرت پاک سید البشر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۰۴ |
| | صحابۂ کرامؓ ۔ حالات وارشادات | ۱۹۳ |
| ۲۰ | امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۱۹۴ |
| ۲۱ | امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۰۶ |
| ۲۲ | امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ | ۲۱۴ |
| ۲۳ | امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ | ۲۲۳ |
| ۲۴ | خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب | ۲۳۵ |
| ۲۵ | حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ | ۲۴۱ |
| ۲۶ | حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ | ۲۴۲ |
| ۲۷ | حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ | ۲۴۳ |
| ۲۸ | حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ | ۲۴۵ |
| ۲۹ | حضرت سیدنا ابو محمد عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ | ۰ |
| ۳۰ | حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ | ۲۴۷ |
| ۳۱ | حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۴۹ |
| ۳۲ | حضرت سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۵۳ |
| ۳۳ | حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۵۵ |
| ۳۴ | حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۵۶ |
| ۳۵ | حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۵۷ |
| ۳۶ | حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۵۸ |
| ۳۷ | حضرت سیدنا تمیم الداری رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۶۲ |
| ۳۸ | حضرت سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۶۳ |
| ۳۹ | حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۶۶ |
| ۴۰ | حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ | ۲۶۸ |
| ۴۱ | حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۲۷۴ |

| صفحہ نمبر | فہرست عنوانات | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۲۷۵ | حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۲ |
| ۲۷۷ | حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۳ |
| ۲۷۸ | حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۴ |
| ۲۸۵ | حضرت سیدنا صہیب بن سنان رومی رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۵ |
| ۲۸۶ | حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۶ |
| ۲۸۹ | حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۷ |
| ۲۹۰ | حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۸ |
| ۲۹۲ | حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۹ |
| ۲۹۴ | حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۰ |
| ۲۹۶ | حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۱ |
| ۲۹۸ | حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۲ |
| ۳۰۴ | حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۳ |
| ۳۱۱ | حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۴ |
| ۳۱۵ | حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۵ |
| ۳۱۷ | حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۶ |
| ۳۱۹ | حضرت سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۷ |
| ۳۲۱ | حضرت سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۸ |
| ۳۲۳ | حضرت سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۵۹ |
| ۳۲۷ | حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۰ |
| ۳۳۰ | حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۱ |
| ۳۳۶ | حضرت سیدنا ارقم ابن ابی الارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۲ |
| ۳۳۷ | حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۳ |
| ۳۴۲ | حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۴ |
| ۳۴۴ | حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۵ |
| ۳۴۸ | حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۶ |
| ۳۵۰ | حضرت سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۶۷ |

| نمبر شمار | فہرست عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۶۸ | حضرت سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۵۲ |
| ۶۹ | حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۵۵ |
| ۷۰ | حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۵۶ |
| ۷۱ | حضرت سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۵۸ |
| ۷۲ | حضرت سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۵۹ |
| ۷۳ | حضرت سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۶۱ |
| ۷۴ | حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۶۳ |
| ۷۵ | حضرت سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۶۵ |
| ۷۶ | حضرت سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۶۶ |
| ۷۷ | حضرت سیدنا حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۶۹ |
| ۷۸ | حضرت سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۷۱ |
| ۷۹ | حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۷۳ |
| ۸۰ | حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب سید الشہداء رضی اللہ عنہ | ۳۷۶ |
| ۸۱ | حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۸۱ |
| ۸۲ | حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۸۴ |
| ۸۳ | حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۸۶ |
| ۸۴ | حضرت سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۹۰ |
| ۸۵ | حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما | ۳۹۲ |
| ۸۶ | حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۹۳ |
| ۸۷ | حضرت سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۹۷ |
| ۸۸ | حضرت سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۳۹۹ |
| ۸۹ | حضرت سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ | ۴۰۲ |
| ۹۰ | صحابہ کرام کے اجمالی فضائل | ۴۰۴ |
| | **تذکرہ حضرات صحابیات** | ۴۰۷ |
| ۹۱ | ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا | ۴۰۸ |

| نمبر شمار | فہرست عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۱۶ | حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ | ۵۱۶ |
| ۱۱۷ | حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ | ۵۲۰ |
| ۱۱۸ | حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ | ۵۲۵ |
| ۱۱۹ | حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ | ۵۳۰ |
| ۱۲۰ | حضرت سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ | ۵۳۲ |
| ۱۲۱ | حضرت سیدنا ابوجعفر محمد بن باقر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ | ۵۴۲ |
| ۱۲۲ | حضرت سیدنا جعفر صادق بن محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ | ۵۴۵ |
| ۱۲۳ | حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ | ۵۵۲ |
| ۱۲۴ | حضرت ابوالعالیہ ریاحی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۵۶ |
| ۱۲۵ | حضرت صلہ بن اشیم العدوی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۵۹ |
| ۱۲۶ | حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ | ۵۶۰ |
| ۱۲۷ | حضرت ثابت بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ | ۵۶۳ |
| ۱۲۸ | حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ | ۵۶۵ |
| ۱۲۹ | حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ | ۵۶۹ |
| ۱۳۰ | حضرت ابویحییٰ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ | ۵۷۲ |
| ۱۳۱ | حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ | ۵۷۸ |
| ۱۳۲ | حضرت عامر بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ | ۵۸۳ |
| ۱۳۳ | حضرت طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ | ۵۸۵ |
| ۱۳۴ | حضرت ابوحازم اشجعی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۸۷ |
| ۱۳۵ | حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ | ۵۸۸ |
| ۱۳۶ | حضرت ہرم بن حیان عبدی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۹۳ |
| ۱۳۷ | حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ | ۵۹۵ |
| ۱۳۸ | حضرت ابومسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۹۶ |
| ۱۳۹ | حضرت ابوسعید حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ | ۵۹۸ |
| ۱۴۰ | خیر ختام | ۶۰۵ |

# عرضِ ناشر

الحمد للہ، "اقوال سلف" حصہ اوّل کی چوتھی طباعت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس کے پہلے ایڈیشنوں کو مشائخ عظام وعلمائے اعلام بلکہ تمام اہلِ ذوق حضرات نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔ اور بنظرِ غائر مطالعہ کرکے اسکی نافعیت اور اثرانگیزی کو مختلف انداز سے تحریر فرمایا اور اپنی قیمتی آرار سے بھی سرفراز فرمایا۔

زیرِ نظر نسخہ نہایت مفید اور جامع ہے اور بہت ساری خصوصیات کا حامل ہے۔ چونکہ ابتداءً اسمیں صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعین ہی کا تذکرہ تھا، اب اسمیں والد ماجد شیخ طریقت اطال اللہ بقارہٗ علینا نے انسانوں کی سب سے عظیم جماعت یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات وصفات قلمبند فرمائے ہیں خصوصًا ابو البشر اول الانبیاء سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سید البشر خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وتعلیمات وکلمات اور عبر ونصائح کے بہت سے اہم پہلو کو قدرے تفصیل سے درج فرماکر کتاب کی بہت بڑی کمی کو دور فرمادیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

مزید متعدد صحابہ وصحابیات اور تابعین کے حالات وارشادات اور سب کی تاریخ وفات کو بہت ہی کدوکاوش کے ساتھ تلاش کرایا اور شاملِ کتاب کیا۔ جسکی وجہ سے "اقوال سلفؒ" کا یہ سلسلۃ الذہب چھ حصوں کے بجائے سات حصوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور اب اس ترتیب جدید کا نام مَآثِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَآثَارُ الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ ملقب بہ "اقوال سلفؒ" تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالی اس کتاب کو روح کی تازگی اور قلب کی روشنی کا ذریعہ وسبب بنائے اور طالبانِ راہِ ہدایت وسالکانِ راہِ شریعت کیلئے مشعل راہ بنائے۔ آمین!

بفضل اللہ تعالےٰ مکتبہ دار المعارف کو بہت سی تصانیف اردو، انگریزی، گجراتی اور بنگلہ زبان میں آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے کا شرف حاصل ہو چکا ہے اس وقت بھی مزید اہم تصانیف وتالیفات مثلاً " ریاض السنۃ تلخیص ترجمان السنۃ ملقب بہ فتوحات مدنیہ، نصیحۃ المسلمین ترجمہ رسالۃ المسترشدین۔ اور الافاضات الاحسانیہ ملقب بہ" مواعظ الاحسان" حصہ دوم وغیرہ کتابت وطباعت کے مرحلہ میں ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان تمام کتابوں کی طباعت باسانی تمام فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین!

آخر میں جملہ ناظرین کرام سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مشفقی المکرم والد ماجد متعنا اللہ بفیوضہ کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر باحیات رکھے اور کتاب وسنت کی نشر واشاعت اور تصوف وسلوک کی تشریح کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی الٰہ آبادی

خادم مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد

رجب ۱۴۳۰ھ

# تعارف

## از بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد!

حضرت قطب ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ جو فقہ ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے۔ ورع و تقویٰ، ذکر اللہ کی کثرت اور روحانی قوت میں آپ کی امتیازی شان تھی، اعتصام بالکتاب اور اتباع سنت میں قدم راسخ رکھتے تھے، لوگوں کی ایذائیں برداشت کرنا اور محتاجوں و فاقہ مستوں کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور ضرورتمندوں کا بار اُٹھا لینا آپ کا طغرائے امتیاز تھا، رعب و ہیبت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسی مقبولیت و محبوبیت اور جاذبیت عطا فرمائی تھی کہ اُمراء اور وزراء آپ کی مجلس میں حاضری دیتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ کا کلام زبردست تاثیر کا حامل ہوتا تھا اور آپ کے وعظ میں عجیب صولت و شوکت ہوتی تھی کہ جو سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ واقعی اہل اللہ کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور چونکہ وہ کتاب و سنت کا ترجمان اور ان اہل اللہ کے انوار باطن سے معمور ہوتا ہے، اس لئے جو بھی اس کو پڑھتا یا سنتا ہے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور قارئین کے قلوب بھی پُر نور و معمور بلکہ مخمور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند
با سخن ہم نور را ہمرہ کند

چنانچہ آپ کی تصانیف میں سے ایک تصنیف "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ملقب بہ الطبقات الکبریٰ" بھی ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر دسویں صدی ہجری تک کے مختلف اکابر و بزرگان دین کے مؤثر و مفید ملفوظات و ارشادات درج فرمائے ہیں۔

بفضلہٖ تعالےٰ اس کی تلخیص و ترجمہ کا داعیہ عزیز محترم و مخلصم مولانا محمد قمر الزماں صاحب کے دل میں پیدا ہوا۔ اور عزیز موصوف نے اس کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بوجہ احسن اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور نہ صرف یہ کہ "طبقات کبریٰ" کے منتخب مضامین کا نہایت عمدہ سلیس ترجمہ فرمایا، بلکہ مزید مضامین مفیدہ سے اس کو مزین فرما دیا، جس سے کتاب کی افادیت و نافعیت دو چند ہو گئی ہے۔

چنانچہ ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی چہل حدیث اور مناسب مقام پر جن بزرگانِ سلف کے ارشادات سے "طبقات" خالی تھی ان کو شامل فرما کر "اقوالِ سلف" کے نام سے ایک ایسی جامع کتاب تیار کر دی جو انشاء اللہ تعالےٰ عوام و خواص سب ہی کے لئے بے حد نافع و مفید ثابت ہوگی۔

میں نے اُس کے مضامین کو نماز مغرب کے بعد کی خاص مجلسوں میں بالاستیعاب سنا اور صدق دل سے عرض کرتا ہوں کہ ان مضامین کو سُن کر مجھے جو روحانی و قلبی مسرت حاصل ہوئی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کتاب سے اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے اور حسن قبول عطا فرمائے۔ اور عزیز محترم و مخلصم مولانا قمر الزماں صاحب سلمہ کی سعی کو مشکور و مقبول فرمائے آمین ثم آمین!

محمد احمد پھولپوری ۲۲ر شعبان ۱۴۱۶ھ

# پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَوۡلِیَائِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ○

اَمَّا بَعۡدُ! یہ حقیقت اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ مشائخ کرام کے حالات ومقالات اور ملفوظات ومعمولات بلاشبہ علم وعمل کی روح، دنیا وآخرت کیلئے رہبر، خلوت کدہ کیلئے مونس، غم زدہ کیلئے انیس، دینی ودنیوی مشکلات کیلئے بہترین حل، نور ایمان کو بڑھانے والے اور قلب میں قوت پیدا کرنے والے ہیں۔ ان بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے احوال واقوال مبتدیوں کیلئے اشتیاق وترغیب کے باعث بنتے ہیں اور منتہیوں کے لئے دستورِ حیات اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اسلاف کرام کے آثار ونقوش کے سُننے اور دیکھنے سے بسا اوقات اخلاف کے خوابیدہ جذبات بیدار ہوجاتے ہیں، اور راہ پر لگ جاتے ہیں ؎

حرف از زبانِ دوست شنیدن چہ خوش بود
یا از زبانِ آں کہ شنید از زبانِ دوست

یعنی دوست کا کلام خود اُس کی زبان سے سُننا تو بہت ہی خوب ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ میسر نہ ہو تو جس نے اُس سے سُنا اُس سے سُننا بھی خالی از نفع نہیں ہے۔

اِن حقائق کے پیش نظر علماء کرام نے سلف صالحین کے احوال واقوال کو ضبط کرنے کا اہتمام فرمایا۔ مثلاً علامہ جمال الدین ابن الجوزی رحمہ اللہ نے صفۃ الصفوۃ میں

اور علامہ شمس الدین ذہبی رح نے سِیَرُ اَعلامِ النُّبلاء میں اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے نَفَحَاتُ الاُنس میں اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رح نے اَخبَارُ الاَخیار میں ان اکابرِ اُمت کے احوال و اقوال کا اچھا خاصا مواد جمع فرمادیا ہے۔ انہی علماء اعلام میں سے حضرت العلامہ قطبِ ربّانی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ کی ذات بابرکات بھی ہے، جنھوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الطّبقَاتُ الکُبریٰ" میں خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر دسویں صدی کے اوائل تک کے حضرات صحابۂ کرام رضؓ و تابعین عظام رحؒ اور بہت سے اولیاء اللہ و صوفیہ صافیہ کے ایسے مفید و موثر اقوال نقل فرمائے ہیں کہ ان میں سے ہر ہر قول کو اگر روحِ شریعت اور جوہرِ طریقت کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا۔

اسی بناء پر حضرت مرشدی مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ جو درحقیقت سنانِ عشق اور رجامِ شریعت کے جامع تھے اور اصلاح و تربیت کے باب میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، یہ کتاب اکثر اُن کے زیرِ مطالعہ رہتی تھی۔ اس لئے بسا اوقات اس کے مضامین اپنی خاص مجلس میں سناتے تھے جس سے اہلِ مجلس بیحد متأثر ہوتے تھے۔ اس لئے اس حقیر کو اس کتاب سے حضرت والا کی حیاتِ مبارکہ ہی سے یک گونہ مناسبت ہوگئی تھی پس جب حضرت والا رح کی وفات کے بعد مجلس میں بیان کرنے کی سعادت اس حقیر کو نصیب ہوئی تو گاہے گاہے میں نے بھی "طبقاتِ کبریٰ" سے اقوالِ سلف کے سُنانے کا معمول رکھا۔ جسے سامعین پسند کرتے اور اثر لیتے۔ حتّٰی کہ بعض مخلص احباب نے اُس کے ترجمہ کی خواہش کا اظہار کیا، تاکہ اردو خواں طبقہ کیلئے بھی مفید و کارگر ثابت ہو۔ اس ناکارہ کے قلب نے بھی اس خیال کی تصویب کی۔ مگر ذہن میں یہ بات آئی کہ بالاستیعاب اس کتاب کا ترجمہ اردو میں ہونے کے باوجود کچھ زیادہ نافع نہ ہوگا۔ اس لئے کہ دریں زمانہ عموماً

اِن علوم و معارف سے مناسبت کی کمی کی وجہ سے ممکن ہے کہ باوجود اردو میں ہونے کے بھی عوام کو سمجھنے میں دُشواری ہو۔ لہٰذا ایسے اقوال کا انتخاب و ترجمہ کا کام شروع کر دیا جو بالکل واضح ہوں اور سب کو بآسانی سمجھ میں آجائیں۔

مزید فضل الٰہی یہ نصیب ہوا کہ حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہٗ کا قیام اُس وقت زیادہ تر الہ آباد میں مدرسہ بیت المعارف میں یا مکرم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کے مکان پر رہتا تھا، حضرت والا نے یہ کرم فرمایا کہ اپنی خصوصی مجلس میں پورے ترجمہ کو سُنانے کا موقع مرحمت فرمایا اور خود سماعت کا خاص اہتمام فرمایا، اور اُس کی پوری پوری تصویب اور خوب ہی خوب تحسین فرمائی۔ اور توفیق عمل کے لئے دعا فرمائی۔ فللّٰہ الحمد و المنۃ

## چند باتیں

۱۔ اِس حقیر نے "طبقات کبریٰ" میں مندرجہ اقوال کے علاوہ دوسری مستند کتابوں سے حضرات صحابہؓ و ازواج مطہراتؓ و تابعین وغیرہم کے ارشادات کا اضافہ کیا ہے خصوصاً اُس الصالحین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلمات طیّبات کو اولاً درج کیا ہے تاکہ مزید نزولِ رحمت و حصولِ برکت کا سبب ہو۔

۲۔ نیز اس حقیر نے جابجا اپنے ذوق و صوابدید کے مطابق فوائد بھی لکھے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُمت کے لئے نفع بخش فرمائے۔ آمین!

۳۔ چونکہ حضرات صوفیہ کے ذخیرۂ کلام میں عشق و محبت، اصلاح و تربیت کے باب میں بہت سی نادر باتیں ملتی ہیں جو دوسری جگہ کمیاب ہیں، اِس لئے ہم نے ہند و پاک کے بعض مشاہیر صوفیہ کے کچھ ارشادات بھی نقل کر دیئے تاکہ اُن سے استفاضہ کیا جا سکے۔

# مفکرِ اسلام ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تصنیف "ثقافۃ الداعیۃ" سے چند باتیں

عالمِ اسلام کے بہت بڑے مصنف و مفکر ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب "ثقافۃ الداعیۃ" میں کلام تصوف کے متعلق بہت ہی انصاف کی باتیں لکھی ہیں۔ کتاب عربی میں ہے۔ اُس کا ترجمہ اردو، مولانا المکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن ندوی نے ماشاء اللہ بہت ہی سلیس اور معنی خیز کیا ہے جو "داعیانِ حق کے اوصاف" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ پوری کتاب کا مطالعہ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کیلئے بہت ہی مفید ہے۔ مگر ہم یہاں موقع کے مناسب صرف کلام تصوف کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں، اُنہی کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

تصوّف: وہ علم ہے جس میں اسلامی ثقافت کے اخلاقی اور جذباتی پہلو کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذیل میں ہم ان چند تصوفانہ میراث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا رہے ہیں جن کی وجہ سے اصل اسلام کے مفہوم و معانی میں خلل پڑنے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے اور جو اسلام سے اصلاً میل نہیں کھاتے وہ یہ ہیں:۔

اوّل، فلسفیانہ تصوف تمام کا تمام اپنی اساس سے ہٹا ہوا ہے۔ اور اگر ہم اُس کا درس دیں تو اس لئے کہ اسلام سے اُس کے فساد اور منافات کو واضح کر کے رد کر سکیں فلسفیانہ تصوف سے ہماری مراد وہ افکار و خیالات ہیں جن میں حلول اور وحدۃ الوجود کی آمیزش ہے۔

دوم، جس تصوف کی طرف ہماری توجہ ہونی چاہیئے وہ ہے اُس کا اخلاقی اور تربیتی پہلو، جس کے متعلق علامہ ابن القیمؒ نے المدارج میں لکھا ہے:۔

اجتمعت کلمۃ الناطقین فی ھذا | اِس علم سے تعلق رکھنے والوں کا اس پر اجماع

العلم علی ان التصوف هو الخُلق ہے کہ تصوف کا دوسرا نام حُسنِ خُلق ہے۔

اور کتانی نے اِس کی تعبیر یوں کی ہے :-

التصوف خلق، فمن زاد علیك فی خلق زاد علیك فی التصوف۔ تصوف حُسنِ خلق کا نام ہے۔ جو شخص تم سے حُسنِ خُلق میں فوقیت لے جائے گویا وہ تصوف میں فوقیت لے گیا۔

سوم، ہمیں تصوف سے وہ مغز لینا ہے جس سے اسلامی عقیدہ اور اخلاق کی پختگی ہوتی ہے، اور ہر وہ شے جس سے اِس میں دھبّہ پڑے یا ریب و شک پیدا ہو ترک کر دینا چاہئے۔ ہمیں اُن حضرات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے جنھوں نے صوفیہ پر نقد و تبصرہ کیا ہے، جیسے ابن جوزی نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" وغیرہ میں۔

اِسی طرح یہ انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم تصوف کے اُس ذخیرہ کی طرف اشارہ کر دیں جو اُس کا ماخذ قرار دیا جاتا ہے، اس میں جو فائدے ہیں اُن سے انکار ممکن نہیں۔

١۔ اُس میں بڑی حد تک صالحین کے اقوال، زاہدوں، عابدوں، اہلِ تقویٰ اور صاحبانِ بصیرت کے حکمت آموز تجربے ملتے ہیں۔

٢۔ ان میں روح کو جلا دینے والے ایسے نمونے ملتے ہیں جس سے آیاتِ قرآنی اور حدیث کے فہم و تشریح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ جو دوسری جگہ ناپید ہے۔

٣۔ فقہائے ظاہری نے محسوس احکام کی طرف توجہ دی تو متکلمین نے خشک عقلی پہلو پر اپنی قوتیں صرف کیں، مگر صوفیہ نے باطنی احکامات واردات، نفسانی آفتیں اور شیطانی وسوسے کو اپنا موضوع قرار دے کر اُن سے بچنے کی کیفیات اور علاج کی نشاندہی کی۔ اِس میں شک نہیں کہ اِس سلسلہ میں اُنکی کچھ مشقیں، تجربے اور حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے لوگوں کے یہاں موجود نہیں ہیں۔

۴۔ اُن کے اقوال میں حرارت اور زندگی ملتی ہے، جس سے مطالعہ کرنے والا متأثر ہوتا ہے۔ غالباً اُن کے نفسانی مجاہدہ اور روحانی ریاضت کے نتیجہ میں یہ حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ ابتدائی دَور کے صوفیہ نے جب تصوف کی بنیادیں رکھیں اور اُس کے راستے ہموار کیے تو انھوں نے شرع سے نکلنے کے حیلے بہانے کے تمام راستے مسدود کر دیے تھے اور کتاب و سُنت کے علاوہ تمام دیگر خارجی چیزوں سے انکار کر دیا تھا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحؒ کا یہ قول ہے:۔

| | |
|---|---|
| من لم یقرء القرآن ولم یکتب الحدیث لا یقتدی بہ فی ھذا الامر لان علمنا مقید بالکتاب والسنۃ وقال مذھبنا مقید باصول الکتاب والسنۃ وکذلک جاء عن ابی حفص والدارانی وابن ابی الحواری والسری السقطی وغیرھم کما نقلہ عنھم القشیری وغیرہ۔ (داعیان حق، ترجمہ ثقافۃ الداعیۃ ص۱۶۸) | جو قرآن نہ پڑھے اور نہ حدیث لکھے تو اُس کی پیروی اِس معاملہ میں نہیں کی جا سکتی۔ ہمارا علم تو کتاب و سُنت سے مقید ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہمارا مذہب اور طریقہ تو کتاب و سُنت کے اصول کا پابند ہے۔ اِسی طرح ابو حفص، ابن ابی حواری اور سری سقطی وغیرہم سے ایسے ہی اقوال منقول ہیں جیسا کہ قشیریؒ وغیرہ نے اُن کے یہ اقوال نقل کیے ہیں۔ |

اِسی کے ہم معنی حضرت مصلح الامت مرشدی مولانا وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے بھی کلام صوفیہ کی افادیت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جو یہاں درج کرتا ہوں۔ وھو ہٰذا:۔

## کتبِ صوفیہ کا افادہ

فرماتے تھے کہ کتبِ صوفیہ میں بہت سے علوم و معارف ایسے مذکور ہیں جن کے دیکھنے سے قلب میں کیف و حال پیدا ہوتا ہے جس سے راستہ آسان ہو جاتا ہے، طریق کے شرائط و موانع کا علم ہو جاتا ہے، جس سے برسوں کا راستہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے

ان کتابوں کے مطالعہ سے بہت سی حکمت و معرفت کی باتیں ملتی ہیں جن سے شریعت کا حسن و جمال معلوم ہوتا ہے جس سے اپنی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض باتیں ایسی درج ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر ہی فن کی کتابوں میں بعض مغلق و مشکل مضامین ہوتے ہیں جو ہر ایک کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ خود قرآن پاک میں مقطعات و متشابہات ہیں جن کو ہم لوگ کہاں سمجھتے ہیں۔ بلکہ اُس میں غور و خوض سے منع فرمایا گیا ہے۔

اور میں ایک بات یہ بھی کہتا ہوں کہ علوم کے بھی مراتب ہیں۔ سب علوم ابتداءً سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ جب استعداد و صلاحیت بڑھتی ہے تو بہت سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ پس حضرات صوفیہ جو باطنی شریعت کے ترجمان ہوئے ہیں اُنکی بہت سی باتیں ذوق و حال سے ناشی ہوئی ہیں۔ پس جبتک آدمی اُس ذوق و حال تک نہ پہنچے گا اُس کو وہ باتیں سمجھ میں نہ آئیں گی چنانچہ بہت سے حضرات علماء جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی صاحبِ حال بزرگ کی خدمت میں گئے اور اُن کے فیض صحبت سے اُن کے جیسا ذوق و حال پیدا ہوا، تو اُن باتوں کا اقرار کیا اور خود اُس کے مبلغ و داعی بنے۔ خود پیا اور دوسروں کو پلایا، خود سیراب ہوئے اور دوسروں کو سیراب کیا۔ (تذکرۂ مصلح الامتؒ، تالیف مرتب عفی عنہ)

چنانچہ آپ جب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو خود احساس ہوگا کہ ان حضرات کے اقوال کے اندر کتنے علوم و حقائق ہیں اور اُنمیں کس قدر تاثر و کیف ہے جس کا انکار معاند ہی کر سکتا ہے۔ آخر اسی بنا پر تو شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرّہ فرماتے تھے کہ اہل اللہ کا کلام نامرد کو

مردہ، اور مرد کو شیر مرد بنا دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ کلام میں صاحبِ کلام کی نورانیت و روحانیت شامل رہتی ہے۔ اس لئے تجربہ ہے کہ بہت سے کم ہمت طالب اِن حضرات کے کلام کو سُن کر سلوکِ راہ کے لئے مستعد و کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے لئے یہ کلام شمعِ رہنما ثابت ہوتا ہے۔

پس اگر کسی کو اُس کی تاثیر محسوس نہ ہو تو اُس کو اپنے ہی اوپر ملامت کرنا چاہیئے۔ اِسی لئے علامہ شعرانی رح خود خطبۂ کتاب میں ارقام فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| ثم ان من طالع مثل هٰذا الكتاب | جو شخص ایسی کتاب کا مطالعہ کرے اور |
| ولم يحصل عنده نهضة ولا شوق | اُس کے اندر اللہ عز و جل کے طریق کا |
| الى طريق الله عزوجل فهو | شوق و جذبہ نہ اُبھرے تو وہ اور |
| والاموات سواء۔ والسلام۔ | مُردے برابر ہیں۔ |

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کتاب سے نفعِ عظیم عطا فرمائے اور حیاتِ قلب اور جذبۂ ایمان سے بہرہ ور فرمائے اور جملہ صالحین کی روحانیت اور فیض برکت سے مستفیض فرمائے آمین!

مجھے مسرت ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے بھی مشائخ عظام کے اقوال جمع فرمائے جو "مقالاتِ صوفیہ" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ہے۔ جس میں "طبقاتِ کبریٰ" سے کافی اقوال درج فرمائے ہیں۔ اور جا بجا فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں جو نہایت مفید اور قابلِ مطالعہ ہیں۔

شروع کتاب میں حضرت حکیم الامتؒ نے بعنوان "ابتدائیہ" چند سطریں ارقام فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

• یہ ایک حصہ ہے بزرگانِ طریق کے احوال و اقوال کا جس کے الفاظ کم اور

معانی بہت ہیں۔ ہم نے مختلف کتابوں سے انتخاب کیا ہے تاکہ لوگوں کے قلوب اس سے مانوس ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ ہی ہر شخص کو توفیق دینے والا ہے خواہ کسی کا متبع و مقلد ہو یا اپنے اجتہاد و تحقیق پر عمل کرنے والا ہو۔"

(اشرف علی تھانوی عفی عنہ الحنفی والجلی)

اور اس حقیر کے لئے خوشی کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت العلامہ عبدالوہاب شعرانیؒ رحمہ کی تصنیف "تنبیہ المغترین" کی تلخیص اور اُس کا ترجمہ حضرت بقیۃ السلف مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے "اخلاق سلفؒ" کے نام سے اُمت کے سامنے پیش فرمایا ہے جس کو عوام و خواص سب نے تلقی بالقبول فرمایا ہے۔ اب یہ حقیر جہد مقل اور بضاعت مزجاۃ کے طور پر "اقوال سلفؒ" کے نام سے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہے۔ امید قوی ہے کہ اس کو بھی حلیۂ پذیرائی سے نوازیں گے۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

آگے اس حقیر کا ارادہ ہے کہ گیارہویں صدی سے لیکر پندرہوںؑ صدی کے اوائل تک کے نامور و مشہور مصلحین و مرشدین کے چیدہ چیدہ اقوال درج کرے تاکہ اُن حضرات کی تعلیمات سے بھی ہم لوگ منتفع ہوں۔ نیز یہ بھی نیت ہے کہ ناظرین کرام جب اپنے مشائخ متاخرین کے ارشادات و تعلیمات کو اکابر متقدمین کے عین مطابق پائیں گے تو اُن کو اپنے مسلک کی صحت پر مزید طمانینت نصیب ہوگی۔ اس لئے قارئین کرام سے اسکی توفیق و تیسیر کے لئے دل سے دعار کا خواستگار ہوں۔

اُس کی توفیق و تکمیل کے لئے دل سے دعا کا خواستگار ہوں۔

محمد قمر الزمان الہ آبادی

۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

# مقدمہ

## از حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی

### شیخ التفسیر جامعہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين

محمد وآله وصحبه اجمعين

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی بے نظیر اور شہرۂ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں لکھا ہے:

"اعلم ان ما كلف به الشارع ... هو الاعمال من جهة انها تنبعث من الهيئات النفسانية التى هى فى المعاد للنفوس وعليها .... والبحث عن تلك الاعمال من جهتين، احدٰهما جهة الزامها جمهور الناس .... والثانية جهة تهذيب نفوسهم بها وايصالها الى الهيئات المطلوبة منها ...... الباحث عنها من الجهة الاولىٰ هو علم الشرائع ومن الثانية هو علم الاحسان" (ص ۲۶/۲)

مطلب یہ ہے کہ شرعی احکام، جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو مکلف کیا گیا ہے، اسکی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک انکی وہ ظاہری صورت ہے جس کی پابندی بھی ضروری ہے، کیونکہ اسی سے حکم کی بجا آوری ہونے نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری ان کی وہ تاثیر ہے جس سے انسان کا اندرون سنورتا اور مقصد اصلی (انسانیت میں کمال) حاصل ہوتا ہے۔ پہلی حیثیت سے گفتگو علم الشرائع (علم الفقہ) میں کی جاتی ہے

اور دوسری حیثیت سے جس فن میں بحث کی جاتی ہے اس کا نام "علم الاحسان" ہے (بعد میں اسی کا اصطلاحی نام "علم التصوف" پڑ گیا۔)

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ جو دونوں حیثیتوں کے جامع (گویا مجمع البحرین) تھے ان کے مذکورہ بالا ارشاد سے جہاں دونوں علوم کی حقیقتیں اور ان کی تعریفیں معلوم ہوتی ہیں وہیں دونوں کے مابین فرق کی وضاحت اور ان کے مرتبوں کی تعیین بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے شاہ صاحبؒ کے مکتبۂ فکر سے وابستگی رکھنے والا، اور آج کون ہے جو شاہ صاحبؒ کے حلقۂ فکر سے اپنے کو باہر کہے یا سمجھے، اور اسی کے ساتھ اہل حق میں شامل ہونے کا دعویٰ بھی اس کا تسلیم کرلیا جائے؟ کوئی بھی شخص احسان کی ضرورت سے انکار، چہ جائیکہ اس کا مذاق اُڑانے۔ کی جرأت نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس فن احسان کی اہمیت "علم الشرائع" سے کسی بھی طرح کم نہیں سمجھے گا۔

شاہ صاحبؒ کی یہ تحقیق "ایجاد بندہ" نہیں بلکہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر حدیثِ جبرئیل کا مدلول اور تقاضا ہے۔

حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ جن سے اللہ تعالےٰ نے دور آخر میں

---

عہ اسی "اصطلاحی نام" سے ہی تمام غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے بجا فرمایا ہے کہ اگر یہ اصطلاح رائج نہ ہوتی اور اس کا نام "علم الاحسان" ہی رہتا تو بہت اچھا ہوتا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ دنیا کے بیشتر فنون میں اصطلاحی نام ہی رائج ہو کر معروف ہوئے مثلاً علم النحو اور علم الصرف پھر انکی ذیلی اصطلاحیں (مثلاً فاعل، مفعول، حال، تمیز، اسم جامد، اسم مشتق، ماضی، مضارع وغیرہ) مگر کسی فن کی اصطلاحوں سے ایسی غلط فہمیاں پیدا نہیں ہوئیں جیسا کہ تصوف سے اور نہ کسی فن کے اصحاب پر ایسا نقد ہوا جیسا کہ صوفیہ پر ہوا۔ منہ

دین مبین کی حکیمانہ تشریح وتبیین اور خلق خدا کی اصلاح وتہذیب کا خاص کام لیا، آپ نے تصوف کی حقیقت اور اس کا مقصود شرعی ہونا جس طرح واضح کیا ہے اسکی ایک جھلک یہاں پیش کرنا نہ صرف شاہ صاحبؒ کی مراد سمجھنے بلکہ تصوف سے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کے ازالہ کا سبب بھی ہوگا۔ اسی غرض سے یہاں حضرتؒ کے افادات سے ایک اقتباس تلخیص واختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

شریعت کے اندر جن اعمال کے کرنے اور جن کے نہ کرنے کا حکم ہے وہ دو قسم کے ہیں بعض کا تعلق ظاہر بدن سے یا ظاہری چیزوں سے ہے۔ جیسے کلمہ پڑھنا، نماز، روزہ .... ماں باپ کی خدمت۔ ..... بعض اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے۔ جیسے ایمان وتصدیق وعقائد حقہ، صبر وشکر۔ .... اس بات سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے کہ جس طرح اعمال ظاہرہ حکم خداوندی ہیں، اسی طرح اعمال باطنہ بھی۔ .... کیا اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ امر کا صیغہ ہے اور اصۡبِرُوۡا وَاشۡکُرُوۡا امر کا صیغہ نہیں؟ .... بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظاہری اعمال سب ہی باطن کی اصلاح کے لئے ہیں اور باطن کی صفائی مقصود و موجب نجات ہے اور اسکی کدورت موجب ہلاکت۔

جس طرح پچھلے زمانہ میں قرآن وحدیث سے استنباط کرکے بہت سے علوم نکالے گئے اور ہر ایک کا نام جداگانہ تجویز ہوا۔ اور ان کے واضعین کو سب نے امام مانا (جیسے امام ابوحنیفہؒ وامام شافعی وغیرہ) اسی طرح تزکیۂ باطن کے بتلانے والے ایسے بزرگان دین گذرے ہیں کہ ان کو سب (مخلصین) نے پیشوا مانا ہے جیسے .... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ .... خواجہ معین الدین چشتیؒ

(ماخوذ از "تصوف وسلوک" ص ۹ تا ۱۷)

لیکن حیرت کی بات ہے کہ "علم الشرائع" (علم ظاہر) کی خدمت کرنے والی حقانی جماعت (فقہاء و مجتہدین) کو عام طور پر حسن نظر سے دیکھا گیا۔ اس نظر سے معلوم و نامعلوم اسباب کی بناء پر "علم الاحسان" (علم باطن) سے شغف رکھنے والوں کو بالعموم نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ مؤخر الذکر ربانی جماعت پر ہر زمانہ میں کم و بیش زبان طعن و تشنیع ہی دراز نہیں کی گئی بلکہ فسق و ضلال سے لیکر کفر و زندقہ تک کے الزامات بے محابا اس جماعت پر لگائے گئے۔

امام عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) جنکی کتاب "الطبقات الکبریٰ" کے اقتباسات کا یہ قیمتی مجموعہ اردو قالب میں پیش کیا جا رہا ہے، نے اپنی اسی کتاب کے مقدمہ میں جو واقعات لکھے ہیں اُن پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ تلخ و ناگوار حقیقت اس طرح بے نقاب ہو جاتی ہے کہ ذی شعور قاری حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً جب اسی کتاب میں کوئی پڑھے گا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کو اس درجہ خطرناک قرار دیا گیا کہ اُنکی کتابوں کو ضلالت و گمراہی پھیلانے کے الزام میں جلانے کا حکم دیا گیا (اگرچہ پھر غلط فہمی دور ہونے کے بعد انکی بعض کتابیں آب زر سے لکھوائی گئیں) اور سیرتِ نبوی پر معتمد ترین کتاب "الشفاء" کے مشہور مصنف قاضی عیاض پر یہودیت کی تہمت لگا کر انھیں موت کی سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ نیز مشہور مصنف عارف باللہ شیخ احمد الرفاعی رح کو ملحد و کافر بتا کر برسر عام رُسوا کیا گیا۔ تو کوئی بھی حساس شخص حیرت و استعجاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تاریخ و تذکرہ کی کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات پر "صوفی"

کی تہمت لگی۔ ان سے بدگمانی کا سبب زیادہ تر ان کی زبان، اصطلاحوں سے ناواقفیت کی بنا پر مطلب تک نارسائی بنا۔ اس لیئے اُن کے کلام کو وہ معنی پہنائے گئے جن سے یہ حضرات بری تھے۔ گویا تَوْجِیْہُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضیٰ بِہِ الْقَائِلُ کے جرم کا ارتکاب کر کے اُنھیں مطاعن کا نشانہ بنایا گیا۔

لیکن اللہ تعالےٰ نے ہر زمانہ میں اُن مظلومین کی حمایت اور دفاع کے لئے کسی نہ کسی طاقتور اور مؤثر شخصیت کو کھڑا کیا ہے، جس نے اپنے علم و تقویٰ اور خشیت و انابت سے حاصل شدہ تائید خداوندی کی بنیاد پر اس فن اور اس کے حاملین (صوفیاء) کا پُرزور دفاع کیا۔ اور اس بارے میں پھیلائی گئی تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے بتایا کہ جس بنیاد پر اُن کے خلاف الزامات و اتہامات کی عمارت کھڑی کی گئی ہے وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یعنی ان حضرات کے کلام کی اصل مراد واضح کر کے ثابت کیا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ تمام تر کتاب و سُنّت اور سلف صالحین ؒ سے ماخوذ و منقول ہے، البتہ تعبیرات و اصطلاحات مصلحۃً ایسی اختیار کی گئی ہیں جن سے شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن لا مشاحۃ عہ فی الاصطلاح جب اہل علم کے یہاں مسلّم اصول ہے تو پھر ان پاکبازوں کو اس اختیار سے کیونکر محروم کیا جا سکتا ہے۔

پاکبازوں و مظلوموں کے حامی اس گروہ میں دسویں صدی ہجری کے محقق اور عالم ربانی امام عبدالوہاب شعرانی ؒ کو امتیازی شان حاصل ہے۔ موصوف نے اپنی زندگی کا مقصد اصلی ہی حقانی و ربانی علماء (خواہ وہ فقہاء میں شمار ہوتے ہوں

---

عہ کسی بات کا وہ مطلب لینا جو کہنے والے کا مقصد نہ رہا ہو۔

عہ اصطلاح کوئی بھی مقرر کی جاسکتی ہے۔ اس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔

یا صوفیہ ہیں) کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ قرار دے لیا تھا چنانچہ
امام ممدوح نے ایک طرف مذاہب اربعہ فقہیہ کے اختلاف سے پیدا ہونے والی
ذہنی و فطری تشویش کے ازالہ کے لئے دو مفید اور گرانقدر کتابیں (کشف الغمہ
اور المیزان الکبریٰ) تصنیف کیں تو دوسری طرف اس ربانی گروہ (جسے عرف عام
میں صوفیہ کہا جاتا ہے) پر اڑائے جانے والے غبار کو جھاڑ کر ہٹایا۔ ان کے
صاف اور منور چہرے کو اصل شکل میں دکھلانے کی بیش بہا خدمت انجام دی،
تاکہ محض غلط فہمی میں کوئی شخص مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری[1])
کی وعید کا شکار ہو کر اپنی دنیا و آخرت برباد نہ کرے۔ اور جو فیصلہ بھی کرے
دن کی روشنی میں کرے۔ لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ
عَنْ بَيِّنَةٍ۔ (تاکہ جسکو ہلاک ہونا ہو وہ نشان پاکر ہلاک ہو اور جسکو زندہ رہنا ہو وہ نشان پاکر
زندہ رہے) اس موضوع پر امام شعرانی نے متعدد اہم اور وقیع کتابیں
مختلف پیرایۂ بیان میں لکھ کر امت پر عظیم احسان کیا۔ ان کتابوں میں
"الطبقات الکبریٰ" کو جس کا خلاصہ آئندہ سطروں میں اردو کے اندر پیش کیا گیا ہے
امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں خلفائے اربعہ اور
عشرۂ مبشرہ کا ذکر سب سے پہلے ہے) سے لے کر مصنف نے اپنے زمانہ تک کے سینکڑوں
ممتاز علماء و فقہاء اولیاء اللہ کے اقوال و احوال ایسے انداز میں جمع کر دیئے ہیں
جس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں رہتا کہ اس ربانی گروہ (جسے عام طور پر صوفیہ

---

[1] یہ حدیث نبوی (قدسی) ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے (ولی اللہ) سے دشمنی
رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اعلانِ جنگ کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کون مقابلہ
کرسکتا ہے؟ اور اس کے نتیجہ میں کسی کو سوائے دارین کی بربادی کے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ ؟!۔

کہا جاتا ہے) کی طرف منسوب کوئی قول یا فعل ایسا نہیں ہے جس کی سند اُن برگزیدہ شخصیتوں (صحابہؓ و تابعینؒ) کے اقوال و افعال میں نہ مل جاتی ہو کہ جن کے مقبول عنداللہ ہونے پر جمہور علماء اُمت متفق نظر آتے ہیں۔

یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ مصنف نے صوفیہ کے جس گروہ کا دفاع کیا ہے اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جو دراصل ننگ صوفیہ ہیں۔ اور (برعکس نہند نام زنگی کافور) کے مصداق خود کو صوفیہ کہنے لگے ہیں۔ حالانکہ حقیقتہً اُس پاکباز جماعت حقیقی صوفیہ سے اُس کو ضد کی نسبت کے سوا اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تصوف اور صوفی کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے ذمہ دار دراصل یہی لوگ ہیں۔ لیکن ادیب شہیر مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کے بقول "چند اناڑی اور عطائی طبیبوں کی موجودگی سے پورے فن طب اور ماہر اطباء کی موجودگی سے انکار یا اُسکی افادیت میں شک کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ اسی طرح صوفی کے نام سے پکارے جانے والے کسی بدنہاد شخص یا گروہ کی وجہ سے تمام صوفیہ سے بدگمان ہو جانا اور نفس تصوف کو ہی ضلالت سمجھ لینا حقیقت پسندی اور دانشمندی نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقی تصوف تو قرآنی تعبیر میں "تزکیہ" اور حدیث نبویؐ کی زبان میں "احسان" سے عبارت ہے۔ اور دین و شریعت کا ایسا ہی شعبہ ہے جیسا کہ علم الشرائع (علم الفقہ)۔ بلکہ شاہ صاحبؒ کی تشریح کی رو سے اس سے بھی اہم۔ کیونکہ اُس پر نجات اُخروی موقوف ہے۔ اور وہی ظاہری اعمال کا مقصود بھی ہے۔

تو جس طرح علم الشریعت سے اشتغال و انہماک عبادت اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اسی طرح علم التصوف (علم الاحسان) سے ربط و تعلق بھی تقرب الی اللہ

اور رفع مراتب کا انشاء اللہ یقیناً سبب بنے گا۔

ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب مدظلہ خویش و مجاز حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ) ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے امام عبد الوہاب شعرانیؒ کی مذکورۃ الصدر کتاب الطبقات الکبریٰ کے اہم اور مفید ترین حصوں کو اُردو کا لباس پہنا کر اُردو دانوں کیلئے بھی اس گنج گراں مایہ سے استفادہ کا موقع فراہم کر دیا۔ (فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء)

ترجمہ کے معتبر اور اسمیں پیش کئے گئے مضامین کے مستند ہونے کیلئے شہادت یہی کافی ہے کہ بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب مدت فیوضہم نے اسے پسندیدگی اور منظوری کا شرف بخشا (جسکی تفصیل آگے مترجم مدظلہ نے خود بیان کر دی ہے۔)

راقم سطور مترجم زید مجدہ کی تعمیل حکم میں، یہ چند سطریں لکھ کر اس سعادت میں شریک ہونے پر مسرور ہے۔ کیا عجب ہے کہ رحمتِ حق کا یہی بہانہ بن جائے اور صالحین کے ساتھ اسے بھی یاد کر لیا جائے۔

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مترجم زاد فضلہٗ کی مساعی مشکور فرمائے اور اُمت کو اس گرانقدر خزانہ سے بیش از بیش فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم وفقنا لما تحبہ وترضاہ والھمنا رشد انفسنا والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الھادی الیٰ سواء السبیل۔ والسلام۔

احقر محمد برہان الدین سنبھلی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۷؍۷؍۱۴۰۶ھ مطابق ۲؍۳؍۱۹۸۶ء

---

عہ ترجمہ: میں صالحین سے محبت کرتا ہوں اگرچہ انمیں سے نہیں ہوں شاید اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے مجھے بھی صلاح سے نوازیں۔ (مرتب)

# دیباچہ

## از مکرم مولانا تقی الدین صاحب ندوی

### استاذ حدیث جامعۃ الامارات العین ۔ ابوظبی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْد!

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کا فرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین اور بعد کے علماء انجام دیتے رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اس اُمّت میں ہمیشہ قائم رہا ہے۔ اس لئے ہر زمانہ میں تاریخ اسلامی میں ایسی باکمال اور جامع شخصیتیں نظر آتی ہیں جو علم ظاہر کے ساتھ نور باطن سے بھی آراستہ تھیں البتہ یہ فرق ضرور رہا کہ جس شخصیت پر کسی خاص علم کا غلبہ تھا اس کی طرف اس کو منسوب کر دیا گیا۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ نور باطن سے تہی دامن تھے۔ اسی طرح جو علماء سلوک و ربّانیت میں کمال کا درجہ رکھتے تھے وہ علم ظاہر سے حصہ وافر رکھتے تھے۔ ایسی جامع شخصیتیں فقہاء و مفسّرین و محدّثین و صوفیاء ہر طبقہ میں موجود رہی ہیں۔ اُمّت میں یہی وہ طبقہ ہے جس کو دین کی خدمت و پاسبانی اور دین کی ترجمانی میں امامت کا درجہ حاصل رہا ہے۔ بلاشبہ اُمّت اسلامیہ تاریخ کے طویل عرصہ میں نازک سے نازک ترین حالات سے دوچار رہی۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

مسلم سوسائٹی دم توڑ رہی ہے، اور مادیت کی سرکش اور گرم لہر بچے کھچے ایمان ویقین کا خاتمہ کر دے گی، باطنی امراض کی کثرت، قلوب ونفوس کی بیماریاں بڑھتی جارہی تھیں اور ہر طبقہ میں دینی شعور کمزور و مضمحل ہو رہا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب اللہ کے مخلص بندے اور یہ علماء جو ہر صدی ہر دور میں موجود رہے ہیں انھوں نے اپنی دعوت وصحبت کے اثر سے اس اُمت کے ایک بڑے طبقہ میں نئی زندگی اور نئی روح پھونک دی اور ان کی تعلیم و تربیت نے نئی ایمانی زندگی عطا کی، اسی مقدس جماعت میں امام ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ بھی تھے، جن کی ذات گرامی اسلامی تاریخ میں ایک جامع کمالات شخصیت تھی، جنھوں نے فقہ میں "میزان الکبریٰ، وکشف الغمۃ" جیسی عظیم الشان کتابیں یادگار چھوڑیں جو اُن کے فقہ ظاہر میں رسوخ کی دلیل ہیں۔ اور فقہ باطن کے موضوع پر "الیواقیت والجواہر" اور "الطبقات الکبریٰ" جیسی عظیم الشان کتابیں تصنیف کیں۔ "الطبقات الکبریٰ" جس کے اقتباسات کا قیمتی ترجمہ "اقوال سلف" میں نہایت ہی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ صحابہ رضؓ وتابعین اور سلف صالحین کے ممتاز علماء و فقہاء اور صوفیہ وعرفاء کے اقوال کا گلدستہ اس میں سجایا گیا ہے۔ یقیناً ان حضرات کا اس مقدس جماعت میں شمار ہے جس کے علم و دیانت، زہد وتقویٰ پر اُمت کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان علمائے ربانیین کے قلوب پر علوم ومعارف کے دروازے کھولے جہاں تک عام علماء کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی ؎

بینی اندر خود علوم انبیا بے کتاب و بے معید و اوستا

بلا شبہ یہ علوم و حقائق جن کا ان کے قلوب پر ورود ہوتا تھا، جس کی ترجمانی وہ اپنے زبان و قلم سے کرتے رہے ہیں ان کا منبع و سرچشمہ کتاب و سنت ہی ہے۔ اس لئے اس کتاب میں ہر شخص اپنے درد کا درماں پا سکتا ہے اور اس کے مطالعہ سے قلوب میں عشق الٰہی و حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ پیدا ہوگا ؎

پھر پُرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق　　سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

اس کتاب کے ذریعہ محترم مولانا قمرالزمان صاحب مدظلہٗ نے اہل علم اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عام مسلمانوں پر احسانِ عظیم کیا ہے انھوں نے نہایت محنت و جانفشانی سے اس کتاب کی تلخیص کی اور اس کا سلیس و شگفتہ اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسری مستند کتابوں سے گراں قدر اقوال سلف کا اضافہ کیا، حتیٰ کہ ہند و پاک کے مشاہیر صوفیاء کرام کے افعال بھی منتخب کر کے نقل کر رہے ہیں اور حسب ضرورت جا بجا قیمتی فوائد سے کتاب کو آراستہ کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب سلف الصالحین کے اقوال کا بہترین گلدستہ بن گئی۔

مولانا محترم نے از راہِ محبت اس ناچیز سے اس کتاب پر کچھ لکھنے کیلئے فرمائش کی اس لئے مختصراً یہ سطریں قلمبند کر دی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالےٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے اور شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین! وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

مولانا موصوف کی دوسری کتاب "فیضانِ محبت" ہے، جس میں حضرت مولانا نے حضرت اقدس اُویس زمانہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ

کے اشعار کی شرح فرمائی ہے۔ حضرت اقدس کی دوکانِ محبت سے عشقِ الٰہی و حبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سودا بکا کرتا تھا، ان اشعار میں اسی کی ترجمانی ہے ؎

زباں پہ بارِ الٰہی یہ کس کا نام آیا کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کےلئے

حضرت کے یہ اشعار درحقیقت "از دل خیزد بر دل ریزد" کے مصداق ہیں ان مضامینِ عالیہ کی سلیس و فصیح زبان میں شرح و بیان کی ضرورت تھی تاکہ ہر طبقہ کے لئے ان کا سمجھنا آسان بن جائے۔ محترم مولانا قمر الزمان صاحب نے ان اشعار کی نہایت شگفتہ زبان میں شرح لکھی اور کتاب و سُنّت اور سَلَف کے اقوال کے ذریعہ ان کے معانی و مطالب کو مدلّل کر دیا۔ اس طرح یہ کتاب قلب میں ایمانی حرارت و کیف پیدا کرنے کا ذریعہ بن گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی نافع بنائے اور اس گراں قدر تحفہ کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام

تقی الدین ندوی

ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

# تبصرہ

## از مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (متوفی ۱۴۲۰ھ)

سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

امّا بعد!

ناچیز راقم سطور نے عصر حاضر کے ایک بزرگ مربی و مصلح شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی کے ملفوظات کے مجموعہ کے مقدمہ میں جس کا نام "صحبتے با اہل دل" رکھا گیا اور وہ مکتبہ "الفرقان" کی طرف سے کئی بار شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکا ہے بزرگوں کے ملفوظات کی اہمیت و افادیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"بزرگوں کے ملفوظات اور ان کی مجالس کے قلمبند کرنے کا سلسلہ ہندوستان[1] میں بہت قدیم ہے۔ یہ ایک بڑا مبارک اور نہایت دانشمندانہ تصنیفی اقدام تھا۔ ان ملفوظات و مجالس میں جو زندگی و بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر علمی تصنیفات اور عام تحریرات میں نہیں ملتی، پھر زندگی کے مختلف حالات و مسائل میں مختلف المزاج لوگوں کو

---

[1] تحریر کے وقت ہندوستان ہی پیش نظر تھا، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مشائخ و بزرگوں کے ملفوظات قلمبند کرنے کا سلسلہ قدیم زمانہ سے ممالک اسلامیہ خاص طور پر اصلاح و تربیت اور تصوف کے مرکزوں میں شروع سے جاری رہا ہے۔ ان کے معتبر مجموعوں کے نام اور ان کا تعارف پیش نظر کتاب "اقوال سلف" مرتبہ مولانا محمد قمر الزمان صاحب میں دیکھا جا سکتا ہے جس کے بارے میں تأثر کی چند سطریں لکھی جا رہی ہیں۔ منہ

ان سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کی توقع بھی لگے بندھے طریقہ پر لکھی ہوئی کتابوں سے نہیں کی جا سکتی۔ سادگی و بے تکلفی، شفقت و رعایت نباضی و مزاج شناسی، عمومی بیماریوں اور کمزوریوں سے گہری واقفیت اور ان کا صحیح علاج ہمیشہ سے بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کا شیوہ رہا ہے اور اس کا بہترین نمونہ ان کے ملفوظات و مجالس میں ملتا ہے۔[1]

ہندوستان میں مشائخ کبار اور اطبائے نفوس اور معلمین روحانیت کے ملفوظات و مجالس کے متعدد مجموعے محفوظ و مشہور ہیں۔ اور ان سے مختلف زمانوں میں استفادہ کیا گیا ہے، جن میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات کا مجموعہ "فوائد الفواد" سب سے زیادہ معتبر و مقبول شمار کیا گیا ہے اور اس میں بڑی تاثیر ہے۔ اسی طرح مختلف زمانوں میں اہل عقیدت نے اپنے شیوخ اور مربیوں کے ملفوظات و افادات جمع کئے ہیں۔ دورِ اخیر میں سب سے زیادہ اہتمام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و افادات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور ان سے کثیر التعداد طالبین حق اور حضرت کے سلسلہ کے اندر و باہر کے اہل طلب و اصلاح نے فائدہ اٹھایا۔ اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور امید ہے کہ عرصہ تک جاری رہے گا۔ حضرتؒ کے بعد حضرتؒ کے اجلۂ خلفاء کے ملفوظات کے جمع اور شائع کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا، جن میں حضرت کے جلیل القدر خلیفہ مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا نام سب سے زیادہ جلی اور روشن ہے۔

---

[1] صحبتے با اہل دل ص ۵۶، ۵۵

شاید حضرت ہی کی صحبت و تربیت کی برکت و تاثیر ہے کہ حضرت کے مسترشدِ خاص اور عزیز مرید و صحبت یافتہ محترمی مولانا محمد قمر الزمان صاحب کو اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر مکانی طور پر زیادہ وسیع، زمانی طور پر زیادہ متقدم اور علمی و تاریخی حیثیت سے زیادہ مشہور و محترم مشائخ کبار، علمائے محققین، اور اطبائِ اُمّت کے اقوال و افادات کو جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، جن کے ارشادات و افادات زیادہ تر عربی زبان میں محدود اور وسیع النظر، بلند ہمّت علماء و طالبین کے حلقہ میں محصور تھے، خصوصیت کے ساتھ شہرۂ آفاق شیخ طریقت، عالم و محقّق، اہل دل و اہل قلم علّامہ شعرانیؒ ان کے پیش نظر رہے۔ جن کی "الطبقات الکبریٰ" اُن کے عہد سے لے کر اس عہد تک علم و حکمت کا ایک خزانہ، امراضِ نفوس و قلوب کیلئے ایک مبصّرانہ نشاندہی اور علاج شافی کی حیثیت رکھتی ہے، اور ہر عہد کے اہل انصاف نے اُس کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے۔ لیکن اب اس کے مطالعہ و استفادہ کا دائرہ (خاص طور پر اس ملک میں جس کی زبان عربی نہیں ہے) محدود سے محدود تر رہ گیا ہے۔ اسی کے ساتھ مشہور محدّث و مؤرّخ اور ناقد علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب "صفۃ الصفوۃ" اور بعض دوسرے مورّخین اور معتبر سوانح نگاروں اور مصنفین کی کتابوں کو بھی اسی دائرہ میں شامل کیا ہے اور اسی طرح اُنھوں نے اردو میں ایک ایسا مجموعہ شوق انگیز و ولولہ خیز حالات اور اصلاح نفس کی دعوت دینے والے اقوال کو جمع کر دیا جو مختلف استعدادوں اور رجحانات رکھنے والے اہل علم کے لئے تربیتِ نفس، اصلاح اخلاق اور توجّہ الی اللہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بزرگانِ سلف کی عقیدت و عظمت کے نقش دل پر جما تا ہے

اور اُن کی اتباع و تقلید پر آمادہ کرتا ہے۔ ان شخصیتوں اور ان کے احوال و اقوال میں تنوع بھی ہے جو ملالِ نفس اور اُکتاہٹ کو دور کرتا ہے۔ اور مقاصد کی وحدت بھی ہے جو اس کے نقش و تاثر کو مستحکم اور عمیق بناتی ہے۔ بقیۃ السّلف حضرت شاہ محمد احمد صاحب پھولپوری کی پسندیدگی اور تائید نے اس میں اور زیادہ تاثیر و برکت پیدا کر دی ہے۔

مصلح الاُمّت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اور ان کے شیخ و مربّی حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ کی تحریروں کے اقتباسات اور حوالوں نے اس کو اور زیادہ مستند اور مفید بنا دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ ہر طرح سے مفید اور مؤثر ثابت ہو گا۔ اور اس کے بعد اس کے اور حصّے بھی شائع ہو کر اس دائرۂ نور کو اور وسیع اور عام کریں گے۔

شدید مصروفیت اور غیر معتدل صحت کی حالت میں اپنے لئے سعادت و شرف سمجھ کر یہ چند سطور حوالۂ قلم کی گئیں۔ والعُذرُ عِندَ کِرامِ النّاسِ مَقبُولٌ

ابوالحسن علی ندوی

۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

# تذکرہ طبع چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا بِالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ وَاَنْزَلَ عَلَیْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ وَقَصَّ فِیْہِ اَحْسَنَ الْقَصَصِ مَوْعِظَۃً وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الصَّادِقِ الْاَمِیْنِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ ھُدَاۃُ الْمُتَّقِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ ”اقوال سلف“ کے چھ حصے طبع ہو کر معزز ناظرینِ باتمکین کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں اور اسی پر اقوالِ سلف کے سلسلہ کو تمام کر دیا گیا ہے۔

الحمدللہ، مسلمانوں کی ہر جماعت نے اس کو قبول کیا اور اپنے زبان وقلم سے اسکی تعریف وتحسین کی ہے۔ ان میں سے بعضوں کے تاثرات کو جو تحریری شکل میں تھے ” اقوال سلف “ کے ہر جلد کے شروع میں نقل بھی کر دیا گیا ہے۔

فللہ الحمد والمنۃ

**اضافات** آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ابتداءً ابوالمواہب حضرت سیدنا عبدالوہاب شعرانی کی کتاب ”لواقح الانوار فی طبقات الاخیار“ ملقب بہ ”طبقاتِ کبریٰ“ کو سامنے رکھ کر منتخب بزرگوں کے چیدہ

چیدہ مفید و موثر اقوال نقل کئے گئے تھے اور ہندوستان کے بعض مشہور مشائخ کے ارشادات بھی شامل کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح دو جلدوں میں دسویں صدی ہجری تک کے سلف صالحینؒ کے اقوال نقل کئے گئے تھے۔

مگر بعض علماء (مثلاً مکرم مولانا شیر علی صاحب استاذ حدیث جامعہ فلاح دارین ترکیسر) نے صحابۂ کرامؓ کے تذکروں کے اضافہ کا مشورہ دیا تو خوشی ہوئی اور عزم کر لیا کہ ضرور ان عالی صفات بزرگوں و اکابر کے تذکروں سے اور ان کے اقوال و احوال کو درج کر کے " اقوال سلفؒ " کو آراستہ کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی دامنگیر ہوا کہ جب اضافہ ہو ہی رہا ہے تو صحابہ کرامؓ کے ساتھ تابعینؒ، تبع تابعینؒ نیز دیگر بزرگان دین کے تذکروں کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو اُمت کے عوام و خواص سب کیلئے انشاء اللہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔

مگر یہ کام میرے لئے بہت ہی دُشوار تھا۔ اس لئے مولانا جمیل احمد نذیری مبارکپوری اور ترکیسر کے علماء (مثلاً مولانا محمد یوسف صاحب ٹنکاروی وقاری ناظر حسین صاحب سلمہٗ، مولوی سمیع اللہ صاحب ترکیسری سلمہٗ) سے کہا کہ بزرگوں کی سیرت پر اپنے کتب خانہ میں موجود کتابوں کو پڑھ کر مزید سلف صالحینؒ و مصلحین امتؒ اور بزرگانِ دین کے حالات و ارشادات کو لکھیں تو مجھے اس اضافۂ مفیدہ میں سہولت ہو جائے گی۔

چنانچہ ان لوگوں نے اس کام کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ فجزاہم اللہ تعالےٰ۔ پھر اس کے بعد یہاں مولانا صابر علی قاسمی صاحب و مولوی کمال الہدیٰ قاسمی ہردوئی سلمہٗ نواسۂ مصلح الامتؒ اور مولوی مصباح احمد قاسمی سلمہٗ مدرس مدرسہ بیت المعارف الہ آباد و مولوی فیروز عالم قاسمی سلمہ مدرس مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد نے بھی اس سلسلہ

میں خوب ہی خوب محنت و جانفشانی سے کتاب کی تکمیل کی۔

مزید مولانا مقصود احمد صاحب قاسمی اُستاذ حدیث مدرسہ بیت المعارف الہ آباد نے کتاب کی تحقیق و ترتیب میں بیحد کدو کاوش کی اور اس کی تصحیح و ترتیب کا فریضہ ادا کیا جو قابلِ تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام عزیزوں کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور اس اہم سلسلہ کے تصنیف و تالیف کے اجر و ثواب میں شریک فرمائے۔ آمین!

**تنبیہات** مزید دل میں یہ داعیہ و جذبہ پیدا ہوا کہ جب "اقوال سلفؒ" میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرامؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ حتیٰ کہ پندرہویں صدی ہجری کے اوائل تک کے صدیقین، شہداء، اور صالحین بلکہ بہت سے ملوک و بادشاہوں کے حالات و ارشادات ثبت ہوئے ہیں، تو کیوں نہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکروں اور انکی سیرت و ہدایتوں سے اس سلسلۃ الذہب کو مرصع و مزین کیا جائے، اس لئے کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیت حاصل ہے کہ قرآن پاک میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات انبیاء کی اقتدار کا اللہ تعالیٰ نے "فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ" کے ارشاد سے امر فرمایا ہے۔

اس حقیقت کا اظہار محدثِ جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ نے اپنی تصنیف "اعیان الحجاج ج۱" کے شروع میں فرمایا ہے، جس کو ہم بعینہٖ یہاں نقل کرتے ہیں

" ابتداءً یہ تذکرہ "اعیان الحجاج" سید الابرار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ و تابعین اور دیگر افراد اُمت کے حالات پر مشتمل تھا۔ بعد میں انبیاء سابقین کے ذکرِ حج کا اضافہ مناسب معلوم ہوا۔ اسلئے کہ سلف صالح کی

پیروی سے کہیں بڑھ کر انبیار سابقین کی اقتدار ہے۔ اُمت تو اُمت، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم الٰہی ہے۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (ان کی ہدایت اور سیدھے رستے پر چلنے کی اقتدار کیجئے) انتہیٰ

تتمیم فائدہ کے لئے مکمل آیت اور اس کے تحت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ نے جو کچھ لکھا ہے درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

| | |
|---|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى | وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی |
| اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ | اللہ نے، تو چل اُن کی راہ۔ تو کہہ ایں |
| قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا | نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری |
| اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ | یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو۔ |

خلاصہ کلام یہ کہ ان مقبولانِ خدا جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے انکی راہ راہِ ہدایت تھی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اُن کے جدِ امجد حضرت نوح علیہ السلام موحد اور مخلص تھے۔ اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُن کی نسل میں سے یہ لوگ جنکی بزرگی بلادِ عرب و عجم میں مشہور تھی وہ بھی سب موحد تھے، مشرک نہ تھے۔ پس جس کو راہِ ہدایت مطلوب ہے وہ ان حضرات کی اقتدار کرے اور ان کی طرح توحید کا قائل ہو اور شرک سے اجتناب اور نفرت کرے اور اخلاق و اعمال میں اُنکی پیروی کرے اور توحید اور اطاعتِ خداوندی یہی صراطِ مستقیم ہے جس پر تمام انبیار کرام چلتے آئے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی اُنھی انبیار کرام کے طریقہ پر چلئے، اور ان ظالموں کی تکذیب کی ذرہ برابر پروا نہ کیجئے، اور صاف کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی اُجرت نہیں چاہتا۔ یہ صرف ایک نصیحت سراپا حکمت ہے

جس کا دل چاہے قبول کرے اور جس کا نہ چاہے نہ قبول کرے ۔ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ

اب اس مضمون بالا کی تائید میں یہ حقیر عرض پرداز ہے کہ سورہ فاتحہ جو پورے قرآن پاک کا خلاصہ ہے، ظاہر ہے کہ اس میں جو دعا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مذکور ہے وہ تمام دعاؤں کا خلاصہ ہوگی۔ یعنی اے اللہ! ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما۔ اور اس کی صفت میں یہ فرمایا کہ سیدھا راستہ وہ جس پر آپ کے خواص چلے ہیں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

اور جن حضرات پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا ہے اسکی طرف رہنمائی مندرجہ ذیل آیات میں فرمائی ہے؛

| | |
|---|---|
| وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ | اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے |
| فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ | رسول کا سو وہ اُن کے ساتھ ہیں جن پر |
| عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ | اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا، کہ وہ نبی اور صدیق |
| وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ | اور شہید اور نیک بخت ہیں۔ اور اچھی ہے |
| حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ؕ | ان کی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی |
| ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَ | طرف سے۔ اور اللہ کافی ہے |
| کَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا ؕ | جاننے والا۔ |

معلوم ہوا کہ چار جماعتیں ایسی ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا ہے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

الحمدللہ کہ "اقوال سلف" کی جلدوں میں تین جماعتوں یعنی صدیقین، شہداء اور صالحین کا کسی قدر ذکر آچکا ہے۔ بلکہ ملوک صالحین اور بعض وہ جنھوں نے جام شہادت نوش فرمایا ہے ان کا تذکرہ بھی لکھا جاچکا ہے۔ مگر سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر سے ابتک یہ گرانقدر سلسلہ محروم ہے، جو درحقیقت ہماری حرماں نصیبی ہے۔

اس لئے ہم نے چاہا کہ ان میں سے چند حضرات کے تذکرے مختصراً ہی سہی لکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ پہلے ہم "اعیان الحجاج" مؤلفہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن حب الاعظمیؒ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکروں کو نقل کرتے ہیں۔ بعدہٗ بعض دیگر انبیاءؑ کا مختصر تذکرہ لکھیں گے۔

ماشاء اللہ مولوی محمد عبداللہ قاسمی سلمہٗ ازسرنو اس کی کتابت وطباعت کا خاص اہتمام کررہے ہیں اور شہر کے مشہور کاتب مولوی شمیم احمد قاسمی سے کتابت کرارہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی خواہش کو پوری فرمائے۔ اور ان کے اس ذوق وشوق کا دینی ودنیوی ہر قسم کا نفع عطا فرمائیں۔ آمین!

محمد قمر الزمان الہ آبادی

جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

---

؎ عزم وارادہ ہے کہ انشاء اللہ "مآثر انبیاءؑ" کے نام سے سیرتِ انبیاء علیہم السلام کا کسی قدر مفصل تذکرہ آئندہ کروں گا۔ اللہ تعالےٰ ہی اپنے فضل سے اس اہم کام کی مجھے توفیق مرحمت فرمائے ہمارے لئے تو یقیناً مشکل ہے، مگر اللہ جل شانہٗ کیلئے کوئی مشکل نہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

(مرتب)

قولہ تعالیٰ

# اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

(انعام ع ۱۰-۹۱)

(ترجمہ): یہ حضرات ایسے تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی اُنہی کے طریق پر چلئے!

## تشریح

یہ (حضرات انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے۔ پس آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی ان لوگوں کی (اس) ہدایت کی پیروی کیجئے (جس پر وہ لوگ تھے، یعنی صرف حق تعالیٰ کو ماننا اور اُسی کی اطاعت کرنا، اور شرک سے اجتناب و نفرت، بایں معنیٰ کہ جو کام وہ کرتے تھے، وہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کیجئے

# مآثر الانبیاء علیہم السلام

یعنی

# انبیاء کرام علیہم السلام

# کے اجمالی حالات و صفات

## سید البشر خاتم الانبیاء حضرت

# سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے نبوت کے بعد دو حج کئے ہیں، ایک قبل ہجرت اور ایک بعد ہجرت اور روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے قبل نبوت بھی حج کئے ہیں۔

آپ کے عمروں کی تعداد احادیث میں چار مذکور ہے۔ ان میں سے تین عمرے ماہ ذی القعدہ میں کئے ہیں اور ایک ذی الحجہ میں۔

ہجرت کے بعد سنہ ۱۰ھ میں جو حج آپ نے کیا ہے اُس کا نام حجۃ الوداع ہے اس کا اور اُس کے سفر کا واقعہ شرح و بسط کے ساتھ کتب احادیث میں مذکور ہے۔ مسلمانوں کیلئے وہی حقیقی اُسوہ اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ جسکی پیروی حج کی مقبولیت اور نجات آخرت کی ضمانت ہے۔ یہاں تبرکاً صرف چار واقعے نقل کئے جاتے ہیں :۔

۱۔ حضرت قدامہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا و مروہ کے درمیان اونٹ پر اس طرح سعی کرتے دیکھا ہے کہ لا ضرب ولا طرد ولا الیك الیك (مشکوٰۃ) یعنی نہ کسی کو مارنا تھا نہ ہنکانا، نہ ہٹو بچو، یعنی امیرانہ ٹھاٹھ سے نہیں بلکہ فقیرانہ انداز میں سعی فرماتے تھے۔

۲۔ آپ کے ساتھ اس سفر میں صرف ایک اونٹنی تھی، اسی پر سوار بھی ہوتے تھے اور اسی پر سامان بھی لدا ہوا تھا، اس کا کجاوہ بوسیدہ تھا اور قطیفہ (گدا) صرف چار درہم کی قیمت کا تھا اور زبان مبارک پر یہ کلمات جاری تھے اللّٰھم حجۃ لا ریاء فیھا ولا سمعۃ (اے اللہ! یہ وہ حج ہے جس میں نام و نمود اور شہرت کی خواہش کو دخل نہیں ہے۔) (بخاری و ابن ماجہ)

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے سامنے آئے اور اپنے لب ہائے مبارک اس پر رکھ کر دیر تک روتے رہے۔ اتفاق سے ایک بار آپ کی نگاہ اُٹھی تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی رو رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ ھھنا تسکب العبرات یا عمر (اے عمر! یہ جگہ آنسو بہانے کی ہے)۔ (ابن ماجہ)

۴۔ ایک بار طواف کی حالت میں نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا، ایک صحابی نے فوراً اپنے جوتے کا تسمہ نکال کر آپ کے نعل میں لگانا چاہا تو آپ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ اثرہ (اپنے کو دوسرے کے مقابل میں ترجیح دینا) ہے اور میں اسکو پسند نہیں کرتا۔

(مجمع الزوائد، اعیان الحجاج ص۲۲۵)

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ کی نعت نقل کر رہا ہوں جو انکی غایت معرفت پر دال ہے۔

## نعت شریف

وہ جہاں کا رمز وجود ہے، وہ مدار کار نظام ہے

وہ خدا کی شان جمال کا، بخدا کہ مظہر تام ہے

کرو یاد معرکہ بدر کا، پڑھو فتح مکہ کا واقعہ

وہ خدا کا قہر و جلال تھا، یہ نبیؐ کی رحمت عام ہے

سبھی انبیاء کرام کا، ہے مقام سب سے بلند تر

وہ ہلال چرخ کمال تھے، مرا شاہ بدر تمام ہے

جو غذائے روح و سکون دل، ہے انہی کی پاک حدیث ہے

جو مریض دل کے لئے شفا، ہے انہی کا پاک کلام ہے

جو مجھے ملا وہ ملا انہی، کی نگاہ لطف و کرم سے ہے

قلم و زبان حبیب کیا، ہے انہی کا فیض دوام ہے

# حضرت سیدنا آدم علیہ السلام

حضرت آدمؑ سب سے پہلے انسان اور انسانوں میں وہی سب سے پہلے حاجی ہیں۔ اور تمام بلاد وامصار میں صرف ہندوستان کو اللہ نے یہ عزت بخشی کہ حج کیلئے سب سے پہلا سفر یہیں سے ہوا ہے۔

طبرانی نے معجم اوسط میں، بیہقی نے کتاب الدعوات میں اور ازرقیؒ نے تاریخ مکہ میں حضرت بریدہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے تو انھوں نے خانہ کعبہ کا سات چکر طواف کیا اور (اب جہاں) مقام ابراہیم (ہے اس کے) مقابل دو رکعت نماز ادا کی۔ اُس کے بعد یوں دعا کی:۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ إِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَنْ يُصِيْبَنِيْ إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ، وَالرِّضَاءَ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ۔ | اے اللہ! تو میرا باطن اور ظاہر سب جانتا ہے، پس میری معذرت قبول کرلے۔ اور تو میری حاجت کو بھی جانتا ہے لہذا میری مانگ پوری کردے۔ اور تو وہ سب جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے پس میرے گناہ بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو، اور ایسا سچا یقین جس سے مجھے عین الیقین حاصل ہو کر تو نے جو کچھ لکھ دیا ہے اُس کے سوا ہرگز نہ مجھے کچھ ملیگا نہ کوئی تکلیف پہنچے گی۔ اور یہ چاہتا ہوں کہ تیری تقسیم سے راضی رہوں۔ |

جب حضرت آدم علیہ السلام دعا کر چکے تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ہم نے تمہارا گناہ بخش دیا۔ اور تمہاری اولاد میں سے جو کوئی ہمارے یہاں آکر تمہاری اِس دعا کو پڑھے گا ہم اُس کے گناہ بخش دیں گے۔ (سبحۃ المرجان ص؎ مجمع الزوائد ص۱۸۳ ج۱)

کتب تفسیر و حدیث و شروح احادیث سے ثابت و محقق ہے کہ خانۂ کعبہ کی سب سے پہلی تعمیر حضرت آدمؑ کے ہاتھوں سے ہوئی ہے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ مکہ جاؤ اور وہاں ایک گھر تعمیر کرو۔ اور جس طرح فرشتوں کو طواف کرتے دیکھو اسی طرح اُس گھر کا طواف کرو۔

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو ہندوستان میں وحی بھیجی کہ خانۂ کعبہ کا حج کرو۔ چنانچہ اُنھوں نے حج کیا۔

اور سیوطی نے درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے ایک ہزار بار پیدل سفر کرکے خانۂ کعبہ کے پاس حاضری دی اور اس کی زیارت کی ہے۔ اُنھوں نے تین سو حج اور سات سو عمرے کئے ہیں۔ پہلے حج کے موقع پر جب وہ عرفات میں بحالت وقوف تھے اُس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا اے آدم! آپ کا حج قبول ہوا۔ ہم آپ کی پیدائش سے ہزاروں برس قبل سے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے آئے ہیں۔ (سبحۃ المرجان ص۹)

## حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ حضرت ابرہیم و اسمٰعیل علیہما السلام خانۂ کعبہ کے بانی ہیں۔ نیز قرآن پاک میں اس کی بھی تصریح ہے کہ حق تعالےٰ نے حضرت ابراہیم

ہی سے حج کا اعلان کرایا۔ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (ترجمہ، لوگوں میں حج کا اعلان کرو، لوگ آئیں پیدل اور ہر دُبلی اونٹنی پر دور دراز راستہ سے)

اس کے بعد اس بات کے لئے کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل نے حج کئے ہیں کسی دوسری صریح دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ تاہم چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن سے انشاء اللہ مزید فوائد حاصل ہوں گے۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت یزید بن شیبان کا بیان ہے کہ عرفات میں امام کے موقف سے بہت دور ایک جگہ (جہاں جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے آباء و اجداد وقوف کرتے تھے) ہم ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ابن مربع انصاری نے آکر کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کی حیثیت سے تمھارے پاس آیا ہوں، حضرت فرماتے ہیں کہ تم اپنے وقوف کی جگہ پر قائم رہو، یہ جگہ تم کو حضرت ابراہیمؑ سے وراثۃً ملی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۲۲۶)

اور مجمع الزوائد میں مسند احمد و معجم کبیر طبرانی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ابو الطفیل نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ کی قوم یہ کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی ہے۔ اور یہ سنت قدیمہ ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میری قوم (قریش) سچ کہتی ہے۔ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو ادائے مناسک کا حکم دیا گیا (اور اُنھوں نے اُس حکم کی تعمیل شروع کی) تو مسعیٰ (جہاں صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے) کے پاس شیطان اُن کے سامنے آیا اور شرارت سے دوڑنے میں مقابلہ کرنے لگا۔ مگر ابراہیم علیہ السلام نے اُسکو شکست دیدی اور آگے بڑھ گئے۔ اُس کے بعد حضرت جبرئیلؑ ان کو جمرہ عقبہ کے

کے پاس لے گئے تو وہاں بھی شیطان نمودار ہوا، وہاں حضرت ابراہیمؑ نے اُسکو سات کنکریاں ماریں۔ اُس کے بعد جمرۂ وسطیٰ کے پاس لے گئے تو وہاں بھی یہی قصہ پیش آیا۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے منیٰ میں اُن سے کہا کہ یہ حاجیوں کی اقامتگاہ ہے پھر مزدلفہ لے گئے اور یہ مشعر حرام ہے۔ اُسکے بعد اُن کو عرفہ لے گئے (صـ۲۲۳ج۲ وصـ۲۱ج۲)

مجمع الزوائد کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تلبیہ میں جو کلمات آج کہے جاتے ہیں وہ ملتِ ابراہیمی سے ماثور و متوارث اور اسی ملت کی یادگار ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ایک زمانہ تک لوگ صحیح مذہب پر قائم اور مسلمان تھے، مگر شیطان برابر کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح اُن کو اسلام سے پھیر دے، تا آنکہ اُس نے تلبیہ میں اِلَّا شَرِیْکًا هُوَلَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَامَلَكَ کا اضافہ کرادیا۔ اور لوگ یوں تلبیہ کہنے لگے۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَلَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَامَلَكَ۔ (صـ۲۲۳ج۲)

معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ آئے اور خانۂ کعبہ کا طواف کر کے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اسکے بعد حضرت جبرئیلؑ ان کو منیٰ لے گئے اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھوا کر عرفات لے گئے۔ اور دو نمازیں (ظہر و عصر) پڑھ کر وہاں غروبِ آفتاب تک وقوف کرایا۔ پھر مزدلفہ میں آ کر رات گزاری[۱]۔ اور صبح کو جلد نماز پڑھ کر دیر تک وقوف کیا، اُس کے بعد منیٰ لے گئے، وہاں کنکری ماری، جانور ذبح کیا اور سر منڈوایا۔ پھر ان کو مکہ لائے اور طواف کرایا۔ پھر دوبارہ منیٰ لے گئے اور وہاں انھوں نے ان دنوں میں قیام کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ نے

---

[۱] ابن جریر کی روایت میں مزدلفہ میں عشاء و مغرب ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ (کنز العمال صـ۴۲ج۳)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (۱۴-۲۲) ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرو۔ درانحالیکہ وہ جھوٹے مذہبوں سے بیزار تھے اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔
(مجمع الزوائد ص۲۵/۲ و کنز العمال ص۲۴/۲)

## حضرت سیدنا موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہم مکہ و مدینہ کے درمیان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ کہ ایک وادی میں پہنچ کر حضرتؐ نے پوچھا یہ کون وادی ہے؟ لوگوں نے کہا وادیٔ ازرق (یہ جگہ مکہ سے تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر عسفان و خلیص کے درمیان مکہ سے مدینہ جانے کے پرانے راستہ پر واقع ہے) حضرتؐ نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے بہت بلند آواز سے لبیک کہتے ہوئے اِس وادی سے گزرتے ہوئے گویا دیکھ رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص۵۰۸)

وفاء الوفاء میں بحوالہ طبرانی مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وادی روحاء کی نسبت فرمایا کہ اس کا نام سجاسج ہے اور یہ جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اِس مسجد میں مجھ سے پہلے ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے اور ستر ہزار اسرائیلی حاجیوں کو ساتھ لئے ہوئے حضرت موسیٰؑ روحاء سے گزرے ہیں۔ وہ اُس وقت ایک خاکستری رنگ کی اونٹنی پر سوار تھے اور ان کے جسم پر دو قطوانی[1] کمبل تھے۔ اور جب تک عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے سلسلہ میں

---

[1] سفید رنگ کا کمبل جسمیں روئیں کم ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ

اِس وادی سے گزر نہ لیں گے اُس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔

وادیٔ روحاء میں ستّر نبیوں کے نماز پڑھنے کا ذکر ترمذی میں بھی ہے۔ وادی روحاء کی جس مسجد کا یہ ذکر ہے اس کو عرق الظبیہ کہتے ہیں۔ مکہ و مدینہ کے قدیم راستہ میں مدینہ سے ۴۸ میل پر ایک مقام سیالہ واقع ہے سیالہ دو میل تک چلا جاتا ہے جہاں ختم ہوتا ہے اُس جگہ کا نام شرف الروحاء ہے۔ اس کے بعد ۲۱ میل کی مسافت پر رَوحاء ہے۔ روحاء مکہ کی طرف اور سیالہ مدینہ کی طرف ہے۔ سیالہ سے روحاء جاتے ہوئے ۹ میل پر عرق الظبیہ واقع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مدینہ سے تقریباً ۳۷ میل پر یہ وادی واقع ہے۔ وفاء الوفاء صفحہ ۲/۱۴ میں مدینہ سے روحاء کا فاصلہ ایک روایت میں ۳۰۔ ایک میں ۳۵، ۳۶، ایک میں ۴۲ میل اور ایک میں ۴ برید (۴۸ میل) مذکور ہے۔

مجمع الزوائد صفحہ ۲/۴ میں ابو یعلی و طبرانی کے حوالہ سے بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور صرف ابو یعلی کے حوالہ سے بروایت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ روحاء کے صخرہ سے ستّر نبی جن میں سے ایک حضرت موسیٰ بھی ہیں خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے جاتے ہوئے گزرے ہیں، اُن کے پاؤں ننگے تھے اور جسم پر کمبل تھا۔

اور بحوالہ طبرانی حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت سے یہ ارشادِ نبوی منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے سرخ بیل پر سوار ہو کر قطوانی کمبل میں حج کیا ہے۔

اور بحوالہ ابو یعلی و طبرانی حدیث ابن مسعود کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰؑ کو اس وادی (روحاء) میں دو قطوانی کمبلوں میں احرام باندھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (صفحہ ۲۱/۴)

اور حضرت ابن عباسؓ سے بحوالہ طبرانی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف میں ارشاد فرمایا کہ اِس مسجد میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے، از آنجملہ حضرت موسیٰ ہیں۔ گویا میں اُن کو اِس حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دو قطوانی کمبلوں میں احرام باندھے ہوئے قبیلہ شنورہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہیں۔ اور اونٹ کی ناک میں کھجور کی چھال کی بنی ہوئی نکیل پڑی ہوئی ہے اور حضرت موسیٰ کے سر پر دو لٹیں ہیں۔ (ص ۲۲۱/۲)

مسند بزار کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد منقول ہے کہ حضرت موسیٰ کا تلبیہ یہ تھا: لَبَّيْكَ[1] عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدَيْكَ اور حضرت عیسیٰؑ کا تلبیہ یہ تھا۔ لَبَّيْكَ[2] عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ۔ (ص ۲۲۲/۲)

## حضرت سیدنا ہودؑ و صالح علیہما السلام

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سفر حج میں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر وادی عسفان میں ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ یہ کونسی وادی ہے! اُنھوں نے کہا کہ یہ وادی عسفان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہود و صالح علیہما السلام دو سرخ اونٹوں پر سوار، کمبل کا تہمد باندھے ہوئے اور دھاری دار چادریں کندھوں پر ڈالے ہوئے حج خانہ کعبہ کے ارادہ سے لبیک پڑھتے ہوئے اِس وادی سے گزرے ہیں۔ اُنکے اونٹوں کی نکیلیں کھجور کی چھال کی تھیں۔ عسفان مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی طرف مدینہ کے قدیم راستہ میں ۳۶ میل پر واقع ہے۔

---

[1] تیرا بندہ اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا حاضر ہے [2] تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا حاضر ہے۔

## حضرت سیدنا یونس علیہ السلام

اسی حدیث میں جو ابھی گذری ہے حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مکہ و مدینہ کے راستہ میں چلتے چلتے ایک پہاڑی راستہ میں پہنچے تو حضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ کونسی چڑھائی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ہرشیٰ یا لفت ہے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ گویا میں حضرت یونسؑ کو دیکھ رہا ہوں ایک سُرخ اونٹنی پر سوار ہیں، صوف کا ایک جبہ پہنے ہوئے ہیں اور اونٹنی کی ناک میں کھجور کی چھال کی نکیل ہے اور وہ اس وادی میں لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ)

ہرشیٰ مکہ و مدینہ کے تقریباً بیچ میں ہے (مدینہ سے سقیار ۹۶ میل اور سقیار سے ابواء ۲۱ میل اور ابواء سے ہرشیٰ ۸ میل ہے تو مدینہ سے ہرشیٰ کی مسافت ۱۲۵ میل ہوئی)، آجکل جب رابغ سے مدینہ جانے کیلئے بسیں روانہ ہوتی ہیں تو کئی میل چلنے کے بعد ایک چڑھائی ملتی ہے جہاں حاجیوں کو اکثر بس سے اُتار کر خالی بس چڑھائی پر لے جاتے ہیں۔ میں نے وہاں پہنچ کر ایک بدو سے اُس جگہ کا نام پوچھا تو اُس نے ہرشیٰ بتایا۔ کتابوں میں ہرشیٰ کا نام پڑھنے سے بدو کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ کتابوں میں ہے کہ ہرشیٰ سے ۵ میل کے فاصلہ پر جحفہ کا محل وقوع ہے۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ رابغ جحفہ کے قریب واقع ہے۔ وفاء الوفاء میں ہے "رابغ واد من الجحفة" (صفحہ ۳۰۹/۲) اور جحفہ کی نسبت لکھا ہے کہ مدینہ سے ۵ ۱/۲ مرحلوں پر اور مکہ سے ۴ ۱/۲ مرحلوں پر واقع ہے۔ یعنی جحفہ تک مکہ سے مدینہ کا راستہ آدھے سے کم طے ہوتا ہے اس کے بعد مدینہ کی طرف ہرشیٰ پڑتا ہے اُسکی نسبت مذکور ہے کہ ہرشیٰ کی چڑھائی سے ایک میل آگے (مدینہ کیطرف) نصف کا نشان گڑا ہوا ہے۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۳۸۶/۲ صفحہ ۲۷۹/۲)

## حضرت سیدنا الیاس و خضر علیہما السلام

حضرت الیاسؑ کا نبی مرسل ہونا تو کتاب اللہ میں منصوص ہے لیکن حضرت خضر کے باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا ولی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ اور فتح الباری میں اس موضوع پر

جو بحث کی ہے اُس سے یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے۔ اُنھوں نے ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ وہ سب کے قول سے نبی ہیں (یعنی اُنکی نبوت میں اختلافِ اقوال نہیں ہے) اور ابوحیان نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے "والجمھور علی انه نبی" (جمہور کا مذہب یہی ہے کہ وہ نبی ہیں) اسی طرح ابن عطیہ اور بغوی نے اکثر اہل علم کا قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ نبی ہیں۔ پوری بحث اصابہ ص۴۲۸ اور فتح الباری ج۶ ص۲۷۶ میں ملاحظہ ہو۔

اس کے بعد اِس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں۔ اس باب میں شیخ ابن الصلاح نے فرمایا ہے:۔

| | |
|---|---|
| ھو حی عند جمھور العلماء والعامة معھم وانما شذ بانکارہ بعض المحدثین۔ | جمہور علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام لوگ اُنہی کے ساتھ ہیں۔ اُن کی حیات کا انکار صرف بعض محدثین نے کیا ہے۔ |

حافظ ابن حجر نے منکرین میں امام بخاری و ابراہیم حربی و ابن المنادی و ابویعلی (محدث نہیں) و ابوطاہر عبادی اور ابوبکر بن العربی کے نام لئے ہیں۔ اسکے بعد اُنکی موت و حیات کے کچھ دلائل ذکر کیے ہیں۔ موت کے دلائل لکھ کر اُن کے جوابات بھی ذکر کیے ہیں۔ اور حیات کے دلائل لکھ کر اُنکی سندوں میں کلام کیا ہے۔ اُنہیں سے بعض سندیں حسن ہیں۔ بعض کی نسبت لکھا ہے کہ اسکی سند جیّد ہے اور اکثر کی سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ضعیف الاسناد روایتوں میں سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہر سال حج کے موقع پر حضرت الیاسؑ و حضرت خضرؑ کی باہم ملاقات ہوتی ہے اور احرام اُتارنے کیلئے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے۔ اور ان کلمات پر دونوں کی علیحدگی ہوتی ہے:۔

| | |
|---|---|
| بِسْمِ اللهِ مَاشَاءَ اللهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللهُ۔ بِسْمِ اللهِ مَاشَاءَ اللهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللهُ۔ بِسْمِ اللهِ | اللہ کے نام سے، اللہ جو چاہے (وہی ہوگا) سوائے اللہ کے کوئی کہیں خیر نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ کے نام سے اللہ جو چاہے، برائی کو کوئی دفع نہیں کر سکتا سوائے |

| | |
|---|---|
| مَاشَاءَاللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ | اللہ کے۔ اللہ کے نام سے، اللہ جو چاہے، جو نعمت بھی |
| بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَا | ہے من جانب اللہ ہے۔ اللہ کے نام سے، اللہ جو |
| قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ | چاہے، کوئی مجال اور طاقت نہیں ہے سوائے اللہ کے |

لیکن فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں بسند حسن روایت کیا ہے۔

## حضرت خضر کی حیات اور آپ کی جامع دُعا

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ایک مستقل باب قائم کرکے اُن لوگوں کے بکثرت واقعات نقل کیے ہیں جنکی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی ہے۔ انہیں سے کئی واقعات ایسے ہیں جنکی سند ول کو یکسر مجروح قرار دینا نہایت مشکل ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ کا واقعہ کہ وہ طواف کر رہے تھے اور ایک آدمی کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا کر رہا تھا:۔

| | |
|---|---|
| یامن لا یشغلہ شیء عن سمع | اے وہ ذات کہ اُسکو کسی چیز کے سننے سے کوئی چیز نہیں |
| یامن لا یغیظہ السائلون، یامن | روکتی، اے وہ ذات کہ اُسکو سائلوں کے سوال سے غصہ |
| لا یبترم بالحاح الملحین | نہیں آتا، اے وہ ذات کہ جو اڑ جانے والے بھکاریوں کی |
| اذقنی برد عفوك وحلاوة رحمتك | ضد سے تنگ نہیں آتی! مجھ کو اپنے عفو و درگزر کی ٹھنڈک |
| | اور اپنی رحمت کی شیرینی چکھا۔ |

تو حضرت علی رضؓ نے کہا کہ اپنی یہ دعا ذرا پھر دُہرایئے، اُس شخص نے کہا آپ نے سُن لیا؟ کہا ہاں! تو اُس آدمی نے کہا، اچھا، تو اس کو ہر نماز کے بعد پڑھا کیجئے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے، آدمی کے کتنے بھی گناہ ہوں حق تعالیٰ اس دعا کی برکت سے معاف کر دے گا۔ اس واقعہ کو ابن ابی الدنیا نے جس سند سے ذکر کیا ہے اُس کا ایک راوی مجہول ہے۔ مگر احمد بن حرب نے اسکو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اس میں کوئی راوی

مجہول نہیں ہے۔

یا مثلاً سید جلیل حضرت باقر کا واقعہ، اسی طرح ابن الزبیر کے عہد کا وہ واقعہ جس کو عون بن عبداللہ نے بیان کیا ہے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے، یا سفیان بن عیینہ اور رجار بن حیوۃ کے واقعہ (بروایۃ ابونعیم) یا ابوعبداللہ بن التوام رقاشی کا واقعہ یا مصعب بن ثابت کا واقعہ، نیز عمر بن عبدالعزیز کا واقعہ جس کی سند کی نسبت حافظ ابن حجر کا ارشاد ہے:۔

"ھذا اصلح اسناد وقفت علیه فی ھذا الباب"

(اس باب میں میرے جو معلومات ہیں اُن میں سب سے صالح اسناد یہ ہے۔)

اس سلسلہ میں جو واقعات حافظ ابن حجر نے نقل کئے ہیں ان سے ضمناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرات ذیل خضر کے وجود کے قائل تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت باقر و صادق رضی اللہ عنہما، مجاہدین جنگ قادسیہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم تیمی، عون بن عبداللہ، مسعر بن کدام، سفیان ثوری و ابن عیینہ، معمر، ابراہیم بن سفیان، راوی صحیح مسلم، رجار بن حیوۃ، مصعب بن ثابت بن عبدالعزیز، امام یافعی اور حافظ ابوالفضل عراقی وغیرہم۔

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(اعیان الحجاج ص ۲۱ تا ۳۲)

# التماس

از مؤلف عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

آپ نے "اعیان الحجاج" مصنفہ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمیؒ سے چند انبیاء کے تذکرہ کو پڑھا، مگر چونکہ حضرت مولانا اعظمیؒ نے اُنہی انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے جو حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ اول الانبیاء حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور خاتم الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک کسی قدر تفصیل سے کریں اور اس میں زیادہ عبرت و نصیحت کے پہلو کو غالب رکھیں۔ اسی کے ساتھ حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام اور حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعات و معجزات سے قطع نظر آپ کے اقوال و مواعظ کو قصص القرآن مؤلفہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحؒ اور "سیرت انبیاء و حکمت مصطفےٰ" مؤلفہ مولانا خلیل الرحمٰن راز اور قصص الانبیاء مولفہ علامہ ابن کثیر رحؒ سے نقل کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اس سعی ناتمام کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے ہدایت کاملہ کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(مرتب)

# ابوالبشر اوّل الانبیاء حضرت سیّدنا آدم علیہ السّلام

قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ مختلف سورتوں میں عبرت و نصیحت کے پیش نظر مختلف تعبیرات کے ساتھ آپ کے تذکرے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ) | اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے، ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب، (فرشتے) کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اُس میں اور خونریزیاں کریں گے۔ اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور آپ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اُس بات کو جسکو تم نہیں جانتے۔ |

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "قصص القرآن" میں اِس آیت کے تحت یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

## خلافت حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالےٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو اختیار و ارادہ کا مالک ہوگا اور میری زمین پر جس قسم کا تصرف کرنا چاہے گا کر سکے گا اور اپنی ضروریات کیلئے

اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکے گا، گویا وہ میری قدرت اور میرے تصرف وامتیاز کا مظہر ہوگا۔ فرشتوں نے یہ سُنا تو حیرت میں پڑ گئے، اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، اگر اُس ہستی کی پیدائش کی یہ حکمت ہے کہ وہ دن رات تیری تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے اور تیری تقدیس وبزرگی کے گُن گائے، تو اس کیلئے ہم حاضر ہیں، جو ہر لمحہ تیری حمد وثنا کرتے اور بے چون وچرا تیرا حکم بجالاتے ہیں، ہم کو تو اِس خاکی سے فتنہ وفساد کی بو آتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ تیری زمین میں خرابی اور خونریزی بپا کردے۔ بارِ الٰہا! تیرا یہ فیصلہ آخر کس حکمت پر مبنی ہے۔

بارگاہِ الٰہی سے اوّل اُن کو یہ ادب سکھایا گیا کہ مخلوق کو خالق کے معاملات میں جلدبازی سے کام نہ لینا چاہئے۔ اور اُسکی جانب سے حقیقتِ حال کے اظہار سے قبل ہی شک وشبہہ کو سامنے نہ لانا چاہیے، اور وہ بھی اِس طرح کہ اسمیں اپنی برتری اور بڑائی کا پہلو نکلتا ہو، خالقِ کائنات اُن حقائق کو جانتا ہے جس سے تم بے بہرہ ہو، اور اُس کے علم میں وہ سب کچھ ہے جو تم نہیں جانتے۔

(قصص القرآن ص۲۶ ج۱)

ف: اس میں فرشتوں کی جانب سے اِس احتمال کی گنجائش رہ گئی تھی کہ خیر انسان کو پیدا کردیا جاوے مگر اُن کی اصلاح کی خدمت ہم کو دیدی جائے اس لئے اب اِس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان آدمیوں کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مصلح کے لئے علم کی ضرورت ہے، اور جس خاص علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے۔ اگلی آیت میں یہی حکایت ہے۔

## تعلیمِ حضرت آدم

چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۤءَ كُلَّهَا | اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو |
| ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰۤىٕكَةِ | سب چیزوں کے اسمار کا، پھر وہ چیزیں فرشتوں کے |
| فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَاۤءِ هٰٓؤُلَاۤءِ | روبرو کردیں پھر فرمایا، بتلاؤ مجھ کو ان چیزوں |
| اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا | کے نام، اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا: |
| سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا | کہ آپ تو پاک ہیں، ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی |
| عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ | جو کچھ آپ نے دیا۔ بیشک آپ بڑے علم |
| الْحَكِيْمُ ۝ | والے ہیں حکمت والے ہیں۔ |

**تشریح:** اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو (ان کو پیدا کرکے) سب چیزوں کے اسمار کا (مع اُن چیزوں کے خواص و آثار کے، غرض تمام موجوداتِ روئے زمین کے اسمار و خواص کا علم دے دیا) پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں پھر فرمایا، بتلاؤ مجھ کو ان چیزوں کے نام (یعنی مع اُن کے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں (اس الزام سے کہ آدم علیہ السلام پر اس علم کو ظاہر فرما دیا، ہم سے پوشیدہ رکھا۔ آپ کی طرف سے کوئی اخفا یا دریغ نہیں ہوا مگر) ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ آپ نے ہم کو علم دیا (یعنی جس قدر ہماری پیدائش میں استعداد رکھی ہے اور اُس کے موافق ہم کو علم عطا ہوا، اس کے سوا ہم کو علم سمجھنے کی قوت نہیں ہے) بلاشک آپ بڑے علم والے ہیں (کہ آپ کو سب علوم حاضر ہیں، ہمارے اور آدمیوں کی معلومات سب حضور پر منکشف ہیں) حکمت والے ہیں (کہ جس قدر مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا)

(بیان القرآن)

اب ہم ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رح سے اللہ تعالیٰ کے قول "اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ" پر جو حاشیہ ہے اسکو لکھتے ہیں:۔

"حاشیہ قولہ تعالیٰ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ" خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کا نام مع اُس کی حقیقت و خاصیت اور نفع و نقصان کے تعلیم فرمادیا اور یہ علم اُن کے دل میں بلاواسطہ کلام القار فرمادیا۔ کیونکہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے۔ اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کارِ خلافت انجام دے سکتے ہو سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ، لیکن اُنھوں نے اپنے عجز و قصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کارِ خلافت زمین میں نہیں کر سکتا۔ اور اس علم عام سے قدر قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابل خلافت نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ تیرے علم و حکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس گفتگو سے فرشتوں کو اپنے عاجز ہونے کا تو مشاہدہ ہوگیا۔ اب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام میں اس علم خاص کی قوت و مناسبت کا ہونا بھی ملائکہ عیاناً (ظاہراً) دیکھ لیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ | حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم |
| بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ | تم بتلادو ان کو ان چیزوں کے اسماء |
| بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ | (مع حالات کے) سو جب بتلادیئے انکو |
| اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ | آدم علیہ السلام نے اُن چیزوں کے اسماء |

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

(بیان القرآن)

توحق تعالٰی نے فرمایا، میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی، اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جسکو دل میں رکھتے ہو

## حضرت آدم کو حکم خداوندی

جب فرشتوں نے اپنے قصورِ علم کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا تو اللہ تعالٰی نے (فرشتوں کے کشفِ شبہہ کے لئے) فرمایا کہ اے آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ (اس پر انھوں نے ان کے نام بتائے) پس جبکہ وہ ان کے نام انکو بتا چکے (اوران کا کمالِ علم اور اپنا قصورِ علم فرشتوں پر ظاہر ہوگیا اور ان کے شبہہ کا جواب ان کو مل گیا) تو (مزید تاکید کے لئے) اللہ تعالٰی نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ (کیوں؟) کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں تمام مغیباتِ آسمان و زمین کو جانتا ہوں (اور اس لئے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انسان باوجود فساد فی الارض اور خونریزی کے بھی مستحقِ خلافت ہے) اور میں اُن چیزوں کو جانتا ہوں جن کو اب تم ظاہر کرتے ہو اور جنکو تم پہلے ظاہر نہ کرتے تھے (مثلاً فرشتوں کا یہ کہنا۔ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اور یہ کہنا کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ) پس اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں یہ تغیرِ عنوان اسی مضمون کا اعادہ ہے جس کو پہلے اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کے عنوان سے ظاہر فرمایا تھا اور اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ میں فرشتوں کے اس بیان کی تصدیق ہے کہ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔

(حل القرآن مؤلفہ مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی)

## تشریح از ترجمہ شیخ الہندؒ

حاشیہ قولہ تعالیٰ ۔ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے جو تمام اشیاءِ عالم کی نسبت سوال ہوا تو فرفر سب امور ملائکہ کو بتادیئے کہ وہ بھی سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدمؑ کے احاطۂ علمی پر عش عش کرگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ کہو، ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان وزمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں مکنون (چھپی) ہیں وہ سب بھی ہم کو معلوم ہیں۔

**ف:** اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم، مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں، اس لئے مرتبۂ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا۔ اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کرلیا اور ہونا بھی یونہی چاہئے۔ کیونکہ عبادت تو خاصہ مخلوقات ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ البتہ علم حق تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے، اس لئے قابل خلافت یہی ہوئے۔ کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ (جس کا خلیفہ ہے) کا کمال ہونا ضروری ہے۔ (حاشیہ شیخ الہندؒ)

## من جانب اللہ حضرت آدمؑ کا اعزاز واکرام

جب آدم علیہ السلام کی علوم خاصہ میں برتری ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ کوئی ایسی تعظیم کرائی جائے جس سے عملاً بھی یہ ظاہر ہوجائے کہ یہ جامع کمالات ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:۔

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ | جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو |
| اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا | کہ سجدے میں آجاؤ آدم کے سامنے |
| اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى | سو سب سجدے میں آپڑے بجز ابلیس کے |

وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ کہ اُس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا
الْکٰفِرِیْنَ ٥ اور ہوگیا کافروں میں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ اِس پر فائدہ یوں تحریر فرماتے ہیں: اس پر تکفیر کا فتویٰ اس لئے دیا گیا کہ اُس نے حکم الٰہی کے مقابلہ میں تکبر کیا اور اس کے قبول کرنے میں عار کیا اور اُس کو خلاف حکمت وخلاف مصلحت ٹھہرایا جبکہ دوسرے مقام پر اس کا قول مذکور ہے کہ میں ناری الاصل ہونے کی وجہ سے اس تُرابی الاصل (آدم علیہ السلام) سے افضل ہوں۔ اور افضل سے مفضول کی تعظیم کرانا بے موقع ہے۔ (بیان القرآن)

اب ہم ترجمہ شیخ الہندؒ سے مذکورہ بالا آیت کے فوائد نقل کرتے ہیں:۔

## ابلیس کی ضلالت واہانت

حاشیہ قولہ تعالیٰ "اِلَّآ اِبْلِیْس"
جب حضرت آدم علیہ السلام کا خلیفہ ہونا مسلّم ہو چکا، تو فرشتوں کو اور اُن کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدم کی طرف سجدہ کریں اور ان کو قبلۂ سجود بنائیں۔ جیسا کہ سلاطین اپنا ادل ولیعہد مقرر کرتے ہیں پھر ارکانِ دولت کو نذریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں، تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ سب نے سجدہ مذکورہ ادا کیا، سوائے ابلیس کے کہ اصل سے جنات میں تھا اور ملائکہ کے ساتھ کمالِ اختلاط رکھتا تھا۔ اور سبب اس سرکشی کا یہ ہوا کہ جنات چند ہزار سال سے زمین کے متصرف تھے اور آسمان پر بھی جاتے تھے، جب ان کا فساد اور خونریزی بڑھی تو ملائکہ نے بحکم الٰہی بعض کو قتل کیا اور بعض کو جنگل، پہاڑ اور جزائر میں منتشر کر دیا۔ ابلیس اُن میں بڑا عالم وعابد تھا۔ اس نے جنات کے فساد سے اپنی بے لوثی ظاہر کی، فرشتوں کی سفارش سے

پہنچ گیا اور اُن ہی میں رہنے لگا۔ اور اس طمع میں کہ تمام جنات کی جگہ اب صرف میں زمین میں متصرف بنایا جاؤں، عبادت میں بہت کوشش کرتا رہا اور خلافت ارض کا خیال پکاتا رہا۔ جب حکمِ الٰہی حضرت آدم ؑ کی نسبت ظاہر ہوا تو ابلیس مایوس ہوا اور عبادتِ ریائی کے رائیگاں جانے پر جوشِ حسد میں سب کچھ کیا اور ملعون ہوا۔

## حاشیہ قولہ تعالیٰ "کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ"

یعنی علمِ الٰہی میں پہلے ہی کافر تھا۔ اوروں کو گو اب ظاہر ہوا۔ یا یوں کہو کہ اب کافر ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ حکم الٰہی کا بوجہ تکبر انکار کیا۔ اور حکم الٰہی کو خلاف حکمت و مصلحت اور موجبِ عار سمجھا، یہ نہیں کہ فقط سجدہ ہی نہیں کیا

(ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ)

اب ہم قصص الانبیاء تالیف علامہ عماد الدین ابن کثیر کے ترجمہ سے ابلیس کا سجدۂ آدم ؑ سے انکار کے متعلق کچھ مفید باتیں نقل کرتے ہیں:۔

## ابلیس نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی

حضرت حسن بصری رحؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے قیاس آرائی اور اجتہاد کیا۔ اور اس طرح سب سے پہلا شخص قیاس کرنے والا ابلیس ہوا۔

اور محمد بن سیرین رحؒ بھی فرماتے ہیں کہ اوّل شخص جس نے قیاس آرائی کی وہ ابلیس ہے۔ اور سورج و چاند کی پرستش بھی صرف قیاس کی بناء پر جاری ہوئی۔ یہ دونوں قول ابن جریرؒ نے روایت کئے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابلیس نے اپنے اور آدم ؑ کے درمیان (عقل کے زور سے) قیاس آرائی کی۔ لہٰذا اپنے وجود کو آدم ؑ کے وجود سے اشرف و اعلیٰ سمجھا،

اور سجدہ کرنے سے رُک گیا۔ جبکہ اللہ تعالےٰ کا حکم اُسکو اور سارے فرشتوں کو جاری ہوچکا تھا (تو یہاں شرعی حکم کے ہوتے ہوئے) اس ابلیس نے قیاس آرائی کی اور جب صریح حکم خداوی آجائے تو قیاس لڑانا فاسد اور لغو ہوتا ہے۔ اور پھر یہ قیاس بذات خود بھی غلط اور خام خیالی پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ مٹی آگ سے زیادہ نفع مند اور بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ مٹی میں عاجزی و مسکنت، بردباری و خشیت ہوتی ہے۔ اور یہ چیزوں کی نشوونما بھی کرتی ہے (کیونکہ تقریباً ہر چیز مٹی ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کو پسند بھی ایسی ہی صفات ہیں جو مٹی میں ذکر ہوئیں) بخلاف آگ کے کہ اُس میں طیش، بھڑک، تیزی، جلانا وغیرہ صفات ہیں (جو اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہیں جسکی وجہ سے اُسکو جہنم کا ذخیرہ بنایا)۔

اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مزید شرف و اعزاز بھی دیا (جو ملعون ابلیس کو حاصل نہ تھا) کہ حضرت آدمؑ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، پھر اپنی روح مبارک پھونکی۔ اسی وجہ سے فرشتوں کو یوں حکم دیا (ترجمہ) اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں کو فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر کو پیدا فرمانے والا ہوں، تو جب میں اُسکو درست کر دوں اور اُس میں اپنی روح پھونک دوں تو اُس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس، کہ اُس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو پروردگار نے فرمایا۔ اے ابلیس! تجھے کیا چیز مانع ہوئی کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ تو ابلیس نے کہا کہ میں اس بشر کو سجدہ نہیں کر سکتا، جس کو آپ نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا فرمایا۔ تو پروردگار نے فرمایا کہ نکل جا تو! بیشک تو مردود ہے۔ اور قیامت تک تجھ پر لعنت (برستی) رہے گی۔

توشیطان ملعون اس لعنت وحقارت کا مستحق ہوا، کیونکہ اُس نے آدمؑ پر عیب لگایا اور اُن کو حقیر جانا اور امر الٰہی کی مخالفت کی اور صریح حکم خداوندی کو نظرانداز کرتے ہوئے بڑائی کی وجہ سے قیاس آرائی کی اور حق کو چھوڑ کر راندۂ درگاہ ہوا۔
اور سجدہ تو نہیں کیا لیکن اُس کے بعد بھی جو اپنی بڑائی اور اکڑاہٹ بیان کی اور انسانوں کو بہکانے کو کہا، وہ اُس کے پہلے گناہ سے بڑھ کر ہوا۔ (گویا گناہوں کی ظلمتوں میں دھنستا چلا گیا) (قصص الانبیاء صفحہ ۳۰)

## حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی جنت میں سکونت

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

اور ہم نے حکم دیا، اے آدم! رہا کرو تم اور تمھاری بیوی بہشت میں، پھر کھاؤ دونوں اُس میں سے بافراغت جس جگہ چاہو، اور نزدیک نہ جانا اس درخت کے، ورنہ تم بھی اُنہی میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ پس لغزش دے دی دونوں کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے، سو برطرف کر کے رہا اُن کو اُس عیش سے جس میں وہ تھے۔ اور ہم نے کہا، اُترو نیچے، تم میں سے بعض بعض کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک میعاد معین تک۔

## شیطان کی شیطنت

اور ہم نے (آدم سے) کہا کہ اے آدم! تم اور تمھاری بیوی

(دونوں) جنت میں رہو اور جہاں چاہو خوب کھاؤ (کوئی روک ٹوک نہیں) اور (ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ) اِس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اور اس کے پاس پھٹک کر اُن لوگوں میں نہ ہو جانا جو اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔ سو شیطان نے (ان کو بہشت میں نہ جمنے دیا اور) ان کو اس سے پھسلا دیا۔ اور جس چین میں وہ تھے اس میں سے ان کو نکال دیا۔ اور ہم نے ان سے کہا کہ تم سب نیچے اُترو۔ تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو (اور اس لئے اس قابل نہیں ہو کہ یہاں رہو، کیونکہ جنت محلِ شر و فساد و بغض و عناد نہیں۔ (از حل القرآن، مؤلفہ مولانا حبیب احمد صاحب کیرانویؒ)

اور سورۂ اعراف میں اللہ تعالےٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ | اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمھاری |
| الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا | بی بی جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو دونوں |
| وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ | آدمی کھاؤ اور اِس درخت کے پاس مت جاؤ |
| فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ | کبھی اُن لوگوں کے شمار میں آجاؤ جن سے نامناسب |
| فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ | کام ہو جایا کرتا ہے۔ پھر شیطان نے ان دونوں |
| لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ | کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ اُن کا پردہ کا بدن جو |
| عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا | ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ |
| وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا | کردے۔ اور کہنے لگا، تمھارے رب نے تم دونوں کو |
| عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ | اِس درخت سے کسی اور سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض |
| تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا | اِس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں |
| مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَاۤ | ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے ہو جاؤ۔ اور اُن |
| اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ | دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیے کہ میں |

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (اعراف)

آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سو اُن دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔ پس اُن دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگیا۔ اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور اُن کے رب نے اُن کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔

## حضرت آدمؑ کے ساتھ معاملۂ خداوندی

(تفسیر) اور (آدم کے ساتھ معاملہ یہ ہوا کہ اُن سے کہا گیا کہ) اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو، پھر جہاں سے تمھارا جی چاہے کھاؤ (پیو، کوئی روک ٹوک نہیں) اور (اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ) اس درخت کے (جو تم کو بتلایا جاتا ہے) پاس بھی نہ پھٹکنا کہ تم (ہماری مخالفت کر کے) ظالموں میں سے ہوجاؤ۔

## شیطان کے بہکاوے

اب (آدم و حوا کی یہ حالت دیکھ کر) شیطان نے اُن کے (نقصان رسانی کے) لئے خیال کیا یعنی اس لئے کہ وہ (اُن کو ننگا کرکے) اُن کی شرمگاہوں کو (جو کہ لباس سے) ڈھکی ہوئی تھیں ان کے سامنے ظاہر کر دے اور (یہ خیال کر کے اُس نے اسکی یہ تدبیر کی کہ) اُن سے کہا کہ تمھیں اللہ نے اِس درخت سے محض اس لئے روکا ہے کہ مبادا (اس کو کھا کر) تم فرشتے ہوجاؤ یا (فنا سے منزہ ہوکر) ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہوجاؤ (کیونکہ اُس کے کھانے

میں یہ دونوں خاصیتیں ہیں) اور ان سے زور کے ساتھ قسم بھی کھائی کہ میں واقعی تمہارے خیر خواہوں میں ہوں (اب ان پر فرشتہ اور خالد ہو جانے کی خواہش اس قدر غالب ہوئی کہ اس ممانعت صریحہ کا اور شیطان کی دشمنی کا اور اس بات کا کہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ سوءِ ظن ہے کہ اس نے ہمیں اتنی بڑی منفعتوں سے محروم کرنا چاہا) ان کو بالکل خیال اور انکی طرف ان کو بالکل التفات نہ ہوا، چنانچہ اسی قسم کی باتیں ہر شخص کو پیش آتی ہیں۔ اور جب کوئی خیال کسی پر غالب ہوتا ہے تو اُس وقت بہت ظاہری باتیں بھی عارضی طور پر اُس کی نظر سے غائب ہو جاتی ہیں اور ان کی طرف اس کو التفات نہیں ہوتا، لیکن جب وہ خیال فرو ہوتا ہے تو اب وہ سب باتیں اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہیں جو اُس وقت اس کے ذہن سے غائب تھیں۔

**مسئلہ عصمت**: اب رہا عصمت کا سوال، سو عصمت کی حقیقت لوگوں نے غلط سمجھ رکھی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معصوم اُسے کہتے ہیں جس میں گناہ کی قابلیت ہی نہ ہو، مگر یہ معنی عصمت کے بالکل غلط ہیں۔ ورنہ انبیاؑء کو اطاعت میں مجبور ماننا پڑے گا۔ اور وہ تمام وعدہ و وعید بیکار ماننے پڑیں گے جو ان سے کئے جاتے ہیں اور وہ اُن تمام درجات کے غیر مستحق ہوں گے جو اطاعت اختیاری پر مرتب ہوتے ہیں۔ اور ان کو ابتلاء و امتحان سے بھی بالاتر ماننا پڑے گا۔ اور یہ سب امور بالبداہۃ باطل ہیں۔ پس بالضرور عصمت کے ایسے معنی ہونے چاہئیں جو ان باتوں کے معارض نہ ہوں۔ سو اُس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ جس طرح طاعت پر قادر ہوتے ہیں، یوں ہی معصیت پر بھی قادر ہوتے ہیں، مگر حق تعالیٰ اُنکی معصیت سے حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور بحفاظتِ حق سبحانہ معصیت سے معصوم ہوتے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ یہ حفاظت کس حد تک ضروری ہے۔ سو اُسکی تفصیل یہ ہے
کہ جو معصیت بقصد اور دانستہ ہو اس سے انبیاء یقیناً معصوم ہیں۔ اور جو معصیت
دانستہ نہ ہو، اُس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو تو اس سے
انکی حفاظت نہیں کی جاتی، نہ اس غرض سے کہ وہ معصیت ہے بلکہ اس جہت سے
کہ وہ مبدأ ہے دوسرے مصالح کا، اور جسمیں کوئی مصلحت نہیں ہوتی یا اُس سے
بڑھ کر مفسدہ ہوتا ہے، اُس سے بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اس مقام پر
حضرت آدم نے غلطی سے نہی کی مخالفت کی کہ ایک عارض کیوجہ سے انکو ممانعت کیطرف
التفات نہ ہوا۔ اور معصیت مقصود نہ تھی، مگر چونکہ اُس میں مفسدہ سے بڑھ کر
مصلحت تھی کہ وہ ذریعہ تھی اُن مقاصد کا جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا۔ اس لئے
اُنکی حفاظت نہیں کی گئی۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ ان کو فوراً تنبیہ ہو جاتی اور وہ اس
سے رُک جاتے۔ پس زلاتِ انبیاء کے لئے دو باتیں ضروری ہوئیں، ایک یہ کہ انکو معصیت
مقصود نہ ہو بلکہ اس کا مبنی کوئی غلطی ہو، دوسرے یہ کہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر
مصلحت ہو، لیکن نہ یہ ضرور ہے کہ اس منشأ غلطی کا ہمیں بھی علم ہو، یا وہ ہماری
سمجھ میں آجائے کہ واقعی یہ غلطی منشأ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کو پورے طور پر مبتلیٰ بہ
جانتا ہے اور دوسروں کو اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہمیں
اس کا بھی علم ہو کہ اس میں مصلحت مفسدہ سے بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی اپنے
مصالح کو خوب جانتا ہے۔ یہ تحقیق ہے اس مقام کی اور میں سمجھتا ہوں کہ نہ یہ
اصول شرعی کے مزاحم ہے اور نہ اصول عقلی کے۔ ومع ھٰذا فلا ادعی العصمۃ
فان اصبت فمن اللّٰہ وان اخطات فمنی ومن الشیطان وارجو
من اللّٰہ العفو۔

اب ایک بات یہ رہ گئی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انسان ہونے پر فرشتہ ہونے کو کیوں ترجیح دی؟ سو اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ اس کو بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی جانتے تھے اور ہم کو اس سے مطلع نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کو یہ خیال ہوا ہو کہ فرشتے بہ نسبت انسانوں کے اقرب الی الطاعۃ ہیں اور انسان ان سے ابعد، کیونکہ انسان سے خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کے نافرمانی ہو ہی جاتی ہے، اور فرشتوں میں یہ بات نہیں، اس لئے وہ انسان سے اس بات میں اعلیٰ ہیں۔ پس اگر درحقیقت ایسا ہی ہو تو اب معصیت کی ایک اور نفیس توجیہ ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ اُنھوں نے اُس درخت کو کھانے میں یہ اجتہادی غلطی کی ہو کہ گو اس وقت یہ بظاہر ایک حکم کی مخالفت ہے مگر اس سے ہمیشہ کے لئے معصیت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس لئے اِس میں مفسدہ سے مصلحت بہت بڑھ کر ہے۔ اور شیطان کی دُشمنی کی یہ تاویل کر لی ہو کہ یہ دشمن ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ دشمن کی ہر بات دشمنی ہی پر مبنی ہو، جبکہ اللہ کی قسم کھاتا ہے۔ تو ایسا بھی کیا ہے کہ اللہ کی قسم کھا کر بھی غلط کہے گا۔ الغرض یہ جملہ توجیہات یا اِس قسم کی اور توجیہات محض احتمال ہیں۔ اور حقیقت حال کا علم حق سبحانہ کو ہے یا خود حضرت آدمؑ جانتے تھے جنکو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اور اس قسم کی توجیہ کی تلاش جس سے حضرت آدمؑ بالکل بے قصور؏ ثابت ہوں۔ اس کی کوشش ہے کہ حق تعالیٰ کی سزا کو ظالمانہ قرار دیا جاوے۔ فلیتنبہ۔

اِس استطرادی مضمون کو ختم کر کے ہم پھر تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان نے اُن کو فرشتہ اور خالد ہو جانے کی چاٹ دی اور قسم کھا کر ان کو

---

؏ یعنی خطائے اجتہادی سے بھی منزہ ہوں۔ ۱۲۔ اشرف علی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (مترجم)

اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا۔

## حضرت آدم شیطان کے بہکاوے میں اور اس کا انجام

پس (اس طرح) انکو دھوکے سے (گڑھے میں) گرادیا۔ پس جس وقت اُنھوں نے اُس درخت کو چکھا، اسی وقت اُن کا لباس اُتر گیا اور ان کی شرمگاہیں ان کے سامنے کھُل گئیں۔ اور وہ جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر اپنے اوپر رکھنے لگے۔ (ادھر اِن کی یہ حالت ہوئی) اُدھر (دوسری طرف) حق تعالےٰ نے آواز دی کر (کیوں؟) کیا میں نے تمھیں اِس درخت سے نہ روکا تھا، اور تم سے یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمھارا کھُلا دشمن ہے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝

دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجائیگا۔ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن ہوگے۔ اور تمھارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک۔ فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

## معافی کی درخواست

(اب چونکہ اُن کو اپنی غلطی کا مشاہدہ سے علم ہوگیا اس لئے) اُنھوں نے کہا کہ اے ہمارے

رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا (کہ بہکائے میں آکر آپ کی مخالفت کی، آپ ہمیں معاف کیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے) اور اگر آپ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

**ہبوطِ ارض، کا حکم** (اس کے جواب میں) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم (دونوں اور تیسرا شیطان تینوں) نیچے جاؤ (کیونکہ) تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو (اور جنت دشمنی کی جگہ نہیں ہے۔ زمین میں آپس میں داؤں پیچ چلو اور خوب کُشتی لڑو) اور تمھارے لئے زمین میں ایک وقت (معین) تک رہنا اور (اس سے) فائدہ اُٹھانا (طے شدہ) ہے (اس کے ساتھ یہ بھی) فرمایا کہ تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے۔

ف: یہ واقعہ حضرت آدمؑ کا تھا جس سے تم کو معلوم ہو گیا کہ شیطان نے جس بات کا اللہ تعالیٰ کے سامنے بیڑا اُٹھایا تھا، اُس نے تمھارے باپ آدم کو اس کا نمونہ بھی دکھا دیا اور حضرت آدمؑ نے جو دھوکہ کھایا اس کا خمیازہ بھگتا، بس تم اِن واقعات سے عبرت حاصل کرو، اور شیطان کے مشوروں پر عمل مت کرو۔ (حل القرآن)

**جنت میں قیام و اخراج** جب ابلیس نے سجدہ آدم سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جنت سے نیچے اُتر جا! کیونکہ تجھے یہاں تکبر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو ذلیل و خوار ہے۔ ابلیس نے کہا، مجھے دوبارہ اُٹھائے جانے کے روز تک کی مہلت دی جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تجھے یہ مہلت عطا کی گئی۔ اس پر ابلیس نے کہا اے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لئے میں یقیناً بنی آدم کو صراطِ مستقیم سے بہکانے اور دور کرنے کیلئے اُن کے راستے میں بیٹھ جاؤں گا۔ پھر میں سامنے سے، پیچھے سے، داہنی سمت سے اور بائیں طرف سے (غرض ہر طرف سے) اُن کے پاس پہنچوں گا، یہاں تک کہ آپ اُن کی اکثریت کو

ناشکرا پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے جو تیری پیروی کرے گا وہ تیرا
ساتھی ہوگا۔ اور تم سب (گمراہوں) سے میں جہنم کو بھر دوں گا۔ اس کے بعد ابلیس نے
آدم کو بہکانے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں جو لباس عطا فرمایا
تھا ابلیس نے چاہا کہ وہ اس کو اُتار کر برہنہ ہو جائیں، اس کے لئے اُس نے اُن کے
دل میں وسوسہ اندازی کی اور کہا کہ تمھارے رب نے تمھیں اس درخت کے پھل کھانے
سے اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمھیں ہمیشہ کی زندگی نہ مل جائے
اور خود کو اُن کا ہمدرد ثابت کرنے کیلئے اُس نے اُن کے سامنے اللہ کی قسم بھی کھائی
جس کے نتیجے میں وہ اُس کے فریب میں آگئے۔ اور جونہی اُنھوں نے اُس پھل کو چکھا
اُن کا ستر کھلنا شروع ہوگیا، جس پر شرمندہ ہو کر اُنھوں نے اپنے جسم پر جنت کے
درختوں کے پتّے چسپاں کرنے شروع کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کو آواز دی اور فرمایا، کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے
پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے؟ جس پر
اُن دونوں نے (نادم ہو کر) توبہ کی اور کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے
اب اگر تو نے ہمیں معاف نہیں کیا اور ہم سے رحم کا برتاؤ نہیں کیا تو ہم خسارے میں
رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اب جنت سے نیچے اُتر جاؤ، جہاں تم آپس میں
بعض افراد بعض کے دشمن رہو گے۔ زمین میں کچھ عرصہ تمھارے لئے ٹھکانہ اور زندگی
گزارنے کا موقع فراہم رہے گا۔ اور مزید کہا کہ اسی زمین پر تم زندگی گزاروگے، اسی پر
مروگے۔ اور پھر اسی سے دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے۔ (سیرت انبیاء و حکمت مصطفیٰ)

## ابلیس کے واقعہ سے عبرت و نصیحت

اس سے اکابر اُمت کو جو نصیحت حاصل ہوئی اسکو
صاحب روح المعانی نے بڑے درد و حزن کے

انداز سے نقل فرمایا ہے۔ جسکو حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے "اعترافِ ذنوب" میں نقل فرمایا ہے۔ اسکو یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وہ یہ ہے:۔

| | |
|---|---|
| ثم الظاهر ان كفره | ظاہر تو یہی ہے کہ ابلیس کا منشا اس کا جہل ہوا |
| عن جهل بان استرد سبحانه | جسکی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ علم |
| تعالیٰ منه ما اعاد من العلم | اسکو مرحمت فرمایا تھا جسے وہ چادر بنائے ہوئے |
| الذی کان مرتدیا به حین | تھا، جبکہ فرشتوں کے درمیان طاؤس بن کر |
| کان طاؤس الملئكة و | رہتا تھا، وہ علم اس سے سلب فرمالیا۔ اور قضا |
| اظافیر القضاء اذا حکت | کے ناخن جب گڑائے جاتے ہیں تو زخمی بنادیتے ہیں |
| ادمت وقسی القدر اذا | اور قدر کی کمان جب تیر اندازی کرتی ہے تو بہرا |
| رمت اصمت ؎ | بنادیتی ہے۔ شیطان زبان حال سے کہتا تھا کہ ؎ |
| وكان سراج الوصل ازهر بيننا | وصل کا چراغ ہمارے اور ہمارے محبوب کے درمیان روشن |
| فهبت به الريح من البين فانطفى | تھا کہ اچانک فراق کی ہوا چلی اور وہ بجھ گیا |
| وقيل عناد حمله عليه | ایک قول یہ ہے کہ اس کے کفر کا سبب |
| حب الرياسة والاعجاب | اس کا عناد بنا تھا، جس پر حب جاہ اور جس |
| بما اوتی من النفاسة ولم | شرف سے وہ مشرف تھا اس پر اعجاب نے اس کو |
| يدر المسكين انه لو امتثل | اُبھارا تھا۔ اور مسکین نے یہ بھی نہ جانا کہ اگر |
| ارتفع قدره وسما بين | اللہ تعالےٰ کے حکم کا امتثال کرلیتا تو اسکی قدر |
| الملا الاعلى فخره ولكن ؎ | اور بڑھ جاتی اور عالی مرتبہ ملائکہ میں اس کا شہرہ |
| اذا لم يكن عون من الله للفتى | اور بلند ہو جاتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب کسی شخص |
| فاول مايجنی عليه اجتهاده | کے شامل حال اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہوتی |

تو اول وہ چیز جو اُسکو نقصان پہنچاتی ہے وہ خود اس کا اجتہاد ہوتا ہے (یعنی اس کی فہم ماری جاتی ہے۔

آگے فرماتے ہیں:-

وکم ارقت هٰذه القصه جفونا وارقت من العیون عیونا فان ابلیس کان مدة فی دلال طاعته یختال فی رداء مرافقه ثم صار الی ماتری واجری مابه القلم جری ؎

وکنا ولیلی فی صعود من الهوی
فلمّا توافینا ثبت وزلت

(روح المعانی صـ۲۱۲ ج۱)

اس واقعہ نے نہ جانے کتنی آنکھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نیند ہی کو اڑا دیا، اور ان کیلئے پلک جھپکنے کو حرام کردیا اور نہ معلوم کتنی آنکھیں ہیں جنھوں نے اس قصہ کو سن کر چشمے جاری کردیئے اس لئے کہ شیطان ایک زمانہ تک اپنی طاعت کے غرور و ناز میں تھا اور حق تعالیٰ کے تعلق کی چادر میں اِتراتا پھرتا تھا۔ لیکن اس کے بعد اس کا جو حشر ہوا وہ تم کو معلوم ہی ہے۔ تقدیر کا لکھا سامنے آیا اور وہ اس کا مصداق ہوا کہ ؎ ہم اور لیلیٰ عشق و محبت کے پہاڑ پر چڑھے چلے جا رہے تھے، پس جس وقت کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے ملے ہی تھے کہ میں تو ثابت رہا اور وہ پھسل گئی۔

اِس کے بعد حضرت مصلح الامت رحؒ یوں رقمطراز ہیں کہ:-

ابلیس کا یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہی سب سے پہلا قصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے، اِس لئے اس میں بڑی ہدایت رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندوں نے اِس قصہ سے ہدایت حاصل کی ہے

جیسا کہ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ نہ معلوم کتنی آنکھوں سے اس واقعہ نے نیند کو اڑا دیا، اور نہ معلوم کتنی آنکھوں نے اِس کی وجہ سے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ لیکن یہ سب اُسی وقت تھا جب قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھا پڑھایا جاتا تھا۔ اب ہم لوگ بھی اِن آیات پر سے گزرتے ہیں مگر ذرا قلب میں حرکت نہیں پیدا ہوتی، حالانکہ کبر و عُجب جیسے رذائل کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے کیلئے یہی ایک واقعہ کافی ہے کہ ابلیس عُجب و پندار میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے توبہ و انابت کی تو قصور معاف ہو گیا اور مقبول و محبوب ہو گئے۔ (بلکہ اسی وجہ سے زمین میں اللہ کے خلیفہ قرار پائے) (اعترافِ ذنوب ص۱۱۳)

موقع کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محدّث جلیل حضرت العلامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے ملفوظات مسمّٰی بہ "ملفوظات محدّث کشمیری" جمع فرمودہ حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رح سے "حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی خلافت کی وجہ عبدیت تھی نہ کہ زیادتیٔ علم" اس ملفوظ کو مع عنوان کے ملاحظہ فرمائیں جس کو ہم "اقوالِ سلف" ہی میں حضرت شاہ صاحبؒ کے تذکرہ میں نقل کر چکے ہیں:۔

**خلافتِ آدم علیہ السلام بوجہ عبدیت کے ہے** فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی وجہ علم زیادہ ہونا بتلایا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک چونکہ آدم علیہ السلام کی خلقت ہی میں عبدیت زیادہ تھی بہ نسبت ملائکہ کے، اس لئے وہ خلافت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ کیونکہ خلافت عطا فرمانے کی بات اور اُس پر ملائکہ کی طرف سے عرض و معروض پہلے ہی ہو چکی تھی۔ پھر جب یہ مکالمہ یا مناظرہ ختم ہو چکا تو حق تعالیٰ نے ایک کرشمہ بھی دکھلا دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا فرما کر ظاہر میں حجت بھی قائم فرما دی، یعنی عطائے منصب

خلافت پر ملائکہ نے بنی آدم کے ظاہری احوال سے سَفْكُ دِمَاء اور فساد فی الارض کا اندازہ لگا کر جو بے محل سوال کر دیا تھا، حق تعالیٰ نے صرف "إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" فرمادیا۔ اور فرشتے بھی اپنے بے محل سوال پر نادم ہو گئے۔ پھر بعد کے واقعات نے ظاہر کر دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہر موقع پر جناب باری میں نہایت عاجزی، غایتِ تذلل اور تضرع وابتہال ہی کا اظہار کیا۔ اور کوئی بات بھی بجز عبودیت کے ظاہر نہ فرمائی۔ حالانکہ وہ بھی حجت ودلیل اور سوال وجواب کی راہ اختیار کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسی قوی حجت پیش فرمائی کہ حسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ (ملفوظات محدث کشمیریؒ)

**واقعہ مناظرہ:** تتمیم فائدہ کیلئے اس واقعہ کو مشکوٰۃ شریف سے نقل کرتا ہوں۔

اس واقعۂ مناظرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے پاس مباحثہ فرمایا، پس حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاموش کر دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ

---

؎ **عبادت وعبودیت میں فرق:** فقہ کی کتاب "مراقی الفلاح" حاشیہ نور الایضاح میں ہے کہ لیس اشرف من العبودیۃ فی صفات المخلوقین وھی الرضا بما یفعل الرب والعبادۃ ما یرضیہ والعبودیۃ اقویٰ من العبادۃ لبقائھا فی العقبیٰ بخلاف العبادۃ۔ (مراقی ص ۲۳)

یعنی مخلوق کی صفات میں سب سے اشرف صفت عبودیت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے راضی رہنا ہے۔ اور عبادت وہ فعل ہے جو اللہ کو راضی کر دے اور عبودیت عبادت سے قوی تر ہے۔ اس لئے کہ یہ آخرت میں باقی رہے گی بخلاف عبادت کے۔ (مرتب)

علیہ السلام نے کہا کہ آپ وہی آدم ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنی روح آپ کے اندر پھونکی اور اپنے ملائکہ سے آپ کا سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ پھر آپ نے اپنی خطا و لغزش کی وجہ سے لوگوں کو زمین کی طرف اُتار دیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے لئے چن لیا ہے، اور آپ کو تختیاں عنایت فرمائیں، جن میں ہر شے کے متعلق واضح بیان ہے۔ اور آپ کو راز دار ہونے کی حیثیت سے اپنے قریب کیا۔ پس میری پیدائش سے کتنے پہلے اللہ تعالےٰ نے تورات کو لکھا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس سال۔ تو آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اس میں لکھا ہوا پایا ہے۔ وعصیٰ آدمُ ربّہٗ فغویٰ (اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے)۔ تو موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ ہاں! پھر آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مجھ کو ایسے عمل پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محجوج فرما دیا یعنی خاموش کر دیا۔ (رواہ مسلم) مشکوٰۃ ج ۱ باب الایمان بالقدر (مرتب)

اس کے بعد علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ظاہر ہے کہ یہی دلیل وہ حق تعالیٰ کی جناب میں بھی پیش کر سکتے تھے۔ مگر وہاں ایک حرف بھی بطور عذر گناہ نہیں کہا، بلکہ اس کے برخلاف اپنے قصور کا اعتراف فرما کر مدت دراز تک توبہ و استغفار، عجز و نیاز اور گریہ زاری میں مصروف رہے میرے نزدیک یہی عبودیت اور سراپا طاعت و نیازمندی کا وہ مقام تھا جس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام خصوصی فضیلت و خلافت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

**ف** : اور شاید خطا کا صدور اسی لئے ہوا ہو کہ مزید شکستگی و عبدیت اور فنائیت نصیب ہو جائے، تاکہ خلافتِ الٰہیہ کے لائق ہو جائیں۔ (مرتب)

پھر اس کے بعد جو حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وصفِ علم کو اس موقع پر نمایاں کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اُن کا وصف ظاہر تھا جسکو سب معلوم کر سکتے تھے، اس لئے کہ وہ مدارِ فضیلت تھا۔ بخلاف عبودیت کے کہ وہ مستور و پوشیدہ وصف تھا جس کو معلوم کرنا دشوار تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے اِس قصہ سے پندرہ[⁵] اصول دین کے نکالے ہیں، اور وہی اسلام کی اساس و بنیاد ہیں۔

**ف** : مگر جو جواب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے غایتِ ادب کی بنا پر نہ دیا، بلکہ اپنے ظلم و ذنب کا اعتراف فرمایا۔ اس لئے کہ اگر وہ یہ کہتے کہ آپ نے تقدیر میں لکھ دیا تھا اس لئے یہ گناہ سرزد ہوا، تو یہ غایتِ بے ادبی ہوتی، پھر اُن کو قطعاً قبولیت حاصل نہ ہوتی۔

اسی طرح کا تسلی بخش مضمون علامہ شعرانیؒ نے "الیواقیت والجواہر" میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن موقف میں سوال و جواب کے وقت اللہ تعالیٰ سے شدتِ حیا و خجالت کی بنا پر گنہگاروں کے چہروں سے گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی تسلی و تانیس کے لئے فرمائیں گے کہ اے میرے مومن بندو! جو گناہ بھی دنیا میں تم سے سرزد ہوئے ہیں وہ میری قضا و قدر ہی سے ہوئے ہیں، اس لئے پریشان نہ ہو۔ جس سے بندے کو غایت درجہ اُنس حاصل

---

[⁵] کاش کہ وہ اصول دستیاب ہو جاتے تو علم کا ایک وسیع باب ہاتھ آجاتا۔ (مرتب)

ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا اپنے مومن بندوں پر کس قدر عظیم فضل واحسان ہوگا جس کا آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوئی بندہ ہی از خود یہ بات کہہ دیتا کہ اے رب! یہ گناہ بہت پہلے میرے حق میں آپ نے لکھ دیا تھا اس لئے یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا، تو یہ اُسکی اللہ کے جناب میں سخت گستاخی و بے ادبی شمار ہوتی اور وہ قبولیت سے بہت دور ہو جاتا۔ فالعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(ماخوذ از الیواقیت والجواہر صفحہ ۱۴۸/۲)

اب دل تقاضا ہے کہ عبدیت وبندگی، عجز و فروتنی کے اس اہم مضمون کو حضرت سعدی شیرازیؒ کے اِن اشعار پر تمام کروں ؎

سخن ماند از عاقلاں یادگار — زسعدی ہمیں یک سخن یاد دار

گنہ گار اندیشہ ناک از خدائے — بہ از پارسائے عبادت نمائے

یعنی دستور ہے کہ عقلمندوں کی بات یاد رکھی جاتی ہے۔ تو سعدی کی صرف ایک ہی بات یاد رکھ، وہ یہ کہ اللہ کا خوف رکھنے والا گنہگار عبادت کی نمائش کرنے والے پارسا سے بہتر ہے۔

رہ این است سعدی کہ مردانِ راہ — بعزت نکردند در خود نگاہ

ازیں بر ملائک شرف داشتند — کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

یعنی اے سعدی راستہ تو یہی ہے کہ اللہ کی راہ طے کرنیوالے اپنے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اسوجہ سے فرشتوں سے بزرگی میں سبقت لے گئے کہ اپنے کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھا۔

یہ اشعار مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کو جو سراپا عجز و نیاز، تواضع و انکسار، نیستی و فروتنی تھے بہت پسند تھے، جنکو اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اعترافِ ذنوب" میں نقل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس باطنی کیف وحال سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین!

(مرتب)

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی امتیازی صفت عبدیت تھی

اس کے بعد محدّث کبیر حضرت شاہ کشمیری رحؒ کے چند ملفوظات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کے سلسلہ میں مذکور ہیں وہ مناسب مقام ہونے کی وجہ سے درج ذیل ہیں:

فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب میں سب سے بڑا لقب "عبدہٗ" ہے اور عارفین نے سب سے بڑا مقام عبدیت ہی بتلایا ہے۔

حضرات علماء اسلام کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالےٰ کے ساتھ تواضع کی تو دولتِ معراج حاصل ہوئی۔ اسی لئے واقعۂ اسراء میں "عبد" کے لفظ سے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی تو دولتِ شفاعت پائی۔ واللہ اعلم۔

امام رازی نے اپنے والد ماجد سے نقل فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم سلیمان انصاری کو یہ کہتے سنا کہ شبِ معراج میں حق تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سا لقب و وصف سب سے زیادہ پسند ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا " وصفِ عبدیت" (آپ کا بندہ ہونا)۔ اس لئے سورۂ اسراء میں آپ کا یہی پسند کردہ لقب نازل ہوا۔ بحوالہ سیرۃ المصطفےٰ ج۳ ص۳۱۳ (ملفوظات محدّث کشمیری رحؒ ص۱۷۱)

**ف**: اسی لئے صوفیہ کرام جو صحیح معنی میں انبیاء کے باطنی احوال و مقامات کے وارث ہیں وہ فروتنی و شکستگی کی ان الفاظ میں تعریف فرماتے ہیں:۔ معصیۃ اورثت ذلًا وانکسارًا خیر من طاعۃ اورثت عزًا واستکبارًا (حاشیہ ترصیع الجواہر المکیہ ص۶۶)

(یعنی جو معصیت انسان کے اندر ذلت و انکسار پیدا کرے وہ اُس طاعت سے بہتر ہے جو کبر و نخوت کا سبب بنے۔ (مرتب)

## استحقاقِ خلافت کے اوصاف

حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اس قصہ آدم علیہ السلام پر برابر کلام فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پہلا قصہ سیدنا آدم علیہ السّلام اور ابلیس کا ذکر فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں کیسی کیسی حکمت و مصلحت کی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ خاص طور پر مسئلہ خلافت کو خوب ہی خوب واشگاف فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کن اسباب کی بنا پر مقبول و محبوب بارگاہ ہوئے، اور شیطان کن صفات کی بنا پر راندہ درگاہ ہوا۔ اس کا مختصراً ذکر یہ حقیر یوں لکھ رہا ہے۔

**حاصل کلام یہ ہے** کہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے استحقاق کے لئے صحیح علم و عمل کے علاوہ قلب میں شکستگی اور عبدیت کی صفات کا ہونا بھی ضروری ہے! اس لئے کہ اگر پہلے ہی سے عُجب و پندار اور غرور و انانیت ہوگی تو عین ممکن ہے کہ خلافت ملنے کے بعد "کریلا نیم چڑھا" کا مصداق ہو جائے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

اوچو بیند خلق را سرمست خویش     از تکبر می رود از دست خویش

(یعنی جب ناقص آدمی مخلوق کو اپنا شیدا پاتا ہے تو تکبر سے اپنے ہاتھ سے نکل جاتا ہے)

چنانچہ ابلیس کا یہی حال ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کی تعلیم کے منصب پر فائز ہوا تو بقول مولانا روم ؏ منصب تعلیم نوعے شہوت است

اس منصب کے ملنے پر اُس کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا اور آپے میں نہ رہا، جسکی وجہ سے جس ذات پاک عالی شان نے اُسے اِس منصب سے نوازا تھا اسی سے اکڑنے لگا، بلکہ اُن کے مقابلہ میں آگیا۔

بخلاف آدم علیہ السلام کے کہ پہلے ہی سے سراپا اطاعت و فرمانبرداری تھے پھر خطا اجتہادی کے بعد مزید شکستگی، فروتنی اور عبدیت سے متصف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے اصول "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" کی رو سے مزید قرب و قبول سے نوازے گئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

چنانچہ اسی طریق پر جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور سب سے آخر میں سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے۔ اور جملہ صحابہؓ اور پوری امت کو اسی کی تعلیم دی جیسا کہ آپ کی سیرت سے بالکل عیاں ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کے بعد علمائے ربانیین و صوفیہ صافیہ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا کہ اپنے مریدین و مسترشدین کو نخوت اور نفس کی رعونت سے اجتناب کرنے اور فنا و نیستی اور عبودیت کو اختیار کرنے کی تعلیم دی۔

چنانچہ صاحب "ترصیع الجواہر المکیہ" فرماتے ہیں کہ:۔

ان حضرات اہل اللہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تو بس اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خالص بندگی اور عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کا کہنا ہی یہ ہے کہ وہ عبودیت جس میں استقامت ہو وہ ہزاروں ہزار کشف و کرامت سے بڑھ کر ہے۔

جانو کہ کرامت فی نفسہ بہت عظیم الشان چیز ہے۔ باقی مذموم جو شے ہے وہ اس کا طلب کرنا ہے اور اسکی تمنا کرنا اور اسکی جانب نفس کا مائل ہونا ہے۔ یہ سب خواہشات نفسانی ہیں جو کہ اس عبودیت کے منافی ہیں جو مقام قرب میں داخل ہونے کی شرائط میں سے ہے۔ اس بات کو جس قدر سمجھ لوگے سلامتی کے ساتھ رہوگے۔ (ترصیع الجواہر المکیہ صفحہ ۲۵۴) (مرتب)

# ہابیل و قابیل

حضرت آدم و حوا (علیہما السلام) جب جنت سے نکل آئے تو کافی عرصہ ایک دوسرے سے جُدا رہے۔ حضرت آدمؑ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان یا سری لنکا یا جزائر سراندیپ میں کہیں اُترے، اور حضرت حوّا جدّہ میں اُتریں۔ یہ ممکن ہے کہ اُس وقت ہندوستان اور جزیرۂ عرب کے درمیان سمندر حائل نہ ہو اور سری لنکا اور جزائر سراندیپ ہندوستان سے جڑے ہوئے ہوں۔ جدہ کے نام کے بارے میں یہ ہے کہ یہ لفظ ج کے زبر، زیر اور پیش (فتحہ، کسرہ اور ضمہ) تینوں طرح سے بولا گیا ہے۔ زبر (فتحہ) کے ساتھ جَدّہ (دادی) کا شہر کہا گیا۔ بعض صحیح روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی پہلی ملاقات کوہِ عرفات پر ہوئی۔ اور لفظ عرفہ یا عرفات کی ایک وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اسی پہاڑ پر ان دونوں کا تعارف ہوا تھا۔ اور جب دونوں کی ملاقات ہو گئی تو توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں سدّی کے حوالہ سے سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہؓ سے مروی ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حوّاؑ کے اکثر جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے جنمیں لڑکا لڑکی ہوتے تھے۔ ایک بطن کے لڑکے کا دوسرے بطن کی لڑکی سے نکاح کر دیا جاتا تھا۔ اُنہی بچوں میں دو بھائی ہابیل اور قابیل بھی تھے۔ قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹا۔ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی زیادہ خوبصورت تھی اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کم خوبصورت۔ قابیل نے چاہا کہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے خود شادی کرے، اِس کے لیے ہابیل کا وجود اُسے ناگوار گزرنے لگا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اِس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے دونوں بھائیوں سے کہا کہ دونوں اللہ کے حضور نذر و نیاز پیش کریں، جس کی نذر اللہ تعالےٰ قبول کرلے وہی اس لڑکی سے شادی کرے گا۔ بالآخر اللہ تعالےٰ نے ہابیل کی نذر قبول کرلی، جس کا پتہ اس طرح چلا کہ پہاڑ پر رکھی ہوئی دونوں کی نذروں سے ہابیل کی نذر جو قربان کیا ہوا دُنبہ تھی اُسے غیبی آگ نے جلا دیا، اور قابیل کی نذر جو غلّہ کی شکل میں تھی جوں کی توں رکھی رہی۔ اِس واقعہ سے قابیل مزید غصہ میں آگیا اور اُس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ ہر حال میں مطلوبہ لڑکی سے شادی کرکے رہے گا، چاہے اُسے ہابیل کو قتل کرنا پڑ جائے اس نے ہابیل کو قتل کی دھمکی دی، مگر ہابیل نے کہا کہ تجھ پر میرے خون کا وبال پڑے گا اور تو اس ظلم کی پاداش میں ہمیشہ دوزخ میں جلے گا۔ اگر تو نے مجھ پر دست درازی کی تو میں جواباً تجھ پر دست درازی کرکے تجھے قتل نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں اللہ تعالےٰ کے غضب سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ متقی لوگوں کی نذر قبول کرتا ہے، غیر متقی کی قبول نہیں کرتا۔

بہرحال ایک روز قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا۔ لیکن چونکہ وہ پہلی موت تھی اسے پتہ نہیں تھا کہ لاش کے ساتھ کیا معاملہ کرے، درندوں کے خوف سے وہ لاش اُٹھائے ایک عرصہ تک حیران و سرگرداں پھرتا رہا۔ بالآخر اللہ تعالےٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جس نے اُس کے سامنے چونچ سے گڑھا کھود کر ایک مردہ کوّے کو دفن کیا تو قابیل نے اپنے اوپر افسوس کیا کہ میں اس حقیر کوّے سے بھی گیا گزرا ہوگیا کہ میری سمجھ میں دفن کا طریقہ نہ آیا۔ پھر قابیل نے بھی اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو گڑھا کھود کر دفنا دیا۔

اللہ تعالےٰ نے (سورہ المائدہ آیات ۲۷ تا ۳۱ میں) اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت آدمؑ نے دو بیٹے کہہ کر مذکورہ تفصیل بتائی ہے، اُن کے نام نہیں بتائے۔ ہابیل

اور قابیل نام تورات اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ دنیا میں جو بھی قتل ہوتا ہے حضرت آدمؑ کے پہلے بیٹے (قابیل) کی گردن پر بھی اس کا گناہ پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ظالمانہ قتل کی شروعات کی اور ایک بُرے طریقہ کا آغاز کیا۔

**ف** : اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء و مشائخ زادوں کی کیا حقیقت ہے جبکہ انبیاء زادے بھی اگر اپنی اصلاح اخلاق و نفوس کا تزکیہ نہ کریں گے تو ان سے بھی کبائر تک کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہمارے مشائخ کرام و صوفیہ صافیہ تزکیۂ نفوس کے لئے قوت غضبیہ و قوت شہویہ کو شریعت کے مطابق اعتدال پر لانے کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ (مرتب)

عبدالوہاب نجار مصری نے "قصص الانبیاء" میں اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے "قصص القرآن" میں بیان کیا ہے کہ دمشق کے شمال میں جبل قاسیون پر ایک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے جو مقتل ہابیل کے نام سے مشہور ہے۔ اور ابن عساکر نے احمد بن کثیر کے تذکرہ میں اُن کا ایک خواب نقل کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپؐ کے ساتھ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور ہابیل بھی تھے۔ ہابیل نے قسم کھا کر کہا کہ میرا مقتل یہی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے قول کی تصدیق فرمائی۔ (بہرحال یہ ایک خواب ہے جس کی کوئی مستند شرعی حیثیت نہیں) (سیر انبیاء و حکمت مصطفےٰ مولفہ مولانا خلیل الرحمٰن راز)

## قصۂ آدمؑ میں چند اہم عبرتیں

یوں تو حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں بے شمار پند و نصائح اور اہم مسائل کا

ذخیرہ موجود ہے اور اُن کا احاطہ اِس مقام پر ناممکن، تاہم چند اہم عبرتوں کی جانب اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے :-

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے بھید بے شمار اور اَن گنت ہیں، اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہستی بھی خواہ وہ کتنی ہی مقربینِ بارگاہِ الٰہی میں سے کیوں نہ ہو ان تمام بھیدوں پر واقف ہو جائے۔ اسی لئے ملائکۃ اللہ انتہائی مقرب ہونے کے باوجود خلافتِ آدمؑ کی حکمت سے آشنا نہ ہو سکے، اور جب تک معاملہ کی پوری حقیقت سامنے نہ آ گئی وہ حیرت ہی میں غرق رہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت و توجہ اگر کسی حقیر شے کی جانب بھی ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑے مرتبہ اور جلیل القدر منصب پر فائز ہو سکتی ہے اور خلعتِ شرف و مجد سے نوازی جا سکتی ہے۔ ایک مشتِ خاک کو دیکھئے اور پھر "خلیفۃ اللہ" کے منصب پر نظر ڈالئے اور پھر اس کے منصبِ نبوت و رسالت کو ملاحظہ فرمائیے، مگر اُسکی توجہ کا فیضان بخت و اتفاق کی بدولت یا خالی از حکمت نہیں ہوتا، بلکہ اُس شے کی استعداد کے مناسب بے نظیر حکمتوں اور مصلحتوں کے نظام سے منظم ہوتا ہے۔

۳۔ انسان کو اگرچہ ہمہ قسم کا شرف عطا ہوا اور ہر طرح کی جلالت و بزرگی نصیب ہوئی تاہم اُسکی خِلقی اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہی اور بشریت و انسانیت کا وہ نقص پھر بھی باقی رہا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت آدمؑ پر باایں جلالت قدر و منصبِ عظیم نسیان طاری کر دیا اور وہ ابلیس کے وسوسہ سے متأثر ہو گئے۔

۴۔ خطاکار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت و توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے بابِ رحمت بند نہیں ہے اور اُس درگاہ تک رسائی میں ناامیدی کی تاریک گھاٹی نہیں پڑتی، البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے اور جس طرح حضرت آدم (علیہ السلام)

کے نسیان ولغزش کا عفو اسی دامن سے وابستہ ہے، اسی طرح انکی تمام نسل کے لئے بھی عفو ورحمتِ عالم کا دامن وسیع ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر ۶)

کہہ دے، اے میرے وہ بندو، جو اپنے نفسوں کے بارے میں حد سے گزر گئے ہو (گناہ کرکے نفسوں پر ظلم کیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہوں کو بخش دینے والا رحم کرنے والا ہے۔

۵۔ بارگاہِ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کردیتی اور ابدی ذلت وخسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اسکی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہِ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کیوجہ سے ہوا وہ بلاشبہ سرمایۂ صد ہزار عبرت ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ۔ (قصص القرآن)

# حضرت سیّدنا ادریس علیہ السلام

قرآن پاک میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے۔ سورہ مریم اور سورہ انبیاء میں۔ سورۂ مریم میں ارشاد ہے:۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ — اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے
اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ — بیشک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

حاشیہ قوله مكانا عليا یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچایا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور اب تک زندہ ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر لے جاکر روح قبض کرلی گئی۔ اُن کے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسرین نے نقل کی ہیں۔ ابن کثیرؒ نے ان پر تنقید کی ہے واللہ اعلم (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اور سورۂ انبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (انبیاء) — اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے۔ سب ثابت قدم رہنے والوں میں تھے۔

آپ کے دور کے اہم واقعات کو بغرض اختصار حذف کرتے ہوئے آپ کی چند خصوصیات و نصائح کو نقل کرنے پر ہم اکتفا کرتے ہیں:۔

## علم و حکمت کی تعلیمات میں آپکی خصوصیات

حضرت ادریس علیہ السلام نے دینِ الٰہی کے پیغام کے علاوہ سیاستِ مُدن

شہری زندگی اور بود و باش کے متمدن طریقوں کی بھی تعلیم و تلقین کی۔ اور اس کے لئے اُنھوں نے ہر ایک فرقہ و جماعت سے طلبہ جمع کئے اور اُن کو مدنی سیاست اور اُس کے اصول و قواعد سکھائے، جب یہ طلبہ کامل اور ماہر بن کر اپنے قبائل کی طرف لوٹے تو اُنھوں نے شہر اور بستیاں آباد کیں جن کو مدنی اصول پر بسایا۔ ان شہروں کی تعداد کم و بیش دو سو کے قریب تھی، جن میں سب سے چھوٹا شہر رہا تھا۔ حضرت ادریس نے اُن طلبہ کو دوسرے علوم کی بھی تعلیم دی، جن میں علم حکمت اور علم نجوم جیسے علوم بھی شامل ہیں۔

حضرت ادریس پہلی ہستی ہیں جنھوں نے علم حکمت و نجوم کی ابتدا کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے ان کو افلاک اور اُن کی ترکیب، کواکب اور اُن کے اجتماع و افتراق کے نکات اور اُن کے باہم کشش کے رموز و اسرار کی تعلیم دی۔ اور اُن کو علم عدد و حساب کا عالم بنایا۔ اور اگر اس پیغمبر خدا کے ذریعہ ان علوم کا انکشاف نہ ہوتا تو انسانی طبائع کی وہاں تک رسائی ناممکن تھی۔ اُنھوں نے مختلف گروہوں اور اُمتوں کے لئے اُن کے مناسب حال قوانین اور قواعد مقرر فرمائے اور اقطاع عالم کو چار حصوں پر منقسم کر کے ہر رُبع کے لئے ایک حاکم مقرر کیا، جو اُس حصۂ زمین کی سیاست و ملوکیت کا ذمہ دار قرار پایا۔ اور اُن چاروں کے لئے ضروری قرار پایا کہ تمام قوانین سے مقدم شریعت کا وہ قانون رہے گا جس کی تعلیم وحیٔ الٰہی کے لئے میں نے تم کو دی ہے۔ اِس سلسلہ کے سب سے پہلے چار بادشاہوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ایلاوس (بمعنی رحیم) ۲۔ زوس۔ ۳۔ اسقلیبوس، ۴۔ زوس امون یا ایلاوس امون بسیلوس۔

## حضرت ادریسؑ کی تعلیم کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُسکی توحید پر ایمان لانا، صرف خالق کائنات کی پرستش کرنا، آخرت کے عذاب سے رُستگاری کے لئے اعمال صالحہ کو ڈھال بنانا، دنیا سے بے التفاتی اور تمام امور میں عدل و انصاف کو پیش نظر رکھنا اور مقررہ طریقہ پر عبادتِ الٰہی کرنا، طہارت و نظافت سے رہنا، ایام بیض کے روزے رکھنا، دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، خصوصیت کے ساتھ خبائث، کتے اور سور سے اجتناب کرنا، ہر نشہ آور شے سے پرہیز کرنا۔ اُنکی تعلیم کا لب لباب تھا

اُنھوں نے اپنے پیروؤں کے لئے بحکم الٰہی سال میں چند دن عید کے مقرر فرمائے اور چند مخصوص اوقات میں نذر اور قربانی دینا فرض قرار دیا۔ اُن میں سے بعض رویت ہلال پر ادا کی جاتی تھیں اور بعض اُس وقت جبکہ سورج کسی بُرج میں داخل ہونے لگا ہو اور بعض جبکہ سیارے اپنے بیوت و برج شرف میں داخل ہوں اور بعض سیارے بعض سیاروں کے مقابل آجائیں۔

## حضرت ادریس کی شکل و صورت اور آپ کی انگوٹھی کا نقش

حضرت ادریسؑ کا حلیہ یہ ہے گندم گوں رنگ، پورا قد و قامت، سر پر بال کم، خوبصورت و خوبرو، گھنی ڈاڑھی، رنگ و روپ اور چہرہ کے خطوط میں ملاحت، مضبوط بازو، چوڑے مونڈھے، مضبوط ہڈی، دُبلے پتلے، سُرگیں چمکدار آنکھیں، گفتگو باوقار، خاموشی پسند، سنجیدہ اور متین، چلتے ہوئے نیچی نظر، انتہائی فکر و خوض کے عادی، غصہ کے وقت سخت غضبناک باتیں کرنے میں شہادت کی اُنگلی سے بار بار اشارہ کے عادی۔ حضرت ادریسؑ نے بیاسی ۸۲ سال کی عمر پائی۔

اُن کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی :۔

| | |
|---|---|
| الصَّبرُ مَعَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ | اللہ پر ایمان کے ساتھ صبر |
| یُوْرِثُ الظَّفَرَ | فتح مندی کا باعث ہے۔ |

اور کمر سے باندھنے والے پٹکہ پر یہ تحریر تھا :۔

| | |
|---|---|
| الاعیاد فی حفظ الفروض | حقیقی عیدیں اللہ کے فرائض کی حفاظت میں پوشیدہ |
| والشریعة من تمام الدّین | ہیں اور دین کا کمال شریعت سے وابستہ ہے اور مروّت |
| وتمام الدّین کمال المروّة | میں کمال دین کی تکمیل ہے۔ |

اور نمازِ جنازہ کے وقت جو پٹکہ باندھتے اُس پر حسب ذیل جُملے ثبت ہوتے۔

| | |
|---|---|
| السّعیدُ من نظر لنفسه | سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی |
| وشفاعته عند ربّه | کرے۔ اور پروردگار کے سامنے انسان کے شفیع |
| الاعمال الصّالحة۔ | اُس کے اپنے نیک اعمال ہیں |

## حضرت ادریسؑ کے پند و نصائح

حضرت ادریسؑ کے بہت سے پند و نصائح اور آداب و اخلاق کے جملے مشہور ہیں جو مختلف زبانوں میں ضرب المثل اور رموز و اسرار کی طرح مستعمل ہیں

## حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام کے بصیرت افروز دس نصائح

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بیکراں نعمتوں کا شکر انسانی طاقت سے باہر ہے۔

۲۔ جو شخص علم میں کمال اور عمل صالح کا خواہشمند ہو، تو اُس کو جہالت کے اسباب اور بدکرداری کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر فن مولا کاریگر اگر

پھر سینے کا ارادہ کرتا ہے تو سوئی ہاتھ میں لیتا ہے نہ کہ برما۔ ہر وقت یہ پیش نظر رہے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں      ایں خیال است و محال است و جنوں

۳۔ دُنیا کی بھلائی "حسرت" ہے اور برائی "ندامت"۔

۴۔ اللہ تعالےٰ کی یاد اور عمل صالح کے لئے خلوصِ نیت شرط ہے۔

۵۔ نہ جھوٹی قسمیں کھاؤ، نہ اللہ تعالےٰ کے نام کو قسموں کے لئے تختۂ مشق بناؤ اور نہ جھوٹوں کو قسمیں کھانے پر آمادہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تم بھی شریکِ گناہ ہو جاؤ گے۔

۶۔ ذلیل پیشوں کو اختیار نہ کرو (جیسے سینگی لگانا، جانوروں کے جفتی کرانے پر اُجرت لینا۔ وغیرہ)۔

۷۔ اپنے بادشاہوں کی (جو کہ پیغمبر کی جانب سے احکامِ شریعت کے نفاذ کیلئے مقرر کئے جاتے ہیں) اطاعت کرو۔ اور اپنے بڑوں کے سامنے پست رہو۔ اور ہر وقت حمدِ الٰہی میں اپنی زبان کو تر رکھو۔

۸۔ حکمت روح کی زندگی ہے۔

۹۔ دوسروں کی خوش عیشی پر حسد نہ کرو۔ اِس لئے کہ ان کی یہ مسرور زندگی چند روزہ ہے۔

۱۰۔ جو شخص ضروریاتِ زندگی سے زیادہ کا طالب ہو وہ کبھی قانع نہ رہا۔

**ف:** سبحان اللہ، کیا خوب نصائح ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

# حضرت سیدنا نوح علیہ السلام

قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ اجمالاً وتفصیلاً تینتالیس جگہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ نوح میں ارشاد باری تعالےٰ ہے :۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

ہم نے نوح کو انکی قوم کے پاس بھیجا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ، قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔ انھوں نے کہا، اے میری قوم! میں تمھارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اور صحیح مسلم باب شفاعت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک طویل حدیث ہے، اس میں یہ تصریح ہے :۔ یَا نُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الْاَرْضِ۔ (یعنی اے نوح! تو زمین میں سب سے پہلا رسول بنایا گیا ہے)۔ (قصص القرآن)

## آپ کی تعلیمات اور قوم کے حالات

حضرت آدمؑ اور حضرت ادریسؑ کے بعد جب انسانی سماج میں فکری اور روحانی اضمحلال آیا، انحراف اور گمراہی بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ قانونِ الٰہی کے تحت کسی رسول کی بعثت کا وقت آگیا، جیساکہ سورۂ نوح میں بتایا گیا ہے حضرت نوحؑ کی قوم بُت پرستی اور کبر وغرور کا زبردست شکار ہوگئی تھی، وہ رسول کی بات تک سننا گوارا نہیں کرتی تھی۔ حضرت نوحؑ انھیں سمجھاتے تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے، اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانپ لیتے۔

حضرت نوحؑ نے انھیں خفیہ طور پر الگ الگ خاموشی سے بھی سمجھایا

اور علی الاعلان بلند آواز سے بھی نصیحت فرمائی، اُنھوں نے انھیں بتایا کہ اللہ کائنات کا اور تمھارا خالق و مالک و رازق و معبود ہے۔ اُس نے تمھارے لئے کتنی نعمتیں مہیا کی ہیں اور تم اس سے روگردانی کر کے بتوں کو پوجتے ہو، اللہ کا کوئی وقار اور وزن تمھاری نظر میں نہیں، جبکہ اللہ غفور و رحیم ہے۔ مگر قوم اپنی گمراہی اور شرک و بُت پرستی میں اتنی مست و مخمور تھی کہ اُس نے حضرت نوحؑ کی دعوت کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دی۔ بلکہ اپنے بتوں کی حفاظت کی دہائی دینے لگے سوائے معدودے مختصر افراد کے جن کی تعداد چالیس سے اَسّی تک بتائی گئی ہے۔ قوم کے سردار اور بڑے لوگ حضرت نوحؑ سے کہتے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی پیروی کرنے والے لوگ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ میں بالعموم ذلیل اور رذیل شمار کیے جاتے ہیں، اُن لوگوں کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ پہلے آپ اُنھیں اپنے یہاں سے دھتکار کر نکال دیں، پھر ہم سے بات کریں۔

حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں کس بنیاد پر اُن لوگوں کو اپنے پاس سے بھگادوں وہ تو اللہ ربّ العزت کی وحدانیت پر ایمان لائے ہیں۔ آخر جب ایک طویل عرصہ تک حضرت نوح علیہ السلام اُنھیں سمجھاتے رہے، اور وہ جواباً انکار و جحود کی روش پر قائم رہے اور اپنے بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کی دُہائی دیتے رہے اور کہا کہ ہم اُنھیں نہیں چھوڑ سکتے۔ حضرت نوحؑ نے اُنھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ تو کہنے لگے اے نوح! تو ہم سے برابر جھگڑتا رہتا ہے۔ اب تیرا بحث مباحثہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ تو جس عذاب کی تو دھمکی دیتا ہے اُس کو لے آ۔ اور جھگڑا ختم کر۔

تب حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں اُن کے لئے بددعا فرمائی جس کو

سورہ نوح میں تفصیل سے بتایا گیا ہے:۔

حضرت نوحؑ نے کہا اے رب! اس قوم نے میری مسلسل نافرمانی کی ہے اور اُن لوگوں کو اپنا رہنما بنایا ہے جنھوں نے انھیں مال اور اولاد میں خسارے کا سبق سکھایا اور انھوں نے انتہائی گھناؤنی مکر و سازش کی روش کو اپنایا ہے۔ یہ آپس میں کہتے ہیں کہ تم اپنے خداؤں یعنی بتوں کو مت چھوڑو، خصوصاً ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو۔ یہ لوگ بہت زیادہ گمراہی پھیلا چکے ہیں اور ظالموں کا ظلم گمراہی میں اضافہ کا ہی سبب ہوتا ہے۔

حضرت نوحؑ نے مزید کہا۔ اے پروردگار! زمین پر کوئی بسنے والا زندہ مت چھوڑ۔ کیونکہ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو یہ آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں کو بھی گمراہ کریں گے، اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی فاسق و فاجر اور کافر ہوگی اے رب! میری، میرے والدین کی، میرے گھر میں ایمان کے ساتھ پناہ لینے والے کی، اور جو بھی مرد و عورت مومن ہو، ان سب کی مغفرت فرما، اور ظالموں کی تباہی و ہلاکت میں مسلسل زیادتی فرما۔ (نوح ۲۱ تا ۲۸)

آخر بارگاہِ رب العزت میں حضرت نوحؑ کی مذکورہ بالا دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے نوح! اب مزید کوئی شخص تمہاری دعوت پر لبیک کہنے والا نہیں ہے۔ جتنے افراد مسلمان ہو چکے انھیں ساتھ لے کر ایک کشتی بنانے کا بندوبست کرو۔ کیونکہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا اور یہ غرق کر دیئے جائیں گے۔

آپ اپنے ساتھ حیوانات اور طیور وغیرہ کے دو دو جوڑے (قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (هود) سوار کرلیں اور اپنے اہل بیت

اور دیگر مومن حضرات کو ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ اور اُن کے پیروکار اللہ تعالےٰ کی ہدایت کی روشنی میں کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے گمراہ لوگ جب اُنھیں کشتی بناتے ہوئے دیکھتے تو اُن کا مذاق اُڑاتے اور کہتے کہ کیا یہ کشتی خشکی پر چلے گی؟ بالآخر اللہ تعالےٰ کے عذاب کا یوم موعود آگیا اور زمین کی تہوں سے پانی اُبلنا شروع ہو گیا پھر آسمان سے پانی برسنے لگا۔ عذاب کا یہ سلسلہ بعض اسرائیلی روایات کے مطابق چالیس روز تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنے پانی کو نگل لے اور آسمان سے فرمایا کہ برسنا بند کر اور کھل جا۔ اس طرح پانی رفتہ رفتہ کم ہوا تو کشتی نیچے آئی اور جودی پہاڑ پر رُک گئی۔ وہ جس پہاڑ پر اُتری اُس سلسلۂ کوہ کو تورات میں اراراط کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ تورات کے شارحین کا یہ خیال ہے کہ جودی اُس سلسلۂ کوہ کا نام ہے جو اراراط اور جیورجیا کے پہاڑی سلسلوں کو باہم ملاتا ہے۔

## کنعان پسرِ نوح

جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ اور دیگر مومنوں کو کشتی میں سوار کرایا اُس وقت کنعان نامی اُن کا فرزند اُس میں سوار نہیں ہوا۔ حضرت نوحؑ نے اسے سمجھایا اور کشتی میں سوار ہونے کے لئے کہا اور بتایا کہ آج صرف اُسی کو پناہ ملے گی جو اللہ تعالےٰ کی پناہ میں آجائے گا، ورنہ کہیں امان نہیں ہوگی۔ کنعان بھی اپنے والد کی دعوت پر ایمان نہیں لایا تھا، اُس نے کہا یہ سامنے پہاڑ ہے، میں اسکی چوٹی پر پہنچ کر بچ جاؤں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے فرزند کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے درخواست

کی کہ تونے میرے اہل خانہ کو بچانے کا وعدہ کیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت تنبیہ ہوئی اور کہا گیا کہ اُس کے اعمال اچھے نہیں ہیں اس لئے یہ آپ کا اہل خاندان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اللہ کی وعید سُن کر حضرت نوح لرز گئے اور کہا کہ اے میرے رب! میری اِس غلطی کو معاف فرما، اور تجھ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس چیز کا سوال کروں جس کی حقیقت کا مجھے علم نہ ہو اگر تیری رحمت و بخشش میرے شامل حال نہیں ہوگی تو میں سخت خسارے کا شکار ہو جاؤں گا۔ حضرت نوحؑ کی اِس توبہ و استغفار کو اللہ تعالےٰ نے شرفِ قبولیت بخشا اور فرمایا کہ اے نوح! کشتی سے اُتر جاؤ، ہماری طرف سے تم پر سلامتی اور برکتیں ہوں، تم پر اور اُن قوموں پر جو تمھارے ساتھ سفر کرنے والوں کی نسل سے پیدا ہوں گی۔ ان میں کچھ قومیں وہ بھی ہوں گی جو کچھ عرصہ عیش و آرام سے زندگی گزاریں گی اور پھر (اپنے اعمالِ بد کی پاداش میں) ہمارے عذاب کی مستحق ہونگی

(ملاحظہ ہو سورۂ ہود آیات ۲۵ تا ۴۸)

کنعان کے علاوہ حضرت نوحؑ کے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں؛ سام، حام، اور یافث۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:۔ ہزار برس، ساڑھے نو سو برس اور چودہ سو برس۔ قرآن میں ساڑھے نو سو برس تک ان کا اپنی قوم کے ساتھ رہنا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ امر کچھ محال و مستبعد نہیں ہے اس لئے کہ تورات میں حضرت آدم اور انکی اولاد در اولاد کی عمریں ہزار سال کے اردگرد ہی بیان کی گئی ہیں۔ حضرت نوحؑ سے متعلق بعض معاملات پر آئندہ کلام کیا جائے گا (ان شاء اللہ)

تورات میں ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب کشتی کے زمین پر

اُترنے کا وقت قریب آیا تو حضرت نوح نے حقیقتِ حال دریافت کرنے کیلئے ایک کوّے کو بھیجا۔ کوّے نے بعض پہاڑوں کی چوٹیوں پر لاشیں دیکھیں، تو اُنھیں کھانے میں مصروف ہو گیا اور حضرت نوحؑ کے حکم کو بھول گیا۔ جب حضرت نوحؑ کوّے کی واپسی سے مایوس ہو گئے تو اُنھوں نے ایک کبوتر بھیجا جو اپنی چونچ میں زیتون کے کچھ پتّے لے کر حاضر ہوا، جس سے انھیں اطمینان ہو گیا کہ اب کشتی کے ٹھہرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ (سیرت انبیاء و حکمت مصطفیٰ)

## حضرت سیّدنا نوح علیہ السّلام کے واقعہ سے اہم نتائج

۱۔ ہر ایک انسان اپنے کردار و عمل کا خود ہی جوابدہ ہے۔ اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوا اور علاج نہیں بن سکتی، اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کا بدل ہو سکتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی پیغمبری کنعان کے کفر کی پاداش کے آڑے نہ آسکی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ جلالتِ قدر شرکِ آزر کے لئے نجات کا باعث نہ ہو سکی۔ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ (ہر شخص اپنے اپنے ڈھنگ پر کام کرتا ہے۔)

۲۔ بُری صحبت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ قاتل ہے اور اس کا ثمرہ و نتیجہ ذلت و خسران اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انسان کے لئے جس طرح نیکی ضروری شے ہے، اُس سے زیادہ صحبتِ نیکاں ضروری ہے۔ اور جس طرح بدی سے بچنا اس کی زندگی کا نمایاں امتیاز ہے، اُس سے کہیں زیادہ بُروں کی صحبت سے خود کو بچانا ضروری ہے ؎

پسرِ نوح با بداں بہ نشست ۔۔۔ خاندانِ نبوتش گم شد

سگِ اصحابِ کہف روزے چند ۔۔۔ پئے نیکاں گرفت مردم شد

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

۳۔ اللہ تعالیٰ پر صحیح اعتماد اور بھروسہ کے ساتھ ظاہری اسباب کا استعمال توکّل کے منافی نہیں ہے، بلکہ توکل علی اللہ کے لئے صحیح طریقہ کار ہے۔ تب ہی تو طوفانِ نوح سے بچنے کے لئے کشتیٔ نوحؑ ضروری ٹھہری۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام سے پیغمبر اور معصوم ہونے کے باوجود بتقاضائے بشریت لغزش ہوسکتی ہے، مگر وہ اُس پر قائم نہیں رہتے، بلکہ من جانب اللہ ان کو تنبیہ کردی جاتی ہے اور اُس سے ہٹالیا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے واقعات اس کے لئے شاہدِ عدل ہیں۔ نیز وہ عالم الغیب بھی نہیں ہوتے جیسا کہ اسی واقعہ میں " فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ " سے واضح ہے۔

۵۔ اگرچہ پاداشِ عمل کا خدائی قانون کائنات کے ہر گوشہ میں اپنا کام کر رہا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جُرم یا ہر طاعت کی سزا یا جزا اسی عالم میں مل جائے۔ کیونکہ یہ کائنات عمل کی کِشت زار (کھیتی) ہے اور پاداشِ کردار کے لئے معاد اور آخرت کو مخصوص کیا ہے۔ تاہم ظلم اور غرور ان دو بدعملیوں کی سزا کسی نہ کسی نہج سے یہاں دُنیا میں بھی ضرور ملتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ظالم اور متکبر اپنی موت سے قبل ہی اپنے ظلم و کبر کی کچھ نہ کچھ سزا ضرور پاتا اور ذلّت و نامرادی کا منہ دیکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے سچے پیغمبروں سے اُلجھنے والی قوموں اور تاریخ کی ظالم و مغرور ہستیوں کی عبرتناک ہلاکت و بربادی کی داستانیں اس دعوے کی بہترین دلیل ہیں۔

(قصص القرآن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام
جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام (احمد)

# تذکرہ
# سیرتِ پاک

## سید البشر خاتم الانبیاء سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اب ہم اس سلسلۃ الذہب کی سب سے اہم شخصیت یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرتِ طیبہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور کلمات طیبات کے عنوان کے تحت ایک چہل حدیث نقل کریں گے جس کا انتخاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے اور ترجمہ و فوائد حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی نے ارقام فرمائے ہیں۔

# ولادت باسعادت صلی اللہ علیہ وسلم

## محترم والدین

قریش کے سردار عبد المطلب کے دس صاحبزادے تھے جو سب ممتاز و نامور تھے۔ حضرت عبد اللہ اپنے سب بھائیوں میں بہت ستودہ صفات اور مرکزی حیثیت کے مالک تھے۔ اُن کے والد نے اُنکی شادی بنی زہرہ کے سردار وہب کی صاحبزادی آمنہ سے کی، جو اُس وقت اپنی عالی نسبی اور عزت و وجاہت میں قریش کی سب سے محترم خاتون سمجھی جاتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں تھے کہ آپ کے والد عبد اللہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت آمنہ کو آپؐ کی ولادت سے پہلے ایسی بہت سی نشانیاں اور آثار نظر آئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے بیٹے کی مستقبل میں بڑی شان ہونی ہے۔ (نبیٔ رحمت مؤلفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی رحؒ)

## ولادت باسعادت

آپ کی ولادت شریفہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۵۷۰ء دوشنبہ کے دن ہوئی۔ یہ تاریخ انسانیت کا سب سے روشن اور مبارک دن تھا۔ لیکن فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود پاشا کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول کو واقعۂ فیل کے پہلے سال ہوئی، جو ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق ہے۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپکے دادا عبد المطلب کو اطلاع بھجوائی۔ وہ آئے، محبت سے آپ کو دیکھا اور گود میں لے کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور اللہ کی حمد بیان کی اور دُعا کی اور آپکا نام محمّد رکھا یہ نام بالکل نیا تھا چنانچہ عربوں کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ وبارک وسلم

**رضاعت** چند دن آپ کو آپ کے چچا ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا۔ پھر عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کیلئے دیہات کی کسی دودھ پلانے والی کی تلاش شروع کی۔ قبیلہ بنی سعد کی عورتیں اس کام میں اور فصاحت و بلاغت میں خاص شہرت رکھتی تھیں، اُن میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں جن کو یہ دولت عظمیٰ ہاتھ آئی۔ اور آپ کو لیکر اپنے قافلہ میں واپس گئیں اور اُسی وقت آپ کی برکت کھُلی آنکھوں اُنھوں نے دیکھ لی۔ اُن کی ہر چیز میں ایک دوسرا رنگ نظر آنے لگا، اُن کو دودھ میں، جانوروں میں، رزق میں ہر چیز میں صاف برکت محسوس ہوئی۔

یہاں تک کہ بنی سعد کے اِس قبیلہ میں آپ کی عمر مبارک کے دو سال پورے ہوئے اور بی بی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھُڑا دیا۔ آپ کا نشو و نما عام بچّوں سے مختلف طور پر ہو رہا تھا۔ اِس موقع پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس حاضر ہوئیں اور ساتھ ہی یہ خواہش ظاہر کی کہ کچھ مدت کے لئے اُن کو اور رہنے دیا جائے۔ چنانچہ بی بی آمنہ نے آپ کو اُن کے پاس واپس لوٹا دیا۔

واپسی کے بعد جب آپ بنی سعد میں تھے، دو فرشتے آئے۔ آپ کا سینۂ مبارک شق کیا۔ آپ کے قلب مبارک سے گوشت کے ٹکڑے یا لوتھڑے کی مانند ایک خراب اور سیاہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر آپ کے قلب کو خوب اچھی طرح

---

ے شق صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا۔ اوّل بار زمانۂ طفولیت میں پیش آیا جب آپ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے۔ اور اُس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال تھی۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

دھو کر اور صاف کر کے اپنی جگہ واپس کر دیا اور وہ اُسی طرح ہو گیا جیسے پہلے تھا۔ (نبی رحمت صلى الله عليه وسلم)

اس کے بعد حضرت حلیمہ نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں لاکر اُن کے سپرد کر دیا۔

حلیمہ کے ایک لڑکے کا نام عبداللہ بن الحارث تھا انہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تھا۔ ایک لڑکی انیسہ تھیں ایک حذافہ اور انہی کا لقب الشیماء تھا۔ یہ بڑی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھیں غزوۂ حنین کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی تھی۔

## والدہ ماجدہ اور جد امجد خواجہ عبد المطلب کا انتقال

جب آپ کا سن چھ سال کا ہوا تو آپ کی والدہ آپ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دوسری بار شق صدر کا واقعہ آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا۔ جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی ص۲۱۵ اور دلائل ابی نعیم ص۱۹۱ ج۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا۔ جیسا کہ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔

الحاصل یہ چار مرتبہ کا شقِ صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا۔ مگر یہ روایت باجماع محدثین ثابت اور معتبر نہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ملخصاً ص۵۷)

آپ کے دادا کی نانہال دکھانے کیلئے یثرب (مدینہ منورہ) لے گئیں۔ وہ اپنے محبوب شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر پر بھی جانا چاہتی تھیں۔ مکہ واپس ہوتے ہوئے ایک مقام پر جس کو "الابواء" کہتے ہیں بی بی آمنہ کا انتقال ہوگیا۔ اب ایک طرف محبوب اور چاہنے والی ماں کی جدائی کا غم تھا، دوسری طرف مسافرت کی تنہائی آپ کی ولادت سے برابر آپ کے ساتھ کچھ اسی قسم کا معاملہ پیش آتا رہا۔ یہ تربیت الٰہی کے وہ اسرار ہیں جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک باندی اُم ایمن برکۃ حبشیہ آپ کو لیکر مکہ آئیں اور یہ خدائی امانت آپ کے دادا عبدالمطلب کو سپرد کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دادا کے سایۂ شفقت میں رہے۔

جب آپ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا اور آپ کو یتیمی کا ذائقہ پھر چکھنا پڑا جو پہلے سے زیادہ تلخ اور سخت تھا۔

**خواجہ ابوطالب** دادا کے انتقال کے بعد آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہنے لگے جو آپ کے والد کے حقیقی بھائی تھے۔

اُنھوں نے نہایت محبت و شفقت سے آپ کی نگہداشت اور پرورش فرمائی۔ اور جب آپ کی عمر نو سال تھی سفرِ شام میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔

**آسمانی تربیت** جاہلیت کی نجاستوں اور بُری عادتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ دور اور پاک رکھا، یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کو "امین" کے نام سے یاد کرنے لگے۔

آپ رشتوں کا خیال رکھتے، لوگوں کا بوجھ ہلکا کرتے اور اُنکی ضرورتیں پوری فرماتے، مہمان کا اکرام کرتے اور خیر و تقویٰ کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرتے، محنت کرکے روزی حاصل کرتے اور معمولی اور ضرورت بھر غذا پر

اکتفا فرماتے تھے۔

## ذریعۂ معاش

جب عمر کچھ زیادہ ہوئی تو آپ نے ذریعۂ معاش کی طرف توجہ کرنا ضروری سمجھا اور بکریاں چرانے کا پیشہ اختیار کیا جو اُس زمانہ کا ایک شریفانہ ذریعۂ معاش ہونے کے علاوہ نفسیاتی تربیت اور کمزوروں محتاجوں پر شفقت و محبت کے جذبات پیدا کرنے، نیز صاف و تازہ ہوا کا لطف لینے اور جسم کی تقویت و ورزش کا سامان بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سُنّت ہے۔ چنانچہ نبوت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ پوچھا گیا کہ آپ نے بھی؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا، ہاں میں نے بھی! (ص۱۲۱)

## حضرت خدیجہؓ سے رشتۂ ازدواج

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت خدیجہؓ قریش کی بہت با اثر و بارسوخ خاتون تھیں، فہم و فراست، اخلاق کریمانہ نیز مال و دولت کے لحاظ سے بھی نامور تھیں۔ یہ بیوہ تھیں اور اُن کے شوہر ابوہالہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس شادی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تجارتی کاروبار بھی کرتی تھیں۔ روپیہ اُن کا ہوتا تھا اور دوسرے لوگ محنت کرتے تھے اور اپنی محنت کا معاوضہ پاتے تھے۔ قریش بڑی تاجر قوم تھی، حضرت خدیجہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گفتاری، حسنِ اخلاق اور جذبۂ خیر خواہی کا علم بھی آپ کے سفرِ شام سے بخوبی ہو چکا تھا، جب آپؐ اُن کا مال لے کر

بغرض تجارت شام گئے تھے، اور اس سفر میں جو انوکھے واقعات پیش آئے تھے، اس کا بھی ان کو علم تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے آپ سے رشتہ کی خواہش کی حالانکہ اس سے پہلے وہ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست کو نامنظور کر چکی تھیں۔ آپ کے چچا سیدنا حضرت حمزہ رضؓ نے یہ پیغام آپ تک پہنچایا۔ ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ اور آپ کے صاحبزادے ابراہیمؑ کو چھوڑ کر آپ کی ساری اولاد اُنہی سے ہوئی۔

## کعبہ کی تعمیرِ نو

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کا ارادہ کیا اور اُس پر چھت ڈالنے کی تجویز کی۔ پس جب دیواریں بلند ہو کر حجر اسود تک پہنچیں تو حجر اسود کے معاملہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اُس کو یہ شرف حاصل ہو اور وہ اُس کو اُٹھا کر اُسکی جگہ نصب کرے۔ یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے جنگ و جدال تک پہنچا۔ مگر خیر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ کل جو شخص مسجد حرام میں سب سے پہلے داخل ہو گا وہ اِس بات کا فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ اور آپ کو دیکھتے ہی سب نے بے ساختہ کہا کہ یہ "محمد الامین" ہیں۔ ہم اُن پر راضی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوائی، حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اُٹھا کر اُس میں رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ چادر کا ایک کونہ پکڑ کر اُٹھائے سب نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جگہ قریب ہو گئی جہاں نصب کرنا تھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر اس کو اس جگہ رکھ دیا۔ اس کے بعد باقی عمارت تعمیر ہوئی۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بڑے کشت و خون سے بچا لیا

آپ نے اِس معاملہ میں جس حکمت اور تدبیر سے کام لیا اُس سے بڑھ کر کوئی حکمت اور تدبیر نہیں ہوسکتی تھی۔ لہٰذا یہ آپ کے کمالِ عقل و دانش پر بیّن ثبوت ہے (نبی رحمت)

# اِنسانیت کی صبحِ صادق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اپنی عمر کے چالیس سال پورے کیے اُس وقت دُنیا آگ کی ایک خندق کے بالکل کنارے کھڑی تھی۔ پوری نسلِ انسانی تیزی کے ساتھ خودکُشی کے راستہ پر گامزن تھی۔ یہ وہ نازک وقت تھا جب انسانیت کی صبحِ صادق طلوع ہوئی، دُنیا کی قسمت جاگی اور بعثتِ محمدیؐ کا وقت قریب ہوا۔

اس زمانہ میں تنہائی اور خلوت پسندی آپ کا شیوہ و معمول بن گئی تھی، اور آپ کو سب سے علیحدہ ہوکر تنہا بیٹھنے سے بڑا سکون ملتا تھا۔ آپ مکہ سے بہت دور نکل جاتے، یہاں تک کہ شہر کے مکانات بھی آپ کی نظروں سے اوجھل ہوجاتے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گزرتے تو شجر و حجر سے آواز آتی کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" آپ اپنے داہنے اور بائیں اور پیچھے مُڑ کر دیکھتے تو درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔

**غارِ حرا** — آپ زیادہ تر غارِ حرا میں قیام فرماتے اور متواتر کئی کئی راتیں وہاں گزرتیں اس کا انتظام پہلے سے آپ کرلیتے تھے۔ یہاں ابراہیمی طریقہ پر اور فطرتِ سلیم کی رہنمائی سے اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔

**بعثتِ مبارک** — اسی طرح آپ ایک بار غارِ حرا میں تشریف فرما تھے کہ منصبِ نبوت سے آپ کو سرفراز کرنے کی مبارک ساعت

آ پہنچی۔ یہ ۱۷ رمضان آپ کی ولادت کے اکتالیسویں سال کا واقعہ ہے (مطابق ۶ اگست ۶۱۰ء) جو حالتِ بیداری اور شعور کی حالت میں پیش آیا۔ آپ کے سامنے غارِ حرا میں فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھئے! آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد اُس نے مجھے پکڑ کر دبایا، یہاں تک کہ میں نے اُسکی تکلیف محسوس کی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھئے! میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اُس نے مجھے پھر پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اُس کا سخت دباؤ پڑا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اُس نے پھر مجھے پکڑ کر تیسری بار اُسی طرح دبایا اور چھوڑ دیا۔ پھر کہا:۔

| | |
|---|---|
| اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ | (اے محمدؐ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو! |
| الَّذِيْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ | جس نے عالَم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان |
| الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ | کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ |
| اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ٥ | پڑھو اور تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے |
| الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ | جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا |
| عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ٥ | اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اسکو |
| (علق ۱ تا ۵) | علم نہ تھا۔ |

## حضرت خدیجہ رضؓ کے گھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجیب واقعہ سے خوف زدہ ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے شدّتِ خوف سے آپ کے شانہ مبارک پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے گھر پہنچتے ہی حضرت خدیجہ رضؓ سے کہا کہ مجھے لحاف اُڑھادو، مجھے لحاف اُڑھادو، مجھے کچھ خطرہ محسوس

ہورہا ہے۔ تو اُنھوں نے بڑے یقین و اعتماد کے لہجہ میں اور پوری قوت کے ساتھ کہا:۔

"ہرگز نہیں! اللہ کی قسم، اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت و خاطر مدارات کرتے ہیں، راہِ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں"۔ (بخاری)

حضرت خدیجہؓ نے یہ بات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ نیز اپنی زندگی کے تجربوں اور لوگوں سے واقفیت کی بناء پر کہی تھی۔ لیکن یہ معاملہ بہت بڑا تھا۔ اِس لئے اُنھوں نے سوچا کہ اپنے عالم و فاضل چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل (جنھوں نے عیسائیت قبول کرلی تھی) سے مدد لینی چاہیئے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر اُن کے پاس گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ کو پورا واقعہ سُنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ آپ اِس اُمّت کے نبی ہیں اور آپ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔۔۔

اس کے بعد عرصہ تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جاری ہوا اور قرآن کا نزول شروع ہوا۔ (نبی رحمت ص۱۱)

## حضرت خدیجہ کا قبول اسلام

سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا۔ اُنھوں نے ہر موقع پر آپ کی پشت پناہی اور حمایت کی۔ لوگوں سے آپ کو جو تکلیفیں پہنچتی تھیں وہ اُن کو

ہمیشہ ہلکا کرنے کی کوشش کرتیں اور آپ کی ہمت بندھاتیں۔

## حضرت علیؓ اور زیدؓ ابن حارثہ کا قبول اسلام

اس کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؓ اسلام لائے، اُس وقت اُنکی عمر بیس سال تھی۔ اس کے بعد زید بن حارثہؓ (جو آپ کے غلام تھے اور آپ نے اُن کو متبنّیٰ کیا تھا) اسلام لائے۔

اِن حضرات کا قبولِ اسلام دراصل ایسے لوگوں کی شہادت اور گواہی تھی جو آپ سے سب سے زیادہ قریب تھے اور آپ سے اور آپ کے صدق و اخلاص اور حسنِ کردار سے سب سے زیادہ واقف اور گھر والوں کی طرح ہر چھپی ڈھکی چیز سے باخبر تھے۔

## حضرت ابوبکر الصدیقؓ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہؓ کا قبولِ اسلام بھی کچھ کم اہم نہ تھا۔ اِس لئے کہ اُنکی دانشمندی، فہم و فراست، عالی ہمتی اور اعتدال و میانہ روی کی وجہ سے قریش میں اُن کو ایک خاص درجہ حاصل تھا، اُنھوں نے اسلام کا اعلان و اظہار بھی کیا۔ اور اپنے اعتماد کے لوگوں، جاننے پہچاننے والوں اور اپنے پاس اُٹھنے بیٹھنے والوں میں اُنھوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔

چنانچہ اُنکی تبلیغ و دعوت سے قریش کے بہت سے نامی گرامی سردار اسلام لائے، جن میں عثمان بن عفانؓ، زبیر بن العوامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہ بن عبداللہؓ قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔

اِس کے بعد لوگوں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا شروع کیا، پوری پوری جماعتیں، وفود اور قبیلے اسلام لاتے، ان میں عورتیں اور مرد دونوں ہوتے۔

یہاں تک کہ اسلام کا آوازہ مکہ کی فضائے آسمانی میں بلند ہوا اور جگہ جگہ اُس کا چرچا ہونے لگا۔

## کوہِ صفا پر پہلا اعلان

ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت وتبلیغ کے اس کام کو چھپا کر کرتے رہے اور تین سال اِس حال میں گزر گئے۔ پھر اللہ کی طرف سے آپ کو اُس کے برملا اظہار واعلان کا حکم ہوا، تو آپ کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھے اور بلند آواز میں یہ آواز لگائی "یاصباحاہ"! یہ نعرہ عربوں کا جانا پہچانا تھا اور اُس وقت لگایا جاتا تھا جب دُشمن یا غنیم کے حملہ کا فوری خطرہ ہوتا۔ "یاصباحاہ" کا سُننا تھا کہ قریش کا سارا قبیلہ وہاں جمع ہو گیا۔ جو کسی وجہ سے نہیں آسکا تو اُس نے اپنا نمائندہ بھیجا۔ اُس وقت آپ اُن سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:۔

"اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے بنی کعب! اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ اِس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم اِس بات پر یقین کروگے؟"

یہ سُن کر سب نے کہا کہ ہم یقین کریں گے۔ (نبی رحمت)

## دعوت وتربیت کا حکیمانہ انداز

جب یہ فطری اور ابتدائی مرحلہ طے ہوا اور سُننے والوں کے اعتماد ویقین کا علم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ" (تو یہ سمجھو کہ میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں جو بالکل تمھارے ہاتھوں کے سامنے ہے۔)

یہ سُنتے ہی مجمع پر ایک خاموشی چھا گئی۔ لیکن ابو لہب نے کہا، تمھارا

سارا دن برباد ہوا، کیا صرف یہی کہنے کیلئے تم نے ہمیں بلایا تھا؟

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اِس اعلانِ حق اور تبلیغ ودعوت میں جان ودل سے مشغول ہو گئے۔ اور آپ کسی رُکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے۔ دوسری طرف خواجہ ابوطالب آپ کیلئے سینہ سپر ہو گئے اور آپ کی ہر طرح حفاظت کرتے رہے۔

آخر قریش کے لوگ وفد بنا کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو اِس کام سے منع کریں۔ تو ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلا بھیجا اور کہا کہ:

میرے بھتیجے! تمھاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا کہہ رہے تھے، ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اُٹھا نہ سکوں۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

چچا! خدا کی قسم! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اِس کام کو چھوڑ دوں، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اِس کو غالب کرے، یا میں اِس راستہ میں ہلاک ہو جاؤں، تب بھی میں اِس سے باز نہ آؤں گا۔

یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رو دیئے۔ اِس کے بعد آپ اُٹھے اور تشریف لے جانے لگے۔ آپ کو اِس طرح جاتا دیکھ کر ابوطالب نے آپ کو آواز دی اور کہا کہ میرے بھتیجے آؤ! آپ سامنے تشریف لائے۔ اُنھوں نے کہا، جاؤ اور جو تمھارا دل چاہے کہو اور جس طرح چاہو تبلیغ کرو، اللہ کی قسم میں تم کو کبھی کسی کے حوالہ نہ کروں گا۔

## قریش کے ہاتھوں مسلمانوں پر مظالم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا کام پورے زور و شور سے شروع کر دیا۔ جب قریش آپ سے اور آپ کے چچا ابوطالب سے مایوس ہو گئے تو اُن کا سارا غصہ قبیلہ کے اُن افراد پر اُترنے لگا جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا اور اُن کا کوئی حمایتی نہ تھا۔

ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے اُن اشخاص پر ٹوٹ پڑا جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اُن کو قید، زد و کوب، بھوک پیاس اور مکہ کی سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تپش کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ اور اُنکی والدہ کو طرح طرح کی اذیتیں اور مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں، حتیٰ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو شہید کر دیا۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اُن کے چچا حکم ابن ابی العاص نے اُنھیں خوب مضبوطی سے باندھ دیا۔ مگر جب حکم نے اپنے دین پر اُنکی مضبوطی اور یقین کامل کو دیکھا تو اُن کو رہا کر دیا۔

حضرت خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قریش کے لوگ مجھے پکڑ کر لے گئے، آگ جلائی اور اُسمیں مجھے گھسیٹ کر ڈال دیا۔ پھر ایک شخص نے میرے سینہ پر اپنا پیر اِس طرح رکھ دیا کہ میری پیٹھ زمین سے بالکل لگ گئی۔ پھر اُنھوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی تو معلوم ہوا کہ ساری پیٹھ پر برص کی طرح دلنے پڑ گئے تھے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کا

یہ مشہور واقعہ ہے کہ سردارانِ مکہ حجرؔ میں جمع تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہ سب ایک ساتھ آپ پر لوٹ پڑے اور آپ کو گھیر لیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے آپ کی چادر پکڑ کر کھینچنی شروع کی کہ گلوئے مبارک کو اذیت پہنچی۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے اور اُس شخص کے بیچ میں آگئے اور رو رو کر یہ کہنے لگے "اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ" (کیا تم ایک شخص کو محض اتنی بات پر جان سے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے) اس پر اُنھوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق اِس حالت میں گھر واپس ہوئے کہ اُن کا سر کھل گیا تھا۔ اُنکی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچتے ہوئے انکو باہر لے جایا گیا۔

غرض قریش نے آپ کو جھٹلایا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ آپ پر جادوگری شاعری، کہانت اور جنون کے الزامات لگائے اور آپ کی ایذا رسانی کے نئے نئے طریقے استعمال کئے اور ہر قسم کے حربے آزمائے۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں سر بسجود تھے اور آپ کے قریب قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ عقبہ ابن ابی معیط کہیں سے اونٹ کی ایک وزنی اوجھڑی لایا اور آپ کی پیٹھ پر پھینک دیا۔ آپ اسی طرح سجدے میں پڑے رہے، یہاں تک کہ صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور اُس کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا۔ اور جس نے یہ حرکت کی تھی اُس کے لئے بد دعا کی۔ آپ نے بھی اُن لوگوں کے لئے بد دعا کی۔ (نبی رحمتؐ)

## مسلمانوں کی حبشہ کیطرف ہجرت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے اصحاب و رفقاء کو

---

عہ حجر حطیم اور دیوار کعبہ کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس کا نام حجر اسمٰعیل بھی ہے۔ (نبی رحمتؐ)

سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور آپ اُن کی حفاظت و مدافعت پر قادر نہیں ہیں۔ تو آپ نے اُن سے فرمایا، اگر تم لوگ حبشہ کی طرف نکل جاؤ تو اچھا ہے وہاں کا جو بادشاہ ہے اُسکی وجہ سے کوئی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ اچھا ملک ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ تمھارے لئے نجات و کشادگی کا کوئی سامان پیدا کردے۔

اِس موقع پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔ یہ دس آدمی تھے اور اُنھوں نے اپنا امیر عثمان ابن مظعون رضؓ کو مقرر کیا تھا۔ اُس کے بعد جعفر ابن ابی طالب رضؓ نے ہجرت کی۔ پھر بہت سے مسلمان یکے بعد دیگرے وہاں پہنچے۔ اُن میں سے کچھ لوگ تنہا تھے اور کچھ اہل و عیال کے ساتھ تھے۔ اُن لوگوں کی کل تعداد جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تراسی (۸۳) بتائی گئی ہے۔

مگر وہاں بھی قریش اُنھیں چین و سکون سے بیٹھنے نہیں دینا چاہتے تھے چنانچہ بہت سے تحائف اور ہدایا لے کر دو شخصوں کو نجاشی کے پاس بھیجا اور اُن حضرات کو اپنے ملک سے مکہ واپس بھیجنے کی فرمائش کی۔ مگر نجاشی نے اُس کو قبول نہ کیا اور صورتِ حال معلوم کرنے کیلئے مسلمانوں کو بلایا اور اپنے پادریوں کو جمع کیا۔ اور مسلمانوں کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے کہا، وہ دین کیا ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے اور اُس کو ترک کرنے کے بعد نہ میرے دین کو قبول کیا اور نہ کسی معروف دین و مذہب کو اختیار کیا ہے؟۔

اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے نہایت فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جس کو ہم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں نقل کریں گے۔ اِن شاء اللہ

## شعب ابی طالب

جب قریش نے ایسا معاملہ کیا تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ابو طالب کے ساتھ ہوگئے اور اُس گھاٹی یا وادی میں اُن کے ساتھ محصور ہوگئے۔ یہ ؁ بعد بعثت کا واقعہ ہے۔ اِس محاصرہ نے اتنا طول کھینچا کہ ببول کی پتیاں کھا کر گزارا کرنے کی نوبت آئی۔ اُن کے بچے بھوک سے روتے اور بلبلاتے تھے اور اُن کے رونے کی آواز دور تک جاتی تھی۔

تین سال اِس سخت حال میں گذرے۔ اِس زمانہ میں خفیہ طریقہ سے کچھ ضروریات زندگی اُن کے پاس پہنچ پاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس حال میں بھی اپنی قوم میں تبلیغ و دعوت کا فریضہ دن رات خفیہ و علانیہ ہر طریقہ سے انجام دیتے۔ اور بنو ہاشم صبر اور امید اجر کے ساتھ ان تمام تکلیفات کو برداشت کرتے۔

## مقاطعہ کا خاتمہ

اسی دوران میں قریش کے کچھ باضمیر و عالی حوصلہ اشخاص کے دل میں اِس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہوا اور اِسکو اُنھوں نے ایک خلافِ انسانیت فعل قرار دیا۔ آخر مطعم ابن عدی اِس معاہدہ کو پھاڑنے کی غرض سے اُسکی طرف بڑھے تو دیکھا کہ دیمک پورے کاغذ کو چاٹ کر ختم کر چکی ہے۔ صرف "بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ" کے الفاظ باقی ہیں بہر حال اِس معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیا گیا اور جو کچھ اُسمیں تھا وہ سب کالعدم ہوگیا۔ (نبی رحمت، بحوالہ سیرت ابن ہشام)

## خواجہ ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

نبوت کے دسویں سال ایک ہی سال کے اندر ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ دونوں کا انتقال ہوگیا۔ ان دونوں کا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسنِ صحبت، حسنِ سلوک، وفاداری اور نصرت و حمایت کا جو معاملہ تھا وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ابو طالب نے اسلام قبول نہ کیا، اِس حادثہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پے در پے کئی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ (نبیٔ رحمتؐ)

## طائف کا سفر

ابوطالب کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بہت سی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں جنکی ہمت ابو طالب کی زندگی میں قریش کے لوگ نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے سر پر مٹی بھی پھینکی گئی۔ جب اِن اذیتوں کا سلسلہ دراز ہونے لگا اور مشرکین و کفّار کی اِسلام سے کراہت اور اُس کی ناقدری و حقارت اور بڑھ گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا قصد فرمایا۔ آپ کی نیت یہ تھی کہ قبیلۂ ثقیف کو اِسلام کی دعوت دیں اور اُن سے نُصرت کے خواستگار ہوں آپ کو اہلِ طائف سے کچھ خیر کی اُمید تھی۔ اور اِس میں تعجّب کی بھی کوئی بات نہیں اس لئے کہ آپؐ کے ایّامِ رضاعت قبیلۂ بنی سعد میں گزرے تھے جو طائف کے قریب آباد تھا۔

اہلِ طائف جائداد اور زمینوں کے مالک تھے۔ اُن کے پاس بڑے بڑے باغات اور مزرعے تھے۔ اِس دولت و خوشحالی نے اُن کے اندر غرور و ناز پیدا کر دیا تھا۔ اور وہ اِس آیت کے مصداق اور نمونہ تھے:۔

| | |
|---|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ | اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ جو چیز دیکر تم بھیجے گئے ہو ہم اُس کے قائل نہیں |

اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا، وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ (سبا ۲۵) اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں۔ اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔

## اہلِ طائف کا سلوک اور آپؐ کی دعا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لائے تو سب سے پہلے ثقیف کے سرداروں اور ذمہ دار لوگوں سے ملنے تشریف لے گئے اور اُن کے پاس بیٹھ کر اُن کو دینِ حق کی دعوت دی۔ لیکن آپ کو اُس کا بہت بُرا اور سخت جواب ملا۔ اُنھوں نے آپ کا مذاق بھی اُڑایا اور شہر کے اوباش لوگوں اور غلاموں کو آپ کے ستانے پر مامور کر دیا۔ یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے، شور مچاتے اور آپ پر پتھر پھینکتے۔ اِسی بے کسی اور کرب کے عالم میں آپ پناہ لینے کیلئے ایک کھجور کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ طائف میں آپ کو جتنا ستایا گیا، وہ مشرکینِ مکہ کی ایذا رسانیوں سے کہیں زیادہ تھا۔ اُنھوں نے راستہ کے دونوں طرف اپنے آدمی کھڑے کر دیئے۔ آپ ایک قدم بھی اُٹھاتے تو کسی طرف سے پتھر آپ پر پھینکا جاتا۔ حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر زخموں سے لہولہان ہو گئے۔ اُس وقت بے ساختہ آپؐ کے قلب و زبان پر یہ دُعا جاری ہوئی۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری، بے سر و سامانی اور لوگوں کی نگاہ میں بے وقعتی کی فریاد کی اور اللہ کی نصرت و تائید کے اِن الفاظ میں خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

الٰہی! اپنی کمزوری، بے سر و سامانی اور لوگوں میں تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ اِلٰی مَنْ تَكِلُنِیْ، اِلٰی بَعِيْدٍ يَّتَجَهَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی عَدُوٍّ مَّلَّكْتَهٗ اَمْرِیْ، اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ، غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ هِیَ اَوْسَعُ لِیْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے کیا بیگانہ ترش رو کے؟ یا اُس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دُنیا و دین کے کام اُس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے، یا تیری ناراضگی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا اور اُس نے آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ اِن دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان طائف واقع ہے ملا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ نہیں! مجھے اُمید ہے کہ اُن کی اولاد میں سے کوئی ایسا پیدا ہو گا جو خدائے واحد کی عبادت کرے گا اور اُس کے ساتھ کسی اور ہستی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔

جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو اُن کا دل کچھ نرم پڑا اور اُنکی رگِ انسانیت میں کچھ جنبش پیدا ہوئی۔ اُن دونوں نے اپنے ایک نصرانی غلام کو بلایا جس کا نام "عداس" تھا، اور اُس سے کہا کہ لو،

یہ انگور کا خوشہ ایک طباق میں رکھ کر اُس شخص کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ اُن کے کھانے کیلئے ہے۔ عدّاس نے اس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سُن کر اور آپ کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مکہ تشریف لائے تو آپ کی قوم آپ کی مخالفت، دُشمنی اور آپ کے تمسخر و ایذا رسانی میں اُسی طرح سرگرم تھی۔ (نبیٔ رحمتؐ)

**ف:** طائف میں کفار و مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح ذلیل و پست کرنا چاہتے تھے اور سخت سے سخت تر اذیت رساں ہوئے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب کا سراپا صبر و حلم سے مقابلہ فرمایا اور سب کچھ برداشت کیا، یہاں تک کہ پہاڑ کے فرشتہ نے متاثر ہو کر ان کو عذاب و سزا دینے کی درخواست کی تو اسکو بھی گوارا نہ فرمایا۔ اُس کے عوض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں وہ عروج و برتری اور عزت و وقار مرحمت فرمایا کہ اس سے پہلے کسی ملک مقرب و نبی مرسل کو بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (مرتب)

## اسراء اور معراج

معراج کا سانحہ اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا، جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے:۔

ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے! آپ کو بُراق پر سوار کیا گیا، جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اُس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اسی سُرعت رفتاری کے ساتھ اوّل آپ کو ملک شام میں مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کیلئے (بطور معجزہ) جمع فرمایا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی۔ انبیاء و رُسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اِس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔ جبرئیل امین نے آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔ آپ نے تمام انبیاءؑ و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائیؑ۔

یہاں تک عالمِ دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی۔ اُس کے بعد آپ کو مسجدِ اقصیٰ سے آسمان پر لے جایا گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی

---

عہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ امامت انبیاء کا واقعہ بعض حضرات کے نزدیک آسمان پر جانے سے پہلے پیش آیا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ واپسی کے بعد ہوا۔ کیونکہ آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کے واقعہ میں یہ منقول ہے کہ سب انبیاء سے جبرئیل امین نے آپ کا تعارف کرایا اگر واقعہ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور یوں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس سفر کا اصل مقصد ملاءِ اعلیٰ میں جانے کا تھا، پہلے اسی کو پورا کرنا اقرب معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب اِس اصل کام سے فراغت ہوئی، تو تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ مشایعت (رخصت) کے لئے بیت المقدس تک آئے اور آپ کو جبرئیل امین کے اشارہ سے سب کا امام بنا کر آپ کی سیادت اور سب پر فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا۔ (معارف القرآن ص۴۲۱)

براق پر ہوا۔ مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ یہ سفر براق پر نہیں بلکہ بذریعہ معراج ہوا۔

معراج کے معنی سیڑھی یا زینہ کے ہیں۔ زینہ کی آجکل بھی بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ اُن میں ایک طریقہ لفٹ کا بھی ہے، اُس کو بھی زینہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ کس قسم کا زینہ تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان تک پہنچے؟ اُس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ کسی روایت میں منقول نہیں۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دوسرے پر عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام سے اور تیسرے پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے پر ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا۔ پھر جنت میں داخل ہوئے، وہاں دستِ قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی۔ جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ اُس میں آپ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مردار جانور کھا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی اُنکی

غیبت کرتے تھے۔) پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔
پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور جبرئیل امین وہیں ٹھہر گئے کیونکہ اُن کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔
اور اُس وقت آپ کو خداوند جل و علا کی زیارت ہوئی۔
صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں ہوئی بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور تمام محققین صحابہؓ و ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند عالم سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اُسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔
اُس کے بعد آپ واپس ہوئے، وہاں سے بُراق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔
راستہ میں مختلف مقامات میں قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپ نے سلام کیا اور اُنھوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اُس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ مبارک سفر تمام ہو گیا۔ (سیرت خاتم الانبیاء ص۶۶)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحؒ نے "نبی رحمتؐ" میں واقعۂ معراج کے متعلق جو ارقام فرمایا ہے اُس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:۔

اس (سفر طائف) کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی راتوں رات آپ کو قدرت غیبی کے ساتھ مسجد حرام لے جایا گیا، وہاں سے مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا۔ اِس کے بعد ان مقامات قرب و اختصاص

ساتوں آسمانوں کی سیر، اللہ تعالٰی کی نشانیوں کے مشاہدے اور انبیاء کرام سے ملاقات کے وہ تمام واقعات پیش آئے جن کے متعلق اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝ (نجم ۱۸۔۱۷)

اُن کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔ اُنھوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں

یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے آپؐ کی ایک ضیافت اور عزت افزائی تھی، جو آپ کی دلداری و دلنوازی اور طائف کے ان زخموں کو مندمل کرنے اور اُس توہین و ناقدری اور بیگانگی و بے وفائی کی تلافی کے لئے تھی جس کے سخت امتحان سے آپؐ وہاں گزرے تھے۔

جب صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دی۔ قریش نے اس پر بہت تعجب کا اظہار کیا۔ اس کو ایک محال اور ناممکن امر قرار دیا، اور آپ کو جھٹلایا اور مذاق اُڑایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ سُنکر کہا کہ اگر آپ نے ایسی بات کہی ہے تو سچ کہی ہے۔ تم کو اس پر تعجب کیوں ہے؟ اللہ کی قسم! آپ مجھے یہ خبر دیتے ہیں۔ وحی آپؐ کے پاس دن رات کے کسی حصہ میں آسمان سے زمین تک آجاتی ہے، تو میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں یہ تو اس سے بھی مشکل اور بعید ہے جس پر تم لوگ تعجب کر رہے ہو۔

واقعۂ معراج یہ اعلان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قومی اور سیاسی رہنماؤں کی صف سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جن کی صلاحیتوں اور کوششوں کا دائرہ اُن کے ملک یا اُن کی قوم تک محدود رہتا ہے اور اُن سے صرف اُنہی نسلوں اور قوموں کو فائدہ پہنچتا ہے جن سے اُن کا

تعلق ہوتا ہے اور اُسی ماحول تک اُن کا اثر باقی رہتا ہے جس میں وہ پیدا ہوتے ہیں۔

آپؐ جس گروہ اور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کی صف ہے، جو آسمان کا پیغام زمین والوں کو اور خالق کا پیغام مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ اور اُن سے پوری نوع انسانی (زمانہ وتاریخ، رنگ و نسل اور ملک و قوم سے قطع نظر) سرفراز و سربلند ہوتی ہے۔ اور اس کی قسمت جاگتی ہے۔

## نماز کی فرضیت

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اور آپ کی اُمت پر پچاس وقتوں کی نماز فرض فرمائی اور آپ برابر اُس میں تخفیف کا سوال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو دن رات میں پانچ وقت تک محدود کر دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ایمان واحتساب کے ساتھ یہ پانچ نمازیں پڑھے گا اُس کو اجر پچاس نمازوں ہی کا ملے گا۔ (بخاری، نبی رحمت صہ۱۹۹)

### انصار کے قبولِ اسلام کا آغاز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے زمانہ میں تبلیغ اسلام کی مہم پر روانہ ہوئے۔ عقبہ کے پاس انصار کے قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ آپ کو ملے، آپ نے اُن کو اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام اُن کے سامنے پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔ یہ لوگ مدینہ میں یہودیوں کے پڑوس میں رہتے تھے اور اُن سے یہ سُنتے رہتے تھے کہ قریبی زمانہ میں کوئی نبی آنے والا ہے، وہ آپس میں ایک

دوسرے سے کہنے لگے کہ واللہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی خبر تم کو یہود دیتے تھے، دیکھو اب کوئی اِس میں تم سے سبقت نہ لے جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے اُسی وقت آپ کی تصدیق کی۔

وہ ایمان لانے کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔ جب مدینہ پہنچے تو اپنے دوسرے بھائیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور اُن کو بھی اسلام کی دعوت دی، یہاں تک کہ اُن کی قوم اور برادری میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی اور انصار کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں آپؐ کا چرچا نہ ہو۔

**عقبۂ اولیٰ**

حسبِ دستور جب دوسرے سال حج کے موقع پر اجتماع ہوا تو مدینہ سے ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو بارہ ۱۲ اشخاص پر مشتمل تھا، جن میں سے دس ۱۰ خزرجی اور دو ۲ اوسی تھے۔ یہی دو قبیلے مدینہ طیبہ میں صاحبِ اثر تھے۔ اِن بارہ اشخاص نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور وعدہ کیا کہ مدینہ جا کر تبلیغِ اسلام کریں گے۔ قرآن عزیز اور دیگر امورِ اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے آپؐ نے اُن کے ہمراہ عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم (حضرت خدیجہؓ کے خالہ زاد بھائی) اور مصعب بن عمیر عبدری رضؓ کو روانہ کیا۔ اور اب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ اِس واقعہ کا نام عقبۂ اولیٰ ہے۔

**عقبۂ ثانیہ**

تیسرے سال پھر موسمِ حج میں اہل مدینہ آئے۔ اور اب اُنھوں نے ارادہ کر لیا کہ جو وعدہ اُنھوں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سال کیا تھا اب اُس کو پورا کریں۔ وفد میں باسٹھ ۶۲ خزرجی، گیارہ ۱۱ اوسی اور دو عورتیں نسیبہ بنت کعب بنی نجّار میں سے اور اسماء بنت عمرو بنی سلمہ میں سے شریک تھیں۔ اُس وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب میں علٰحدہ گفتگو کا

وعدہ کیا۔ اور اہلِ مکّہ سے پوشیدہ تہائی رات کے بعد ایک ایک دو دو کر کے آپ کے پاس جمع ہونا شروع کیا۔

اُس وقت تک اگرچہ آپؐ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب حلقہ بگوشِ اسلام نہ ہوئے تھے، مگر بھتیجے کی حمایت کی خاطر مجلس میں موجود تھے۔

وفدِ مدینہ نے آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ واحد کی عبادت کرو، اور اگر میں تمھارے یہاں پہنچوں تو تمھارا فرض ہوگا کہ تم میری اسی طرح حمایت کروگے جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو۔

یہ سُن کر اہلِ مدینہ میں سے ہیثم بن تیہان بولے کہ ہمارے اور اہلِ مکّہ اور دیگر قبائل کے درمیان عہد و پیمان ہے۔ آج ہم اس کو محض اسلام کی خاطر ختم کر رہے ہیں، ایسا نہ ہوگا کہ جب ہم یہ سب کچھ کر چکیں تو آپ ہم کو چھوڑ کر پھر اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے آئیں۔

آپ نے یہ سُن کر تبسّم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ تمھاری جان و مال میری جان و مال ہے اور تمھاری صلح میری صلح ہے۔

یہ جواب سن کر سب کے چہرے مسرت سے چمکنے لگے اور سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تکمیل کی، اور مدینہ واپس چلے گئے۔

اب مدینہ میں اسلام کا اس قدر شہرہ ہوا کہ کوئی خاندان اور گھر نہ بچا جس میں دو جماعتیں نہ ہو گئیں، ایک حامئ اسلام، دوسری مخالفِ اسلام، اور اب مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں اسلام ہی کا چرچا تھا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

# ہجرت مدینہ

## قریش کا مشورہ

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ (انفال) (اور جب کافر فریب کرتے تھے کہ تجھ کو قید کردیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں ۔)

قریش کو ان مبایعین انصار کی بیعت اسلام کا حال اس وقت تو معلوم نہ ہوسکا، لیکن جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہوگیا، اور قریش کو تمام کیفیت کا حال معلوم ہوا تو قریش سے مدینہ میں اسلام کی یہ شوکت دیکھی نہ گئی۔ انھوں نے اب ارادہ کرلیا کہ اس نبی کا خاتمہ ہی کردینا بہتر ہے، تاکہ اس روز روز کی مصیبت سے نجات ملے۔ اس لئے مکہ کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، ابولہب، ابوسفیان، عتبہ جیسے دارالندوہ میں جمع ہیں، اور نہایت فکر واندوہ میں ہیں، کہ ایسی ترکیب کی جائے کہ خدا کے اس پیغمبر کا خاتمہ بھی ہوجائے اور بنوہاشم انتقام بھی نہ لے سکیں۔ اور اس طرح آنکھ کا یہ کانٹا جو ہر وقت کھٹکتا رہتا ہے، کسی طرح دور ہوجائے۔ (سیر رسول کریم ؐ)

## دارالندوہ میں آپؐ کے قتل کی سازش

دوران مشورہ ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ تمھاری گفتگو سننا چاہتا ہوں، اگر ممکن ہوا تو اپنی رائے اور مشورہ سے تمھاری امداد کروں گا۔

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور گفتگو شروع ہوئی۔ کسی نے کہا کہ آپؐ کو کسی بند کوٹھری میں قید کردیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا، یہ رائے درست

نہیں، اِس لئے کہ اُس کے اصحاب اگر کہیں سُن پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چُھڑا کر لے جائیں گے۔ کسی نے کہا کہ آپ کو جلا وطن کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے۔ کیا تم کو اُس کے کلام کی خوبی اور شیرینی اور دلآویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم نہیں ہے۔ اگر اُن کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شہر والے اُن کا کلام سُن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ابو جہل نے کہا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ نہ تو اُن کو قید کیا جائے اور نہ جلا وطن کیا جائے، بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعتہً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا، اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے مجبوراً خوں بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا، واللہ، رائے تو بس یہ ہے۔ اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ص۳۵۷ بحوالہ طبقات ابن سعد)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہاں سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا "اَلصُّحْبَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" (اے اللہ کے رسول! رفاقت و صحبت کا طلبگار ہوں) آپ نے فرمایا "الصحبة" (ہاں! تم ہی رفیق ہو گے) حضرت ابو بکرؓ یہ سُن کر خوشی سے رو پڑے۔ اُس کے بعد اُنھوں نے دو سواریاں پیش کیں جو اسی سفر کی غرض سے اُنھوں نے پہلے سے تیار کر رکھی تھیں

عبداللہ ابن اُریقط کو اُنھوں نے بطور رہبر کے معاوضہ پر طے کرلیا۔ (نبی رحمت)

**روانگی** شب کا وقت ہے، صبح ہجرت کے لئے سفر ہے، اِس لئے اللہ کا پیغامبر حضرت علیؓ کو تمام امانتیں جو اُس "الصادق الامین" کے پاس دوست و دُشمن دونوں کی جمع ہیں، سمجھا رہا ہے کہ وہ ان سب کو اہلِ حق کو دے کر پھر مدینہ آئیں۔

صبح صادق ہوتی ہے۔ داعیٔ حق اللہ کا نام لے کر اُٹھتا ہے اور حضرت علیؓ آپؐ کے بستر پر آرام فرماتے ہیں۔ باہر نکل کر دیکھتا ہے کہ دشمنوں کا محاصرہ ہے۔ سورہ یٰسٓ وردِ زبان ہے۔ اور جب فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پر پہنچتے ہیں تو زمین سے خاک اُٹھا کر اُس کو دشمنوں کی طرف پھینکتے ہیں۔ اللہ کی مدد ساتھ دیتی ہے اور آپؐ دُشمنوں کی نظر میں خاک جھونک کر صاف صحیح وسلامت نکل جاتے ہیں۔

آبادی کے باہر صدیق اکبرؓ اور اُن کا غلام دو اونٹنیاں لئے حاضر ہیں، ایک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی، دوسری پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ (سیرت رسول کریم)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار کیطرف روانہ ہوئے تو اس یارِ غار اور ہمدم و جاں نثار محبّ بااخلاص کی بیتابی اور بےچینی کا عجیب حال تھا، کبھی آگے چلتے، کبھی پیچھے اور کبھی داہنے کبھی بائیں۔ آپؐ نے اسکی وجہ دریافت فرمائی تو عرض کیا، تاکہ کوئی آپ پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ آپؐ نے فرمایا؛ کیا تمھارا مقصد یہ ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! ۔ اسی ادائے جاں نثاری کا تأثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا تو فرماتے کہ ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن عمر کے تمام عمر کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔ رات سے مراد غارِ ثور کی رات اور دن سے مراد وہ دن ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبائل عرب مرتد ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ نے انکو سنبھالا۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۶۴)

واقعۂ ھجرت کے تصور سے حضرت مولانا قاری محمد احسن صاحب فتحپوری کا تاثر: ؎

| | |
|---|---|
| نظر سوئے کعبہ قدم بہرِ ہجرت | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| مقدس زمیں تجھ پہ رحمت خدا کی | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| پیارے وطن کے عزیز و اقارب | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| مری چشم پُرنم مرا دل شکستہ | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| یہ دیوار و در ہیں پیارے وطن کے | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| جفا و ستم کی نہ بجلی گراؤ | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| شکایت کا کلمہ زباں پر نہیں ہے | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| نہ سایہ میسر نہ جائے پناہ ہے | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| فضائے مدینہ معطر معطر | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |
| زبان پر وظیفہ ہے احسن ہمارا | سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ |

(نوادرات سیرت ص ۲۳۱)

**غارِ ثور** اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ) (ترجمہ: اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی تو اس کی اللہ نے مدد کی جس وقت اُس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں، جبکہ وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

غارِ ثور جو مکہ سے چند میل پر واقع ہے، جب مسافت وہاں تک قطع ہوتی ہے تو اللہ کا پیغامبر اور اس کا صدیق اس میں داخل ہوجاتے ہیں اور دشمنوں کی دوِش سے

محفوظ ہو جاتے ہیں۔

صبح کو جب اللہ کے دشمنوں کو اپنی ذلت و ناکامی کا علم ہوتا ہے تو سخت پیچ و تاب کھاتے ہیں، اور غم و غصہ میں آپ کے پیچھے دوش بھیجی جاتی ہے۔ ابوجہل بڑا انعام مقرر کرتا ہے کہ جو آپؐ کو گرفتار کر کے لائے وہی اس کا مستحق ہے۔

دوش پہاڑی پر پہنچ جاتی ہے اور غار کے سامنے ہی جستجو ہو رہی ہے، لیکن کور باطن ظاہری بینائی بھی کھو بیٹھے۔ ڈھونڈھتے ہیں پر کچھ نظر نہیں آتا۔

صدیق اکبرؓ کو خوف ہے کہ کہیں اللہ کا پیغامبر حق کا داعی ان ذلیل اور خونخوار درندوں کے ہاتھ گرفتار نہ ہو جائے، مگر سکینہ و وقار کے پیکر صبر و استقلال کی ہستی پر اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ جتنا اُڑ دیر سپیدی! ہنس کر فرمایا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" ابوبکر! فکر نہ کرو۔ اللہ کی مہربانی ہمارے ساتھ ہے۔ آخر اس معیت کا ثمر ابوبکرؓ نے وہ پایا کہ قیامت تک سرورِ عالمؐ کے رفیق کہلائے۔

## سراقہ

تین روز حفاظت سے غار میں بسر کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے اور عام راستہ چھوڑ کر سمندر کے ساحل کی راہ اختیار کی۔

دوسرے دن جب دوپہر ہوئی اور گرمی سخت پڑنے لگی، تو حضرت ابوبکرؓ نے ایک چٹان کے سایہ میں چادر بچھا کر آپؐ کو آرام کرنے کے لئے کہا اور خود کھانے کی چیز کی تلاش میں نکلے۔

ایک چرواہے کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا، اس سے ایک بکری کے تھن کو صاف کروایا، اور پھر اُس سے دودھ دوہا۔ اور غبار سے بچانے کے لئے برتن پر کپڑا لپیٹ کر خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے، پہلے آپؐ کو پلایا اور پھر خود پیا اور دوپہر ڈھلنے کے بعد پھر روانہ ہو گئے۔

ابوجہل اعلان کر چکا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کرے گا سَو اونٹ انعام پائے گا۔ کسی شخص نے سراقہ کے سامنے بیان کیا کہ ساحل پر مجھ کو ایسا شبہہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔

سراقہ نے ابوجہل کے انعام کے شوق میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے گرفتاری کے لئے پیچھا کیا۔ قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، گرا اور پھر اٹھا، اور آپ کا پیچھا کیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بددعا کی، سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں سما گیا۔ سراقہ نے معافی چاہی، گھوڑا اصلی حالت پر آ گیا۔ اب یہ سمجھا کہ اس انسان کے پاس کوئی دوسری قوت ہے، قریب ہے کہ اس کا دین غالب ہو اور یہ سب اہل مکہ ایک روز اس کے علم کے نیچے جمع ہوں۔

عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے متعلق کسی سے تذکرہ نہ کروں گا، مگر ایک التجا ہے۔ آپ نے اظہار کے لئے اشارہ فرمایا۔ اس نے کہا کہ آپ ایک عہد نامہ لکھ دیجئے کہ اگر مکہ پر آپ کا قبضہ ہو تو مجھے امان ہے۔ آپ نے صدیق اکبرؓ کو اشارہ فرمایا اور عہد نامہ لکھ کر اس کو دے دیا۔ سراقہ واپس ہو گیا۔ اور مکہ میں ابوجہل وغیرہ کو لطائف الحیل سے پیچھا کرنے کی کوشش سے روکا۔ اور اس طرح ان کا سارا مکر و فریب خاک میں مل کر رہ گیا۔ (سیرت رسول کریم ص۸۶)

## ہجرت سے ایک سبق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہجرت سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز و محبوب اور ہر مانوس و مرغوب شے بیدریغ قربان کیجا سکتی ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو مکہ جیسا محبوب شہر اور اہل وعیال کو خیرباد کہنے سے کسی چیز نے باز نہیں رکھا۔ بشری و انسانی تعلق و محبت اور ایمانی قوت اور ذوق و شوق کے ملے جلے جذبات آپ کے اس جملے سے جھلک رہے ہیں جو ہجرت کے وقت کہے تھے۔

مَا اَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّكِ اِلَيَّ وَلَوْلَا اِنَّ قَوْمِي اَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ

(یعنی تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کس قدر عزیز و محبوب ہے۔ اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔) (رواہ احمد والترمذی)

یہ اللہ کے اِس ارشاد کی تعمیل تھی:۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا — اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو
اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ — میری زمین فراخ ہے، تو میری ہی
فَاعْبُدُوْنِ ٥ (عنکبوت) — عبادت کرو۔

## مدینہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال

مدینہ میں انصار کو یہ اطلاع ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد شہر کے آخری کنارہ پر پہنچ جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار شروع کر دیتے اور اُس وقت تک وہاں سے نہ ہٹتے جبتک کہ دھوپ بہت تیز اور ناقابلِ برداشت نہ ہو جاتی اور وہ سائے کی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے، اُس وقت وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔ یہ گرمی کا موسم اور سخت تپش کا زمانہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ تشریف لائے اُس وقت انصار انتظار کے بعد اپنے گھروں میں جا چکے تھے۔ سب سے پہلے آپ پر ایک یہودی کی نظر پڑی۔ یہودی انصار کو ہر روز یہ سب کرتے دیکھتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر اُس نے بہت زور سے آواز لگائی اور انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع دی۔ وہ سب یہ سنتے ہی نکل پڑے اور دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ ہیں جو آپ ہی کے

ہمعمر معلوم ہو رہے تھے، اُن میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے پہلے زیارت نہیں کی تھی، اس لئے اُن لوگوں نے اپنے ذوق وشوق میں دونوں کو گھیر لیا اور ہجوم بڑھنے لگا، حضرت ابوبکرؓ نے یہ محسوس کرلیا کہ لوگ یہ نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ ان میں مخدوم کون ہے اور خادم کون؟ چنانچہ اُنھوں نے ایک چادر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کرلیا، اس سے یہ شبہہ زائل ہوگیا۔

تقریباً پانچ سو انصاریوں نے اس مبارک قافلہ کا استقبال کیا اور آخر میں ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور! تشریف لے چلیں، آپ ہر طرح مامون ومحفوظ ہیں آپ کی ہر بات میں اطاعت کی جائیگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے رفیقِ سفر اس قافلہ کے جلو میں روانہ ہوئے۔ اور ادھر سارا مدینہ آپکے استقبال اور خوش آمدید کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ خواتین کوٹھوں کی چھتوں سے نئے قافلہ کو دیکھ رہی تھیں اور ایکدوسرے سے کہتی تھیں کہ دیکھو ان میں حضورؐ کون ہیں؟ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی ایسا نظارہ نہیں دیکھا۔

لوگ راستوں اور گزرگاہوں پر اور مکانوں کی چھتوں، کھڑکیوں اور دروازوں پر جمع ہوگئے تھے۔ لڑکے اور نوکر خدمتگار ہر طرف کہتے تھے اللہ اکبر جاء رسول اللہ اللہ اکبر جاء محمد، اللہ اکبر جاء محمد، اللہ اکبر جاء رسول اللہ (اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لے آئے، اللہ اکبر، محمد تشریف لائے، اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لے آئے)

حضرت براء ابن عازبؓ جو اُس وقت کمسن تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہلِ مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے، لونڈیاں تک پکارتی پھر رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔
مسلمانوں نے آپ کی آمد آمد سے خوش ہو کر جوش و مسرت کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اس سے بڑھ کر اُن کیلئے کوئی مسرت نہ ہو سکتی تھی۔
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مدینہ اس وقت مسکرا اور فخر و مسرت سے اٹھلا رہا ہو، انصار کی بچیاں بڑے سرور و مستی کے عالم میں یہ اشعار پڑھتی تھیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

ترجمہ: ۱۔ پہاڑی کے اُس موڑ سے جہاں سے قافلے رُخصت کیے جاتے ہیں آج چودہویں کا چاند نکل آیا ہے۔
۲۔ جب تک دنیا میں اللہ کا ایک نام لینے والا بھی رہے گا، ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔
۳۔ اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

حضرت انس ابن مالک انصاری رضؓ جو اُس وقت کم عمر تھے کہتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ہیں، میں حاضر تھا، واقعہ یہ ہے کہ میں نے کوئی دن اُس سے زیادہ حسین اور روشن نہیں دیکھا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں (مدینہ) تشریف لائے۔ (نبیٔ رحمت)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

## قُبا میں قیام

مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر قُبا نامی آبادی ہے۔ یہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قُبا پہنچے تو آپؐ نے کلثوم بن ہدم رضؓ کے مکان پر قیام فرمایا۔

## تاسیسِ مسجد تقویٰ

قبا میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے آپؐ نے جو کام کیا، وہ یہ کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رُخ رکھا آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک ایک پتھر رکھا، اُس کے بعد دیگر صحابۂ کرام رضؓ نے پتھر لا کر رکھنے شروع کئے اور سلسلہ تعمیر کا جاری ہو گیا۔ صحابۂ کرام رضؓ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے۔ اور بسا اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے۔ صحابۂ کرام عرض کرتے یا رسول اللہ! آپ رہنے دیں، ہم اُٹھالیں گے تو آپ قبول نہ فرماتے۔

اسی مسجد کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی

| | |
|---|---|
| لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ۔ | البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ مسجد اس کی پوری مستحق ہے کہ آپ اسمیں جا کر کھڑے ہوں۔ اس مسجد میں ایسے مرد ہیں جو ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکی کو پسند کرتے ہیں |

---

عہ اب یہ مسجد قبا کے نام سے موسوم ہے۔ مختلف ادوار میں اسکی تعمیر و مرمت ہوئی۔ موجودہ تعمیر خادم حرمین شاہ فہد بن عبد العزیز آل سعود کے زیر انتظام ۲۶/۲/۱۴۰۶ھ مطابق ۲۱/۱۰/۱۹۸۶ء کو تکمیل کو پہنچی۔ (مرتب)

اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ — اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے پاک و صاف رہنے

الۡمُطَّهِّرِیۡنَ ○ (توبہ ۱۰۸) — والوں کو پسند کرتے ہیں۔

قُبا میں چند روز قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا اور ناقہ پر سوار ہوئے۔ راستہ میں محلہ بنی سالم پڑتا تھا، وہاں پہنچ کر جمعہ کا وقت آگیا۔ وہیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ یہ اسلام میں آپ کا پہلا خطبہ اور پہلی نماز جمعہ تھی۔

## پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ التقویٰ

یہ وہ خطبہ ہے جس کا ہر لفظ دریائے فصاحت و بلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے اور جس کا ہر حرف امراض نفسانی کے لئے شفا اور مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات ہے اور جس کا ہر کلمہ اربابِ ذوق کے لئے رحیق مختوم سے کہیں زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔ بغرض اختصار ہم اس کا ترجمہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:-

الحمد للہ، اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت اور مغفرت اور ہدایت کا طلبگار ہوں۔ اور اللہ پر ایمان رکھتا ہوں، اس کا کفر نہیں کرتا، بلکہ اُس کے کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں۔ اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جس کو اللہ نے ہدایت اور نور حکمت اور موعظت دے کر ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء و رسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور قیامت کا قرب تھا۔ جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے اُس نے ہدایت پائی۔ اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی

---

ؔ اب اسی جگہ مسجد جمعہ ہے، اسی کو مسجد بنی سالم بھی کہتے ہیں۔ مختلف ادوار میں اس کی تعمیر و مرمت ہوئی ہے۔ موجودہ تعمیر خادم حرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے دور حکومت میں ۱۴۱۲ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ (مرتب)

وہ بلا شبہ بے راہ ہوا، اور کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا۔ اور میں تم کو اللہ کے
تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت
یہ ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ و پرہیز گاری کا اس کو حکم دے۔ پس بچو اس چیز
سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا ہے۔ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور موعظت نہیں
اور بلا شبہ اللہ کا تقویٰ اور خوف الٰہی آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے
اور جو شخص ظاہر و باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کرلے جس سے مقصود محض
رضائے الٰہی ہو، اور کوئی دنیاوی غرض و مصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ
اصلاح دنیا میں اس کے لئے باعث عزت و شہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت
ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا غایت درجہ محتاج ہوگا، اور خلاف تقویٰ امور
کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ
حائل ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں۔ اور یہ ڈرانا اس
وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں۔ اللہ اپنے قول میں سچا
ہے اور وعدہ کا وفا کرنے والا ہے۔ اس کے قول اور وعدے میں خلف نہیں مَا یُبَدَّلُ
الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ۔ پس دنیا اور آخرت میں، ظاہر
میں اور باطن میں اللہ سے ڈرو۔ تحقیق جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے
گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے
تحقیق وہ بلا شبہ بڑا کامیاب ہوا۔ اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے کہ اللہ کے
غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضی سے بچاتا ہے۔ اور تقویٰ ہی قیامت
کے دن چہروں کو روشن اور منور بنالے گا اور رضائے الٰہی اور رفع درجات کا
ذریعہ اور وسیلہ ہوگا۔ اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو، اسمیں کمی نہ کرو

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کیلئے کتاب اُتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لئے واضح کیا، تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہو جائے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا اُسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اُس کی اطاعت بجالاؤ، اور اُس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو، اُس کی راہ میں کماحقّہٗ جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے۔ یعنی اپنا مطیع و فرمانبردار رکھا۔ پس اس نام کی لاج رکھو۔ منشاءِ الٰہی یہی ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو، اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے۔ کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں۔ پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ اور آخرت کے لئے عمل کرو جو شخص اپنا معاملہ اللہ سے درست کرلے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اُس کی کفایت کرے گا، کوئی شخص اُس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے۔ اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے۔ اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کرلو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو۔ اور اللہ سب کی کفایت کرے گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ انتہیٰ۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ص ۴۳۱)

**فائدہ** یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ ہے کہ جو آپ نے ہجرت کے بعد دیا تیرہ سالہ مظلومانہ زندگی کے بعد جو خطبہ دیا جارہا ہے، اُس میں ایک حرف بھی اپنے دشمنوں کی مذمت اور شکایت کا نہیں، سوائے تقویٰ، پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کے کوئی لفظ لسانِ نبوت سے نہیں نکل رہا ہے۔ بیشک آپ

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے مصداق تھے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ وَتَرَحَّمَ۔

نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر آپ ناقہ پر سوار ہوئے اور ابوبکرؓ کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور مدینہ کا رُخ فرمایا۔ اور انصار کا ایک عظیم الشان گروہ ہتھیار لگائے ہوئے آپ کے یمین و یسار آگے اور پیچھے آپ کے جلو میں چل رہا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ہر شخص کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ کاش آپ میرے یہاں قیام فرمائیں ہر طرف سے یہی والہانہ اور عاشقانہ استدعا و نیاز تھی کہ یا رسول اللہ! یہ غریب خانہ حاضر ہے آپ اُن کو دُعا دیتے اور یہ فرماتے کہ یہ ناقہ من جانب اللہ مامور ہے، جہاں اللہ کے حکم سے بیٹھ جائے گی وہیں قیام کروں گا۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

## حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام

بالآخر ناقہ محلہ بنی النجار (جو آپؐ کے ننہالی قرابت دار ہیں) میں خود بخود اس مقام پر رُک گئی جہاں اس وقت مسجد نبویؐ کا دروازہ ہے، مگر آپؐ ناقہ سے نہ اُترے، کچھ دیر کے بعد ناقہ اُٹھی اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی، اور کچھ دیر کے بعد اُٹھ کر پہلی جگہ پر آ کر بیٹھی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ سے اُترے اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کا سامان اُٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

## تعمیرِ مسجد نبوی

اوّل جس جگہ آپ کی ناقہ آ کر بیٹھی تھی وہ جگہ یتیموں کا مربد تھا۔ یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی۔ آپؐ نے اُس جگہ کی بابت دریافت فرمایا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ خرمن سہل اور سہیل کی ہے۔ آپ نے اُن دونوں یتیموں کو بلایا، تاکہ اُن سے یہ قطعہ زمین خرید کر

مسجد بنائیں، اور اُن کے چچا سے جن کے زیر تربیت یہ دونوں یتیم تھے خرید وفروخت کی گفتگو فرمائی۔ اُن دونوں نے کہا کہ ہم اِس خرمن کو بلا کسی معاوضہ کے آپ کی نذر کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے اِس کی قیمت کے خواستگار نہیں، مگر آپؐ نے قبول نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید فرمایا۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اِس خرمن کی قیمت دیدیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دس دینار اس کی قیمت میں ادا کئے۔ (فتح الباری صہ ۱۹۲)

بعد ازاں اُس زمین پر جو کھجور کے درخت تھے آپ نے ان کو کٹوانے اور قبور مشرکین کے ہموار کر دینے کا حُکم دیا۔ اور اُس کے بعد کچّی اینٹیں بنانے کا حکم دیا اور خود بنفس نفیس اُس کے بنانے میں مصروف ہو گئے۔ اور انصار و مہاجرین بھی آپ کے شریک تھے۔ صحابہؓ کے ساتھ آپ خود بھی اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے ؎

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرْ      هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرْ

(یعنی یہ خیبر کی کھجوروں کا بوجھ نہیں، اے پروردگار یہی بوجھ سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

اور کبھی یہ پڑھتے ؎

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةْ      فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

(اے اللہ! بلاشبہ حقیقت میں اجر تو آخرت کا اجر ہے، پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما، جو صرف آخرت کے اجر کے طلبگار ہیں۔)

اور ایک روایت میں اِس طرح ہے ؎

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ    فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

(اے اللہ! آخرت کی بھلائی اور خیر کے سوا کوئی خیر اور بھلائی نہیں، پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما جو صرف آخرت کی بھلائی اور خیر کے خواہاں ہیں۔

## تعمیر حجرات برائے ازواج مطہرات

جب آپ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ازواج مطہرات کیلئے حجروں کی بنیاد ڈالی اور سر دست دو حجرے تیار کرائے۔ ایک حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہؓ کے لئے۔ بقیہ حجرے بعد میں حسب ضرورت تعمیر ہوتے رہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

## مواخات مہاجرین وانصار

مہاجرین جب مکہ سے اللہ کے لئے اپنے اہل وعیال، خویش واقارب اور گھر بار کو چھوڑ کر مدینہ پہنچے تو آپ نے مہاجرین وانصار کو مواخات (بھائی بندی) کا حکم دیا، تاکہ وطن اور اہل وعیال سے مفارقت کی وحشت اور پریشانی، انصار کی اُلفت ومؤانست سے بدل جائے۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین ومددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور کمزور کو قوی اور زبردست کی اُخوت سے قوت حاصل ہو۔ اور ضعیف قوی کے لئے قوتِ بازو بنے، اعلیٰ شخص ادنیٰ شخص کے فوائد سے اور ادنیٰ اعلیٰ کے منافع سے مستفید اور منتفع ہو۔ اور مہاجرین وانصار کے منتشر دانے ایک رشتۂ مواخات میں منسلک ہوکر شیٔ ر واحد بن جائیں۔ تشتت اور تفرق کا نام ونشان نہ رہے سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لیں، جو تفرق اور اختلاف بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنا یہ اُمتِ مرحومہ اُس سے بالکلیہ محفوظ رہے۔

اور اجتماع کی وجہ سے اللہ جلّ جلالہٗ کا ہاتھ اُن کے سر پر ہو۔ اور اگر زمانۂ جاہلیت کے تفاخر اور مباہات کا کوئی فاسد مادہ قلب میں باقی ہے تو اِس رشتۂ مساوات سے اس کا استحصال اور قلع قمع ہو جائے، اور قلب بجائے تفاخر، تعلّی اور غرور و نخوت کے تواضع و مسکنت اور مواخات و مواسات سے معمور ہو جائے۔ خادم اور مخدوم، غلام اور مولیٰ، محمود اور ایاز سب ایک ہی صف میں آجائیں۔ دنیا کے سارے امتیازات مٹ کر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کا شرف اور بزرگی باقی رہ جائے۔ کما قال تعالیٰ:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط | تحقیق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ |

اِنہی مصالح کی وجہ سے آپ نے ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط مہاجرین میں باہمی رشتۂ مواخات قائم فرمایا اور پھر ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات فرمائی۔

چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: مواخات دو مرتبہ ہوئی۔ ایک مرتبہ فقط مہاجرین کے مابین تھی کہ ایک مہاجر دوسرے مہاجر کا بھائی قرار دیا گیا اور یہ مواخات مکہ میں ہوئی۔ اور دوسری مواخات ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار کے مابین ہوئی۔

## دوسری مواخات

دوسری مواخات ہجرت کے پانچ ماہ بعد پینتالیس[۴۵] مہاجرین اور پینتالیس انصار کے مابین حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہوئی۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا گیا۔ (فتح الباری صفحہ ۲۱)

انصار نے جو مواخات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا اوّلین وآخرین میں اُس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ زر اور زمین، مال اور جائداد سے جو مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ تو کیا ہی، کہ زمین اور باغات مہاجرین کو دے ڈالے۔ اُن سب سے بڑھ کر یہ کیا کہ جس انصاری کی دو بیویاں تھیں اُس نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کر دیں اُس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد تم اُس سے نکاح کر لو۔

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ (زرقانی صہ ۳۷۴/۱) (سیرۃ المصطفیٰ)

چنانچہ مہاجرین نے انصار کے اِس بے مثال ہمدردی اور ایثار کو دیکھکر آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس قوم پر ہم آکر اُترے ہیں اُن سے بڑھ کر کسی قوم کو ہم نے ہمدرد اور غمگسار، مخلص اور وفاشعار، تنگی اور فراخی ہر حال میں مددگار نہیں دیکھا۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ سب اجر اُنہی کو مل جائے، اور ہم اجر سے بالکل محروم رہ جائیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں، جب تک تم اُن کے لئے دعا کرتے رہو۔ یعنی دعا کا احسان درہم و دینار کے احسان سے کم نہیں، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے دراہم معدودہ تو درکنار، اگر تمام خزائن عالم کو ترازو کے ایک پلہ میں اور صرف ایک مخلصانہ دعا کو دوسرے پلہ میں رکھ کر تولا جائے تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ یہی دعا کا پلہ بھاری رہے گا۔ اور یہ انشاء اللہ تعلیق کی بنا پر نہیں بلکہ تبرّکاً اور تأدّباً کہتا ہوں۔ امام بخاریؒ نے جامع صحیح کی کتاب التوحید کے باب میں نے المشیئۃ والارادۃ کے ذیل میں بکثرت ایسی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور تعلیق نہیں بلکہ بطور تبرک انشاء اللہ کھانا کو رہے۔

اُم المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریقہ ہے تو اُم المومنینؓ بھی اُس فقیر کو دعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں۔ کسی نے کہا اے ام المومنین! آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہیں اور جس طرح وہ آپ کو دعا دیتا ہے اسی طرح آپ بھی دعا دیتی ہیں؟ فرمایا کہ اگر میں اسکو دعا نہ دوں اور فقط صدقہ دوں تو اُس کا احسان مجھ پر زیادہ ہے۔ کیونکہ دُعا صدقہ سے کہیں بہتر ہے، لہذا دعا کی مکافات دعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص رہے، کسی احسان کے مقابلہ میں نہ ہو (کذا فی المفاتیح شرح المصابیح) لہذا جو شخص دراہم معدودہ دیکر مخلصانہ دعاؤں کا سودا کر سکتا ہے وہ کبھی نہ چوکے اور موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے سہ

جمادے چند دادم جان خریدم بحمد اللہ زہے ارزاں خریدم

(ترجمہ: چند ٹھیکر یاں دیکر میں نے جان خریدلی، اللہ کے فضل سے بہت ہی ارزاں خریدا) (مولانا روم)

## نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

جبتک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں رہے آپ کو صرف یہ حکم تھا کہ دلائل و حجت سے بطریق احسن نصیحت کر کے لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں اور بُت پرستی سے منع کریں، اور کفار کی ایذاؤں اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں، تاکہ حجتِ الٰہیہ قائم ہو جائے اور حق و باطل واضح ہو جائے حرب و قتال کی اجازت نہ تھی، اور تبلیغ کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ہجرت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا گھر بار، خاندان، اقربا، وطن اور قبیلہ سب کو اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترک کر دیا اور آپکا ساتھ دیا، مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا عرب اور تمام یہود اُن تھوڑے سے اللہ کے بندوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے متفق ہو گئے۔ جب نوبت یہاں تک

پہنچ گئی تب آپ کو اجازت دی گئی کہ جو شخص آپ سے لڑے اور لڑائی کی ابتدا کرے اُس سے آپ بھی لڑ سکتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ "اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصۡرِهِمۡ لَقَدِیۡرُ ۙ" (حج ۲۹) ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ (اصح السیر ملخصاً ص۶۹)

اسلامی روایات اور تعامل صحابہؓ کو جمع کرنے کے بعد اس میں شک نہیں رہتا کہ اسلام میں جس طرح بغرض تحفظ مدافعانہ جہاد کو فرض کیا گیا، اسی طرح حفظ ماتقدم اور موانع تبلیغ کو راستہ سے ہٹانے کے لئے اقدامی جہاد قیامت تک ضروری کیا گیا ہے۔ اِس لئے آپؐ نے کفار کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے اور کبھی تبلیغِ دین کے لئے جہاد و قتال کیا ہے۔ (اوجز السیر ص۹۶)

**غزوہ** بعض جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ اس کو اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں۔ غزوات کی مجموعی تعداد تیئیس ۲۳ ہے۔ جن میں سے نو ۹ میں جنگ کی نوبت آئی۔ باقی میں نہیں۔

**سریہ** اور بعض میں خاص خاص صحابہؓ کی قیادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر روانہ فرمائے۔ اس کو سریہ کہتے ہیں سرایا کل تینتالیس ۴۳ ہیں۔

**ف**: اب ہم یہاں مشہور غزوہ مثلاً غزوہ بدر، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں:۔

## غزوۂ بدر کی فیصلہ کُن جنگ

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک ۲ سنہ ھ میں بدر کی وہ فیصلہ کُن اور تاریخ ساز جنگ ہوئی۔ جس میں اُمتِ اسلامیہ کی تقدیر اور دعوتِ حق کے مستقبل کا فیصلہ ہوا۔ جس پر پوری نسل انسانی کی قسمت کا انحصار تھا۔

اس کے بعد سے آج تک مسلمانوں کو جتنی فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں اور ان کی جتنی حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں وہ سب اسی فتح مبین کی رہین منت ہیں جو بدر کے میدان میں اس مٹھی بھر جماعت کو حاصل ہوئی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو "یوم الفرقان" (فیصلہ کا دن) قرار دیا ہے۔ (نبی رحمت ۱۶۲)

بدر ایک گاؤں کا نام ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ عظیم الشان جہاد اسی سرزمین پر واقع ہوا۔ رمضان المبارک کی ۸ یا ۱۲ تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس اپنے ۳۱۳ جان نثار صحابہؓ کے ساتھ میدانِ جنگ میں مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تمام لشکر میں دو گھوڑے اور ساٹھ یا ستر اونٹ تھے۔

## بارگاہِ الٰہی میں آہ و زاری اور دعا و مناجات

۱۷ رمضان المبارک کو بروز جمعہ جنگ ہوئی جنگ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا و مناجات کی۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر یہ مٹھی بھر مسلمان صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے تو دنیا پر توحید کا علم بلند کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائیگا۔

(رحمۃ للعالمین)

## مشرکین کی شکست فاش

تھوڑی ہی دیر میں مشرکین کے لشکر میں ناکامی اور اضطراب کے آثار نمودار ہو گئے، ان کی صفیں مسلمانوں کے سخت اور تابڑ توڑ حملوں سے درہم برہم ہونے لگیں اور معرکہ اپنے انجام کے قریب جا پہنچا پھر مشرکین کے جتھے بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹے اور بھگدڑ مچ گئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ بن خلف سب ایک ایک کرکے

مارے گئے۔ کل ستر مشہور آدمی مارے گئے، اور اتنے ہی قید ہوئے۔ مسلمانوں میں قریش کے چھ اور انصار کے آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ (الرحیق المختوم ص۳۴۱)

**ابولہب کا حال زار** ابولہب شریک جنگ تھا۔ مکہ میں جب اسکو شکست کی اطلاع ملی تو غم و غصہ میں خاموش رہا اور مکان میں چلا گیا۔ سات روز مصداق مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ غصہ میں گھل کر مر گیا۔

**اسیرانِ بدر اور اسلام میں تعلیم کی اہمیت** اسیرانِ قریش میں دو قسم کے گروہ تھے۔ ایک مالدار دوسرا غریب، پیغمبر اسلام نے فیصلہ فرمایا کہ جو جماعت مالدار ہے اسکو مال لیکر رہا کر دو۔ اور جو غربا کی جماعت ہے اس سے معاہدہ کرلو کہ وہ ایک خاص مدت تک مدینہ میں رہیں اور ہر شخص دس بچوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دے، یہی ان کا فدیہ ہے۔ جس کو قریشی اسیروں نے بخوشی منظور کرلیا۔

آج بیسویں صدی میں جبکہ دنیا جدید تہذیب و تمدن کی مدعی ہے، خصوصاً یورپ جبکہ اپنے آپ کو تہذیب جدید کا بانی اور مجدد سمجھتا ہے، کوئی ایسی رذی مثال بھی پیش کیجا سکتی ہے جو مجرموں اور دشمنوں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک میں اس درجہ کو پہنچ سکے جس کا مظاہرہ اسلام آج سے ۱۳۵۰ برس پہلے کر چکا ہے۔ (سیرت رسول کریم)

**صلح حدیبیہ، بیعت رضوان** شروع ذیقعدہ ۶ھ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا احرام باندھا۔ صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت بھی جن کی تعداد چودہ پندرہ سو بتائی جاتی ہے آپ کے ساتھ ہوئی۔ (سیرت مغلطائی)

حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے۔ اور اسی کے نام سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ مشہور ہے۔

**آپ کا معجزہ** ایک کنواں بالکل خشک تھا، آپ کے اعجاز سے

اُس میں اتنا پانی آگیا کہ سب سیراب ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ قریش کو مطلع کر دیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اِس وقت محض زیارتِ بیت اللہ اور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، اور کوئی سیاسی غرض نہیں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو کفار نے اُن کو روک لیا۔ اِدھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی، جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ بلکہ قریش نے سہیل بن عمرو کو شرائطِ صلح طے کرنے کے لئے بھیجا۔ حسبِ ذیل شرائط طے ہو کر عہد نامہ لکھا گیا۔ اور دس سال کے لئے باہمی صلح ہو گئی۔

(۱) مسلمان اِس وقت واپس جائیں (۲) آئندہ سال صرف تین دن قیام کر کے واپس جائیں (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ تلوار ساتھ میں ہو تو میان میں رکھیں (۴) مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں (۵) اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں (۶) اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اُسے واپس کر دیں (۷) اگر مدینہ سے کوئی آجائے تو کفار اسے واپس نہ کریں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں، اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ تھی، لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کا نام فتح رکھا۔ اور اِسی سفر میں سورۂ فتح نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اِس طرح دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے تو باصرار آپ کی خدمت میں عرض کیا، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی تمام تر فلاح مضمر ہے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اِس معمہ کو حل کر دیا۔ کیونکہ اِس صلح کی بدولت اطمینان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان آمدورفت شروع ہو گئی۔ کفّار آپ کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس آنے جانے لگے۔ اِدھر اسلامی اخلاق کی مقناطیسی کشش نے اُن کو کھینچنا شروع کیا۔ مورّخین کا بیان ہے کہ اِس عرصہ میں اِس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اور درحقیقت یہ صلح فتح مکّہ کا پیش خیمہ تھی۔ (اوجز السیر)

## فتح مکّہ

حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، مسلمان اپنی عادت کے موافق پوری پابندی کے ساتھ اُس پر عامل تھے کہ ۸ھ میں قریش نے عہد شکنی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیج کر قریش کے سامنے چند شرطیں تجدیدِ عہدِ صلح کے لئے پیش فرمائیں اور آخر میں تحریر فرما دیا کہ اگر یہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ قریش نے نقضِ معاہدہ ہی کو پسند کیا۔

بالآخر آپؐ نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بروز چہار شنبہ عصر کے بعد دس ہزار صحابہؓ کی جمعیت کے ساتھ آپ مدینہ سے نکلے۔ مقام ابواء میں ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور رضاعی بھائی تھے) اور عبداللہ ابن ابی امیہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے) ہجرت کر کے مدینہ جاتے ہوئے ملے۔ دونوں نے بارگاہِ نبویؐ میں حاضری کی اجازت چاہی، مگر چونکہ ان دونوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

بہت سخت تکلیفیں پہنچی تھیں، اِس لئے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے
حاضری کی اجازت نہیں دی ۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سفارش کرتے ہوئے
عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے مکارمِ اخلاق سے یہ امید ہے کہ آپ کے خوانِ نعمت سے
آپ کا چچا زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی سب سے زیادہ محروم اور بدنصیب نہ رہیں گے۔
جب آپ کا ترحم اور عفوِ عام ہے تو پھر یہی کیوں محروم رہیں ؎

اقربارا کجا کنی محروم    تو کہ با دُشمنان نظر داری

اُدھر ابو سُفیان بن حارث نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں حاضری کی
اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو لے کر کسی صحرا میں نکل جاؤں گا اور وہیں
بھوکا اور پیاسا مر جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین رضؓ کی شفاعت
اور اُن دونوں کی اس درجہ خجالت و ندامت کو سُن کر حاضری کی اجازت
مرحمت فرمائی۔ حاضر ہوتے ہی دونوں مشرف باسلام ہوئے اور مسلمانوں کے
ہمراہ مکّہ روانہ ہو گئے۔

حافظ ابن عبد البر اور محب طبری راوی ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے ابو سفیان
بن حارث کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہو کر وہ کہیں جو یوسف
علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا۔ یعنی :۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا    قسم ہے اللہ کی بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت
وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ ٥ (یوسف ۹۱)    دی اور بلا شبہہ ہم قصور وار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سامنے سے آنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ چہرۂ انور کی
حیا اور چشمہائے شرمگیں آپ کے اور عتاب کے درمیان حائل بن جائیں۔ چنانچہ

ایسا ہی ہوا۔ اور رحمتِ عالم اور حیا مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ جواب نکلا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۝ آج کے دن تم پر کوئی الزام اور ملامت نہیں اللہ تمہارا قصور معاف کرے، وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (یوسف ۹۲)

ابوسفیان کی معذرت قبول ہوئی اور حسب ارشاد نبوی "اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" اسلام کی کدال نے ابوسفیان بن حارث کے قلب کو کھود کر ایسا صاف کر دیا کہ اب اُس میں آپ کی خاطر کی کدورت کا کوئی ریزہ باقی نہ چھوڑا، اور ایمان واحسان اور اخلاص وایقان کو کوٹ کوٹ کر اُن کے دل میں ایسا بھر دیا کہ باہر سے کفر کا کوئی غبار اور ذرہ اُڑ کر اُن کے دل میں نہ پہنچ سکے اور اسی وقت سے اللہ اور اُس کے رسول کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کے لئے آپ کے ہم رکاب ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث نے حیاء کی وجہ سے مدۃ العمر آپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے جنت کی شہادت دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (سیرۃ المصطفیٰ بحوالہ زرقانی ص ۳)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق اور ابوسفیان بن حرب کا قبول اسلام

مشہور صحابی رسول حضرت ابوسفیان بن حرب جو اب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور قریش کے تقریباً تمام ہی معرکوں میں اُن کی فوج کے افسر بھی یہی ہوتے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلامی لشکر کی خبر لینے کیلئے مکہ سے باہر نکلے تھے مر الظہران میں صحابہؓ نے اُنھیں گرفتار کرلیا لیکن گرفتار ہو کر جب

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں تو وہاں سے معافی کا حکم ہو جاتا ہے۔ اور اسی کا یہ اثر ہے کہ ابو سفیان فوراً اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں۔ اور اب ہم اُنکو حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

حضرت ابو سفیان کے مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سفیان سردارانِ مکہ سے ہے، فخر کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا آپ اُس کے لئے کوئی ایسی شے کر دیں جو اُس کے لئے باعثِ عزت و شرف اور موجب امتیاز ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اچھا اعلان کر دو کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے۔ ابو سفیان رضؓ نے کہا، یا رسول اللہ! میرے گھر میں سب آدمی کہاں سما سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔ ابو سفیان رضؓ نے کہا یا رسول اللہ! مسجد بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے۔ ابو سفیان رضؓ نے کہا، ہاں! اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ صفحہ ۲/۳)

## الیوم یوم المرحمۃ

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مر الظہران سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس رضؓ کو حکم دیا کہ ابو سفیان کو لے کر پہاڑ پر کھڑے ہو جائیں، تاکہ لشکرِ اسلام کو بخوبی دیکھ سکیں۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے جب قبائل جوق در جوق گزرنے لگے تو ابو سفیانؓ دنگ رہ گئے اور یہ کہا، تمھارے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔ **ف**: سبحان اللہ کیا ہی معرفت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

مہاجرین کا عَلم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اور انصار کا عَلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ سعد بن عبادہؓ جب اُدھر سے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر اُنھیں جوش آگیا اور جوش میں یہ کہہ بیٹھے:

الیوم یوم الملحمۃ — آج کا دن لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ
الیوم تستحل الکعبۃ — میں قتل وقتال حلال ہوگا۔

ابوسفیانؓ نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ مہاجرین وانصار کا لشکر ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

سامنے سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ابوسفیانؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا آپ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے؟ اور سعدؓ کا قول نقل کیا، اور عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیتا ہوں، نیکی اور صلہ رحمی میں آپ سب سے بڑھ کر ہیں آپ نے فرمایا:۔

یا ابا سفیان الیوم یوم — اے ابوسفیان آج کا دن مہربانی کا
المرحمۃ، یعز اللہ فیہ — دن ہے، جس میں اللہ قریش کو
قریشا — عزت بخشے گا۔

اور یہ حکم دیا کہ عَلم سعد بن عبادہ کے ہاتھ سے لے کر اُن کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ص۲۲)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

## مکہ مکرمہ میں متواضعًا داخلہ

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں داخل ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کے ادب واحترام کو غایت درجہ ملحوظ رکھا۔ تواضع کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے شاہانہ شان سے داخل نہیں ہوئے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورہ انّا فتحنا پڑھ رہے ہیں۔

اس عظیم الشان فتح کے وقت مسرت اور نشاط و فرحت اور انبساط کے آثار کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں تخشع اور تضرع، تذلل اور تمسکن کے آثار بھی چہرۂ انور پر نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقہ پر سوار تھے، تواضع سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی۔ اور آپ کے خادم اور خادم زادہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ (بخاری)

حضرت انس راوی ہیں کہ جب آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے، لیکن آپ تواضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔

(رواہ الحاکم بسند جید)

معجم طبرانی میں حضرت ابو سعید خدری رض سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ اور پھر یہ سورت تلاوت فرمائی "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ" (زرقانی ص۳۲۲)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر مبارک اس پر تھی کہ ایک وہ وقت

تھا کہ میں نے اسی شہر سے کس بے کسی اور بے بسی کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دشمنوں سے گریزاں اور تن تنہا یہاں سے نکلا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ حق تعالیٰ کی نصرت واعانت سے اسی شہر میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ فاتحانہ داخلہ ہو رہا ہے۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام کُدا ریں سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور خالد بن ولیدؓ کو اسفل مکہ مقام کُدیٰ سے داخل ہونے کا اور زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ یعنی مقام کُدا ریں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بالقتال نہ کرنا، جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا۔ بعد ازاں آپؐ نہایت ادب و احترام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اول اُمِّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ اور غسل کر کے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (بخاری)

جب امن وامان قائم ہوگیا اور لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ مطمئن ہوگئے اور فتح مکہ مکمل ہوگئی تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ (سیرت المصطفیٰ ص۲۷/۳)

## مسجد حرام میں داخلہ

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔

دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حرم محترم میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپؐ ایک ایک بُت کی طرف چھڑی سے اشارہ کر کے یہ پڑھتے جاتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اور بُت منہ کے بل اوندھے گر جاتے تھے۔ (سیرت المصطفیٰ)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے تو اُس وقت آپ ناقہ پر سوار تھے، اسی حالت میں طواف فرمایا۔ طواف سے فارغ ہوکر عثمان بن طلحہ کو بُلاکر خانہ کعبہ کی کنجی لی اور بیت اللہ کو کھلوایا۔ اندر تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔

یہ رمضان المبارک کی بیس تاریخ تھی۔ باب کعبہ پر آپ کھڑے ہوئے اور کلید آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس وقت آپ نے یہ خطبہ دیا:۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

## خطبۂ فتح

شہنشاہیٔ اسلام کا یہ پہلا دربار عام تھا۔ خطبۂ سلطنت یعنی بارگاہِ احدیت کی تقریر خلافتِ الٰہی کے منصب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی جس کا خطاب صرف اہل مکہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا:۔

| | |
|---|---|
| لا الٰہ الا اللہ وحدہ | ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کا |
| لاشریك له صدق وعدہ | کوئی شریک نہیں، اُس نے اپنا وعدہ سچا کیا |
| ونصر عبدہ هزم الاحزاب | اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا |
| وحدہ الا كل ماثرۃ | توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام انتقامات، |
| اودم اومال يدعى فهو | خوں بہائے قدیم، تمام خوں بہا سب میرے |
| تحت قدمی هاتين | قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت |
| الاسدانة البيت وسقاية الحجاج ........ | اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں |
| يامعشر قريش ان الله | اے قوم قریش! اب جاہلیت کا |
| قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية | کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے |

وتعظمها بالاباء۔ الناس — مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔
من ادم وادم من تراب۔ — اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

پھر قرآن مجید کی آیت پڑھی جو حسب ذیل ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایکدوسرے سے پہچان لئے جاؤ، لیکن اللہ کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ۔ (بخاری)

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا ہے۔

تمام اعمال اور عقائد کا اصل الاصول اور دعوت اسلام کا اصلی پیغام توحید ہے، اس لئے سب سے پہلے اسی سے ابتدا کی گئی۔

## خطبہ کے اصولی مطالب

عرب میں دستور تھا کہ کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تو اُس کے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پاجاتا تھا۔ یعنی اگر اُس وقت قاتل ہاتھ نہ آسکا تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھ لیا جاتا، اور سینکڑوں برس گزرنے کے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مرچکا ہے تو اُس کے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اسی طرح خون بہا کا مطالبہ بھی ابًا عن جدٍ چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب میں سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ اس طرح

اور بہت سی لغو باتیں مفاخر قومی میں داخل ہو گئی تھیں۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا۔ اور اس بنا پر آپ نے (اس طریق) انتقام اور خون بہا نیز اور تمام غلط مفاخر کی نسبت فرمایا کہ " میں نے ان کو پاؤں سے کچل دیا۔"

عرب اور تمام دنیا میں نسل اور قوم و خاندان کے امتیاز کی بنا پر ہر قوم میں فرق مراتب قائم کئے گئے تھے۔ جس طرح ہندوؤں نے چار ذاتیں قائم کیں اور شودر کو وہ درجہ دیا جو جانوروں کا درجہ ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بندش کر دی کہ وہ کبھی اپنے رتبہ سے ایک ذرہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اس نے تمام دنیا پر کیا، مساوات عام کا قائم کرنا تھا۔ یعنی عرب و عجم، شریف و رذیل، شاہ و گدا سب برابر ہیں۔ ہر شخص ترقی کے ہر انتہائی درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور پھر توضیح فرمائی کہ "تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبارانِ قریش سامنے تھے ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کی تیغ و سنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت کی ایڑیوں کو لہو لہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت

کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔

## قریش کو عفوِ عام

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا۔ "تم کو کچھ معلوم ہے! میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، بے رحم تھے، لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اٹھے کہ اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ (تو شریف بھائی ہے اور شریف بھائی کا بیٹا ہے) ارشاد ہوا:۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ تم پر کچھ الزام نہیں۔
اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (سبل الهدیٰ والرشاد ص ۲۴۲)

کفارِ مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب وہ وقت تھا کہ اُن کو ان کے حقوق دلائے جاتے۔ لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی مملوکات سے دستبردار ہو جائیں۔ (سیرۃ النبی ص ۲۹۳)

## حجابت و سقایت

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کنجی ہم کو عطا فرما دیجیے تاکہ سقایتِ زمزم کے ساتھ حجابتِ بیت اللہ (بیت اللہ کی دربانی) کا شرف بھی ہم کو حاصل ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں

تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا۔ پہنچادو امانت والوں کو۔

آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلاکر انکو کنجی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ کے لیئے لے لو۔ (یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی۔) میں نے خود نہیں دی۔ بلکہ اللہ نے تم کو دلائی ہے۔ سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا۔ (سیرۃ المصطفٰی صفحہ ۳)

ف: چنانچہ مطابقِ فرمانِ نبوی وہ کنجی آج بھی اُنہی کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔ (مرتب)

## مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپسی

فتح مکہ کے بعد آپ پندرہ روز مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ اُس وقت انصار کو یہ خیال کرکے رنج تھا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہیں اقامت فرمائیں گے اور ہم آپ سے دور ہو جائیں گے۔ مگر جب آپؐ کو اُن کے اِس خیال کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ اب تو ہماری موت وحیات تمہارے ساتھ ہے۔ پھر حضرت عتاب بن اُسید کو مکہ کا امیر مقرر فرماکر خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (سیرت رسول کریم صفحہ ۱۳)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

# حَجّۃ الوداع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چونکہ یہ آپ کی عمر کا آخری حج تھا اس لئے اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات و منٰی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے خطبہ دیا۔ جس میں اس طرح کا خطاب فرمایا کہ اب یہ آخری حاضری و ملاقات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو صحابہؓ کو خبر دی صحابہؓ نے بھی آپؐ کے ساتھ چلنے کا سامان کیا۔ یہ خبر اطراف مدینہ میں پہنچی تو ہر طرف سے لوگ جوق در جوق یہ نیت کر کے چل پڑے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کریں۔ راستہ میں اتنی مخلوق کا اجتماع ہوگیا کہ جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ شیدائیانِ اسلام کا اتنا بڑا مجمع اس سے قبل نہ دیکھا گیا ہوگا۔ ایک اندازہ کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار یا چوبیس ہزار کا مجمع عرفات میں موجود تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

اس سفر میں تمام ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ (اصح السیر) ذوالحلیفہ سے آپؐ نے احرام باندھا۔ روحاء، عرج، ابواء ہوتے ہوئے آپ مقام سَرِف پہنچے۔ ذی الحجہ کی ۴ تاریخ گزر چکی تھی تو ثنیہ العلیاء کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں داخل ہو کر طواف و سعی کیا۔ ۸ تاریخ تک آپؐ نے مکہ میں قیام فرمایا ۸ ذی الحجہ کو آپ منٰی کے لئے روانہ ہوئے اور اس روز وہاں قیام فرمایا۔ پھر ۹ ذی الحجہ بروز جمعہ آپ عرفات کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں اونٹ پر بیٹھ کر آپ نے وہ خطبۂ عظیمہ ارشاد فرمایا جو اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔ (اصح السیر ص۴۲)

# حجۃ الوداع میں
# رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

یہاں پر ہم اُس خطبہ کا پورا متن درج کر رہے ہیں جو آپ نے عرفہ کے روز دیا تھا۔ اِسی طرح ایام تشریق کے درمیان جو خطبہ آپ نے دیا تھا اُس کا بھی پورا متن یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ اِس لیے کہ یہ دونوں عظیم الشان خطبے اپنے اندر حد درجہ سامانِ موعظت رکھتے ہیں اور کثیر فوائد پر مشتمل ہیں۔

## خطبۂ عرفہ

اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا۔ اَلَا اِنَّ کُلَّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ وَاَنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُہٗ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَۃَ الْحَارِثِ کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْہُ ھُذَیْلٌ وَرِبَا الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّہٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّہٗ، فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانَۃِ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ، وَلَکُمْ عَلَیْھِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا تَکْرَھُوْنَہٗ، فَاِذَا فَعَلْنَ ذٰلِکَ فَاضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَقَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا لَمْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِہٖ، کِتَابَ اللّٰہِ وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ، فَمَاذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا نَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ

وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيُنْكِبُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) تم پر تمھارا خون اور تمھارا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ ہر جاہلی امر باطل ہے اور جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقامی خون) باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ابن ربیعہ ابن الحارث کا خون باطل کر دیتا ہوں جس نے بنی سعد میں پرورش پائی اور اس کو ہذیل نے قتل کر ڈالا۔ جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔ یہ سب کا سب باطل ہے۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تم نے اُن کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اُن کی شرمگاہوں کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھا ہے۔ اور تمھاری طرف سے اُن پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی غیر کو (جس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ہلکی مار مارو۔ اور اُن کا حق تمھارے اوپر یہ ہے کہ اُن کو معقول طریقہ پر اُن کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کرو میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں، اگر تم نے اُس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ۔ تم سے اللہ کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا، تم کیا جواب دوگے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپؐ نے شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا۔ "اے اللہ! تو گواہ رہنا"

---

ے مسند امام احمد بن حنبل میں ابن ربیعہ کے بجائے ربیعہ کا لفظ آیا ہے اور مراد ابن ربیعہ ہی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حاشیہ "نبی رحمت" صہ ۵۳۴

ایام تشریق کے وسط میں جو خطبہ آپ نے دیا تھا اُس کا متن یہ ہے :۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ! هَلْ تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ شَهْرٍ اَنْتُمْ وَفِیْ اَیِّ یَوْمٍ اَنْتُمْ وَفِیْ اَیِّ بَلَدٍ اَنْتُمْ؟ فَقَالُوْا، فِیْ یَوْمٍ حَرَامٍ، وَفِیْ بَلَدٍ حَرَامٍ، وَفِیْ شَهْرٍ حَرَامٍ، قَالَ، فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَیْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ یَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَفِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اِلٰی یَوْمِ تَلْقَوْنَهٗ. ثُمَّ قَالَ: اِسْمَعُوْا مِنِّیْ تَعِیْشُوْا، اَلَا لَا تَظْلِمُوْا، اَلَا لَا تَظْلِمُوْا، اَلَا لَا تَظْلِمُوْا، اِنَّهٗ لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ. اَلَا وَاِنَّ كُلَّ دَمٍ وَمَالٍ وَمَاثِرَةٍ كَانَتْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمِیْ هٰذِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ یُوْضَعُ دَمُ رَبِیْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ لَیْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَیْلٌ۔ اَلَا وَاِنَّ كُلَّ رِبًا فِی الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَضٰی اَنَّ اَوَّلَ رِبًا یُوْضَعُ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ اَلَا وَاِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ. ثُمَّ قَرَءَ:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ، ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ اَلَا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ اَلَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ قَدْ اَیِسَ اَنْ یَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ وَلٰكِنَّهٗ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَكُمْ۔ وَاتَّقُوا اللهَ فِی النِّسَاءِ فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَا یَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَیْئًا وَاِنَّ لَهُنَّ عَلَیْكُمْ حَقًّا وَلَكُمْ عَلَیْهِنَّ حَقًّا اَنْ لَا یُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ اَحَدًا غَیْرَكُمْ وَلَا یَاْذَنَّ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لِاَحَدٍ

تَكْرَهُوْنَهُ، فَإِنْ خِفْتُمْ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَإِنَّمَا أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، أَلَا وَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنِ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا وَبَسَطَ يَدَيْهِ۔ وَقَالَ، أَلَا! هَلْ بَلَّغْتُ؟ أَلَا! هَلْ بَلَّغْتُ؟ ثُمَّ قَالَ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلَّغٍ أَسْعَدُ مِنْ سَامِعٍ۔ (رواہ الامام احمد عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ)

(ترجمہ) اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے اور یہ کونسا دن ہے اور تم کس شہر میں ہو؟ لوگوں نے جواب دیا، یہ دن بڑا با حرمت اور یہ مہینہ بڑا قابل احترام ہے۔ اور یہ شہر، شہر حرام ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزتیں اسی طرح قیامت تک حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے پھر فرمایا سنو! مجھ سے وہ باتیں سنو جس سے تم صحیح زندگی گزار سکو گے خبردار، ظلم نہ کرنا! خبردار، ظلم نہ کرنا! خبردار، ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان شخص کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ راضی ہو (تو کوئی حرج نہیں)۔ ہر خون، ہر مال جو جاہلیت سے چلا آتا تھا، تا قیامت وہ باطل ہے۔ اور سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا خون ہے۔ اس نے بنی لیث میں پرورش پائی تھی اور ہذیل نے اس کو قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے۔ اور اللہ تعالٰی نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ جو سب سے پہلا سود باطل کیا جائے وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ ابتدا میں اللہ نے جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر اسی نقطہ پر آ گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جس کا

ترجمہ یہ ہے) اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں (یعنی) اُس روز (سے) کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ کتاب اللہ میں (برس کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں۔ اُن میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا راستہ ہے۔ تو ان (مہینوں) میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا" ہاں! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اور ہاں، شیطان بھی اِس سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اُس کی پرستش کریں، لیکن وہ تمھارے درمیان رخنہ اندازی کریگا۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمھاری دست نگر ہیں۔ وہ اپنے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ اور بیشک اُن کا تم پر حق ہے اور تمھارا اُن پر حق ہے، وہ یہ کہ وہ تمھارے علاوہ تمھارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں، اور نہ ایسے شخص کو تمھارے گھر آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اور اگر تم اُنکی نافرمانی سے خوف محسوس کرو تو اُنھیں نصیحت کرو، اور اُن کو اُن کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو، اور ہلکی مار مارو، اور اُنھیں کھانے کپڑے کا حق معلوم طریقے پر حاصل ہے۔ تم نے اُنھیں خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اُن کے ناموس کو اللہ کے نام سے حلال کیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ صاحبِ امانت کو واپس کر دے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا کہ، کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ پھر فرمایا، جو حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں، کیونکہ بہت سے غیر حاضر سُننے والوں سے زیادہ خوش بخت ہوتے ہیں۔ (نبیٔ رحمت ص۵۳۸)

خطبۃ الوداع کے متعلق مکرم جناب خلیق احمد نظامی بطور فائدہ یوں رقم طراز ہیں :۔

**ف** : یورپ کے ایک مشہور مؤرخ لارڈ ایکٹن نے فرانس کے "منشورِ حقوق

انسانی کے متعلق کہا تھا کہ کاغذ کا ایک پُرزہ دنیا کے کتب خانوں سے زیادہ وزنی اور نیپولین کے قشون (افواج) قاہرہ سے زیادہ پُر شکوہ ہے۔ ایکٹن کی یہ رائے مبالغہ سے خالی نہیں۔ لیکن اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خطبۃ الوداع کے متعلق یہ کہا جائے کہ آسمان نے روز و شب کی ہزاروں کروٹیں بدلی ہیں، لیکن احترام انسانیت کیلئے اس سے زیادہ پُر درد اور پُر خلوص آواز نہیں سنی، تو یقیناً اسمیں کوئی مبالغہ نہ ہوگا

آج دنیا میں ہر طرف انسانی حقوق کے تحفظ کا چرچا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ سب باتیں نقاب کے مانند ہیں، جن کے پیچھے دنیا کے گوشے گوشے میں قدر حُرّیت اور شرفِ انسانیت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ تہذیبِ حاضر نے انسانیت پر ظلم و ستم کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں اور یہ طریقے ایسے ہولناک ہیں جس کی مثال تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ جو قومیں "حقوق انسانی" کی پاسبانی کے سب سے زیادہ بلند بانگ دعوے کر رہی ہیں وہی انسان کی تباہی کے لئے نئے نئے طریقوں کی ایجاد میں بھی سب سے پیش پیش ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ نہ کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھا نہ کسی وقتی جذبہ کی پیداوار۔ یہ اللہ کے آخری رسول کا انسانوں کے نام آخری پیغام تھا جسمیں بتایا گیا تھا کہ انسان کی بقار کا راز انسانیت کے احترام میں مضمر ہے۔

ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ (مطابق فروری ۶۳۲ء) کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری حج کے ادا کرنے کا ارادہ فرمایا اور تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ شرف ہمرکابی کے لئے اُمنڈ پڑے جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسانوں کا ایک سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا۔ کم و بیش ایک لاکھ مسلمان دینی جذبہ سے سرشار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَاشَرِيْكَ لَكَ۔

اے اللہ! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے اللہ! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں۔ تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے اور سلطنت تیرا کوئی شریک نہیں۔

کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اللہ کے گھر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ آسمان نے انسانوں کے اس سے کہیں بڑے ہجوم دیکھے تھے، لیکن آج کا ہجوم اپنی نوعیت میں عدیم المثال تھا۔ اللہ کے مقدس ترین بندوں کا یہ قافلہ کامل ترین انسان کی قیادت میں اس طرح چل رہا تھا کہ زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف حق کا نور برستا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ عرفات میں نمرہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تنے ہوئے کمبل کے نیچے قیام فرمایا اور دوپہر کے بعد اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر پکارا:۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا قَوْلِيْ — اے لوگو! میری بات سُنو!

پھر اس کے بعد یوں ارشاد فرمایا:۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا فِيْ مَوْقِفِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔

لوگو، سُنو! کیونکہ شاید میں اس سال کے بعد اس جگہ اس مہینہ میں اس شہر میں تم سے نہ مل سکوں۔

ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ عرفات کے دشت و جبل تک گونج اُٹھے۔ اُس وقت اور اُس مقام کی اہمیت کا احساس دلانے کیلئے پکارا:۔

اَتَدْرُوْنَ اَيَّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ فَاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ

کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور رسول کو اس کا خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ

حَرَامٌ، اَتَدْرُوْنَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا؛ یہ یوم الحرام ہے۔ کیا جانتے ہو کہ یہ کونسا شہر ہے؟ لوگوں
قَالُوْا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ نے کہا، اللہ اور رسول کو اس کا خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا
قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا، قَالُوْا بلد الحرام ہے۔ کیا جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے ؟
اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ شَھْرٌ حَرَامٌ۔ لوگوں نے کہا، اللہ اور رسول کو اس کا علم ہے آپ نے فرمایا شہر حرام ہے

فرائضِ نبوت کی بجاآوری میں ۲۳ سال کی مسلسل جدوجہد کا اعتراف ایک طرف انسانی زبانوں نے اس طرح کیا کہ "ہم گواہ ہیں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا"

دوسری طرف اعلانِ خداوندی ہوا :۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔

وحی الٰہی کا جو سلسلہ غارِ حرا کی تنہائیوں میں شروع ہوا تھا، میدانِ عرفات کے بھرے مجمع میں اُسکی تکمیل کر دی گئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی :۔

فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ۔ جو لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں وہ اُن کو سُنا دیں جو موجود نہیں۔ (تاریخی مقالات ص۳۰ تا ص۵۰)

**ف** : یقیناً حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبۃ الوداع اس لائق ہے کہ اس کو حرزِ جان بنایا جائے۔ اس لئے کہ اسمیں پوری اُمتِ اسلامیہ کیلئے بہترین نصائح و مواعظ مذکور ہیں۔ مزید پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم نے اس کے تحت جو فائدہ لکھا ہے وہ بھی نہایت پُراثر اور پُرکیف ہے جو بالیقین آپ کے ایمانی و دینی ذوق و وجدان کا ترجمان ہے عجب نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں یہی اُنکی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ فجزاھم اللہ تعالےٰ۔

(مرتب)

# وَفَات

دو شنبہ کے دن صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اُٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا، اُس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا ملاحظہ فرماتے رہے تھے اس نظارہ سے رُخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ صدیق اکبرؓ سمجھے کہ آپ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے، وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو بُلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاکؓ سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دُنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی (یعنی انتقال ہوگا) اُسی روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہراءؓ کو "سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْن" ہونے کی بشارت فرمائی۔ (بخاری، عن عائشہؓ)

پھر حضرت حسن و حضرت حُسین رضی اللہ عنہما کو بُلایا، دونوں کو چوما اور اُن کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہرات کو بُلایا اور اُنکو نصیحتیں فرمائیں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰؓ کو بلایا۔ اُنھوں نے آپ کا سر مبارک اپنی گود

میں رکھ لیا، اُن کو بھی نصیحت فرمائی۔ اُس وقت تف مبارک سیدنا علی رضؓ کے چہرہ پر پڑ رہا تھا۔ اُسی موقع پر فرمایا: "اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اِسی ارشاد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار دُہراتے رہے۔

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اُس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سہارا دیئے ہوئے پس پُشت بیٹھی تھی۔ پانی کا پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ آپؐ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ انور پر پھیر لیتے تھے۔ چہرۂ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ (بخاری)

اِتنے میں عبد الرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما آگئے، اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی تو حضرت عائشہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا، آپ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبانِ قدسی سے فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی، یعنی اب میں اعلیٰ و برتر رفیق کو اختیار کرتا ہوں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت مطابق ۹ جون ۶۳۲ء کو جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اُس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

(احسن السیر مؤلفہ عزیزم محبوب احمد ندوی صـ۸۲)

(بحوالہ رحمۃ للعالمین مؤلفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ)

# کلماتِ طیباتِ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

## انتخاب فرمودہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ

۱۔ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ — روایت مشاہدہ کے برابر نہیں ہے۔

ف : اہل دنیا اگر اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو کتنی اُلجھنوں سے نجات مل جائے۔

۲۔ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ — جنگ تو چالاکی کا نام ہے۔

ف : جنگ میں بعض دفعہ شجاعت سے زیادہ مخادعت کام آتی ہے۔ لہٰذا ازروئے حدیث اس میں مضائقہ نہیں۔ مگر نقض عہد و امان بہرحال جائز نہیں ہے۔

۳۔ اَلْمُسْلِمُ مِرْءَاةُ الْمُسْلِمِ — ایک مسلم دوسرے مسلم کا آئینہ ہے۔

ف : یعنی ہر مومن کا دل دوسرے کی طرف سے آئینہ کی طرح صاف و بے غبار ہونا چاہئے۔ اور غایت اخلاص سے یہ چاہئے کہ دوسرے مسلمان بھائی کا عیب اُسی پر جتادیں، دوسرے پر نہیں۔

۴۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ — جس سے مشورہ کیا جائے اس کو امانت داری لازم ہے۔

۵۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔ — نیک کام کا بتانے والا بھی اُس کے کرنے والے کے برابر ہے۔

۶۔ اِسْتَعِیْنُوْا عَلَی الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ۔ — ضرورتوں میں مدد چاہو چھپا کر۔

ف : بلاوجہ اپنی ضروریات کا چرچا نہ کرنا چاہئے۔ اس سے دشمنوں کو دخل اندازی کا موقع مل جاتا ہے۔

۷۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ دوزخ سے بچو اگرچہ آدھے چھوہارے سے ہی
**ف:** یعنی ادنیٰ نیکی سے بھی دریغ نہ کرو۔ کیا معلوم کہ تمھاری نجات اسی حقیر عمل سے ہو جائے۔

۸۔ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ دُنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

۹۔ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔ حیا سرتاسر خیر ہی خیر ہے۔

۱۰۔ عِدَةُ الْمُؤْمِنِ كَاَخْذِ الْكَفِّ۔ مومن کا زبانی وعدہ اُس کے ہاتھ مارنے کے برابر ہے۔
**ف:** مومن کو محض اپنے زبانی وعدے کا اتنا پاس و لحاظ ہونا چاہئے کہ جیسے اُس نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کوئی پکا وعدہ کر لیا ہو۔ پس مومن کی ہر بات پتھر کی لکیر ہونا چاہئے۔

۱۱۔ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ کسی مومن کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔
**ف:** یعنی کسی دُنیوی معاملہ میں باہم رنجیدگی ہو جائے تو اُسے تین دن کے اندر ہی ختم ہو جانا چاہئے۔ حدیث پاک میں فریق ثانی کے لئے "اخ" یعنی بھائی کا لانا کس درجہ حکیمانہ ہے۔

۱۲۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّنَا۔ وہ ہم میں سے نہیں جو ہم سے خیانت کرے۔

۱۳۔ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى۔ جو چیز تھوڑی ہو مگر کافی ہو جائے وہ اُس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈالدے۔

۱۴۔ اَلرَّاجِعُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالرَّاجِعِ دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہی ہے

بِیْ قَیْئِہٖ۔ جیسے اپنی قے کو چاٹ جانے والا۔

۱۵۔ اَلْبَلَاءُ مُؤَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ۔ مصیبت تو مقرر ہے بولنے ہی پر

ف: انسان اگر اپنی زبان کو قابو میں رکھنا سیکھ لے تو کتنی مصیبتوں، فکروں اور رنجشوں سے نجات پا سکتا ہے۔

۱۶۔ اَلْاِنْسَانُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ۔ انسان کی مثال کنگھی کے دندانوں کی سی ہے

ف: یعنی جس طرح چند دندانوں کے ٹوٹ جانے سے پوری کنگھی ناقص ہو جاتی ہے، ویسے ہی چند لوگوں کے راہِ فساد پر پڑ جانے سے پورا معاشرۂ انسانی متاثر ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ اَلْغِنیٰ غِنَی النَّفْسِ تونگری تو دل کی تونگری ہے۔

ف: جبتک غنائے قلب حاصل نہیں ہوتا، باوجود مال و دولت کے آدمی فقیر ہی رہتا ہے۔

۱۸۔ اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں کے حال سے نصیحت حاصل کرے۔

ف: یعنی خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں کا انجام دیکھ کر اپنی اصلاح خود ہی کر لے۔

۱۹۔ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔ بعض شعر حکمت سے پُر ہوتے ہیں اور بعض تقریریں جادو کی طرح مؤثر ہوتی ہیں۔

۲۰۔ عَفْوُ الْمُلُوْکِ اِبْقَاءُ الْمُلْکِ۔ بادشاہوں کے عفو سے ملک کی بقا ہے۔

ف: یعنی بادشاہ اگر ہر بات پر غصہ کرنے لگے تو رعایا تباہ اور ملک ویران ہو جائے گا۔

۲۱۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ۔ آدمی اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ف : یہ کتنا اچھا نسخہ ہے جس سے ساری اُمت کو تعلیم دی گئی ہے۔ کاش کہ ہم اتنے پر بھی عمل پیرا ہو جاتے تو بیڑا پار ہو جاتا اور ابرار و صالحین کی رفاقت نصیب ہوتی۔

۲۲۔ مَا هَلَكَ امْرَءٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ۔ جس نے اپنی حقیقت پہچان لی وہ برباد نہ ہوا۔

ف : عرفانِ نفس سے عرفانِ حق کی راہ کھل جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ خود شناسی ذریعہ ہے خدا شناسی کا۔

۲۳۔ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ اولاد کے نسب کا ثبوت عورت کے شوہر اور اس کے شرعی آقا کیلئے ہے۔ زانی کیلئے نسب سے محرومی ہے۔

ف : ایسی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوگی نہ کہ باپ کی طرف۔

۲۴۔ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔

ف : یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس سے اِعطاء و انفاق کی کیسی کچھ فضیلت نکلی۔

۲۵۔ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ۔ جو بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔

۲۶۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔ کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

۲۷۔ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْهَا۔
دلوں کی خلقت ہی ایسی ہوئی ہے کہ بھلائی کرنے والے کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور برائی کرنیوالے کے ساتھ دشمنی۔

۲۸۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔
گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے ہی کے برابر ہے۔

۲۹۔ اَلشَّاهِدُ یَرٰی مَالَا یَرَاهُ الْغَائِبُ۔
حاضر دیکھ لیتا ہے اُس شے کو جسے غائب نہیں دیکھ پاتا۔

۳۰۔ اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْهُ۔
جب تمھارے پاس کسی جماعت کا سردار آئے تو اُس کی تعظیم کرو۔

**ف:** یعنی کسی قبیلہ کا سردار تمھارے پاس آجائے تو اُس کی سرداری کا حق ہے کہ اُس کا اکرام کیا جائے۔

۳۱۔ اَلْیَمِیْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّیَارَ بَلَاقِعَ۔
جھوٹی قسم ملکوں کو اُجاڑ ڈالتی ہے۔

۳۲۔ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ۔
جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

**ف:** سبحان اللہ، شریعت الٰہی نے جذبۂ فطری کی کیسی رعایت فرمائی ہے کہ جو مال کی حفاظت میں قتل ہو اُس کو بھی شہادت کا ایک درجہ دے دیا ہے۔

۳۳۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ۔
اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۳۴۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ۔
قوم کا سردار اُس کا خادم ہوتا ہے۔

**ف:** یعنی سردار قوم کا نصب العین بس قوم کی خدمت ہونا چاہیے۔ اسی خدمت

سے اُسکی سرداری کی بقاء ہے۔

۳۵۔ خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔ عمل میں سب سے بہتر اُس کا درمیانی ہے۔

۳۶۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ اُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ۔ الٰہی! میری اُمت کو برکت دے جمعرات کی صبح کے سفر میں۔

۳۷۔ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا۔ قریب ہے کہ مفلسی کفر تک پہنچا دے۔

۳۸۔ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ۔ سفر بھی مصیبت کی ایک قسم ہے۔

**ف:** آج بھی اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ جبکہ متعدد قسم کی سواریوں کی بہتات ہے۔

۳۹۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ۔ مجلسیں امانت سے قائم رہتی ہیں۔

**ف:** یعنی مجلس کی بات مجلس ہی تک رکھنا اور کسی کے راز کا افشا نہ کرنا حقِّ مجلس ہے۔

۴۰۔ خَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ بہترین توشہ پرہیزگاری ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اٰمِيْن!

# مکتوب مجدد الف ثانیؒ بنام فرید بخاریؒ

## در مدح النبی الامی صلے اللہ علیہ وسلم

یقیناً یہ وہ مکتوب عالی ہے جسے حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے اپنے خاص مرید فرید بخاری کو لکھا ہے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ مدح وستائش فرمائی ہے۔ اس کو یہ حقیر بھی اپنی سعادت ونجات اُخروی کا وسیلہ سمجھ کر اپنی کتاب کا جزء بنا رہا ہے:۔

### مکتوب ۴۴

در مداحی حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ آں سعادت نامہ را وسیلۂ نجاتِ اُخروی خود ساختہ اندنہ آنکہ مداحی او نماید، بلکہ کلام خود بمدح او بستاید ۔

حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں کہ عشاق کرام نے اس سعادت نامہ کو اپنی نجاتِ اُخروی کا وسیلہ بنالیا ہے۔ درحقیقت اس کا مقصد حضورؐ کی مدح کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے کلام کو اُنکی مدح سے آراستہ وپیراستہ کرنا ہے

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

(ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں کی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دراصل اپنے کلام کی مدح کی ہے۔

فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ اِنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت کو لکھتا ہوں اللہ تعالےٰ مجھے لغزش سے محفوظ رکھے

| | |
|---|---|
| صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ | اور نیک توفیق عطا فرمائے۔ بیشک حضرت محمد |
| وُلْدِ اٰدَمَ وَاَكْثَرُ النَّاسِ تَبَعًا | صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام اولادِ آدم کے سردار |
| يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ | ہیں اور قیامت میں تمام انبیاء کرام کے مقابلہ میں |
| وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللهِ وَاَوَّلُ مَنْ | آپکے متبعین زیادہ تعداد میں ہونگے۔ آپؐ اللہ |
| يَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ | کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں مکرم و معظم |
| وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَاَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ | ہیں۔ قیامت قائم ہونے پر سب سے پہلے آپ |
| بَابَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لَهٗ | ہی اپنے مرقدِ مبارک سے اُٹھیں گے۔ آپؐ سب سے |
| وَحَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ | پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے |
| الْقِيَامَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ | آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی، سب سے پہلے |
| وَهُوَ الَّذِىْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ | آپؐ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالےٰ |
| نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ | آپ کیلئے کھولیگا۔ قیامت میں آپ لوائے حمد کو |
| السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ | اُٹھائے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام اور |
| وَاِنِّىْ قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ | اُن کے علاوہ سب حضرات اس جھنڈے کے نیچے |
| وَاَنَا حَبِيْبُ اللهِ وَاَنَا قَائِدُ | ہوں گے۔ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا |
| الْمُرْسَلِيْنَ فَلَا فَخْرَ وَاَنَا | کہ ہم یعنی میں اور میری اُمت ظہور کے اعتبار سے |
| خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ | آخر میں ہیں، لیکن قیامت کے دن آگے ہوں گے |
| وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ | یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا، میں اللہ کا حبیب |
| بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللهَ | ہوں، میں مرسلین کا قائد ہوں۔ اور یہ بات |
| خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِىْ فِىْ | بھی فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ اور میں |
| خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ | سلسلۂ انبیاء کا ختم کرنے والا آخری نبی ہوں |

فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ
جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ
فِیْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ
بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ
بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْسًا وَ
خَیْرُهُمْ بَیْتًا وَاَنَا اَوَّلُ النَّاسِ
خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ
اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُهُمْ
اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ
اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا
یَئِسُوْا، اَلْکَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ
یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ
یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ
وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ، یَطُوْفُ
عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ کَاَنَّهُمْ بَیْضٌ
مَکْنُوْنٌ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ
کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ
وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَیْرَ فَخْرٍ
لَوْلَاهُ لَمَا خَلَقَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ
الْخَلْقَ وَلَمَا اَظْهَرَ الرُّبُوْبِیَّةَ

اس پر بھی فخر نہیں، میں محمد بن عبداللہ
بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے
انسانی مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اُن سب
سے بہتر پیدا کیا۔ پھر ان مخلوق کو دو
حصّوں (عرب وعجم) میں تقسیم کیا تو مجھے اُن
میں سے بہتریں پیدا کیا۔ پھر قبائل بنائے تو
مجھے بہتر قبیلے میں پیدا کیا، پھر اُس قبیلے کی
شاخیں بنائیں تو اُن میں سے بہترین شاخ
میں مجھے پیدا کیا۔ بس میں از روئے نفس
اور بنظر قبیلہ و بیت سب میں بہتر ہوں
(یہ مجھ پر اللہ کا انعام ہے) قیامت میں
سب سے پہلے قبر سے برآمد ہونے والا میں
ہی ہوں گا۔ جب لوگ درگاہِ خداوندی
میں آئیں گے تو میں اُن کا قائد ہوں گا جب
وہ کلام نہ کرسکیں گے تو میں کلام کرنے والا
ہوں گا۔ اور جب تمام لوگ میدانِ محشر میں
پریشان و محبوس کھڑے ہوں گے تو میں
ان کی شفاعت کروں گا، جب وہ ناامید
ہو جائیں گے تو میں اُنکو بشارت سناؤں گا۔
اُس دن کرامت و بزرگی اور کلیدہائے جنت

وَكَانَ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔

میرے ہاتھ میں ہوگی، تمائے حق کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ خدا کے نزدیک میں تمام فرزندانِ آدمؑ میں گرامی ترین ہوں۔ اور جب قیام کا دن ہوگا تو مجھ پر ہزار خادم طواف کریں گے۔ گویا وہ محفوظ سفید موتیاں ہوں گے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امامِ انبیاء، خطیبِ انبیاء اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔ ان خصوصیات پر کچھ فخر نہیں ہے۔ بلکہ صرف اظہارِ نعمت کے لئے کہہ رہا ہوں۔ (دراصل) آپؐ باعثِ تخلیقِ عالم ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا۔ اور آپؐ اُس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام کا پُتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔

۵ نماند بعصیاں کسے در گرو
که دارد چنیں سیدِ پیش رو

بیشک گناہوں کی وجہ سے کوئی شخص گرو وقید میں نہ رہے گا جو کہ ایسا سردار و پیشوا رکھتا ہو۔

لاجرم مصدقانِ ایں چنیں پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الامم باشند و مکذبانِ او علیہ الصلوٰۃ والسلام بدترین بنی آدم. چوں آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوبِ رب العالمین است متابعان بواسطۂ متابعت بمرتبۂ محبوبیت می رسند چہ محب در ہر کہ شمائل و اخلاق محبوب خود

ایسے عظیم الشان پیغمبر کی تصدیق کرنے والے یقیناً خیر الامم ہونے چاہئیں اور اسکی تکذیب کرنے والے یقیناً بدترین بنی آدم ہونے چاہیئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ رب العالمین کے محبوب ہیں، اس لئے ان کے متبعین متابعت کے واسطہ سے محبوبیت کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے کہ محب جس کسی میں اپنے محبوب کے اخلاق وعادات دیکھتا ہے تو اس شخص کو محبوب بنالیتا ہے

| | |
|---|---|
| می بیند آں کس را محبوب خود | اور سنت کے مخالفین کو اس قاعدے سے |
| می دارد۔ و مخالفانِ سنت را | قیاس کرلینا چاہیئے۔ یعنی جو کہ محبوب کی عادات |
| از اینجا قیاس باید کرد۔ | کو ترک کرتے مبغوض کی روش اختیار کریگا |
| | وہ مبغوض ہو جائے گا۔ |

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رح دفتر اول ص۹)

**ف:** سبحان اللہ، جامع الکمالات والحسنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعارف اِس طرح پیش فرمایا کہ کوئی بڑا سے بڑا صحابی یا بعد کا کوئی باکمال اُمتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعارف سے عاجز و بے بس ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے رہے کہ "لا فخر" یعنی اس فضل و شرف پر مجھے کوئی فخر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالٰے کا فضل و احسان ہے کہ مجھے ان کمالات و معجزات سے مشرف فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بضرورت کوئی نبی یا ولی اپنے مقام و کمال سے آگاہ کرے تو اپنے دل میں عجب و خود پسندی کا شائبہ و وسوسہ تک نہ آنے دے، بلکہ زبان سے بھی اس سے برأت کا اظہار کرتا ہے، تاکہ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے یہی کیا کم ہے کہ اللہ تعالٰے نے اُنکی مدح و ستائش اور اپنے انعام و اکرام کا ذکر کلام مجید میں اس طرح فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ | اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے |
| عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا | ہیں رسول پر، اے ایمان والو! تم بھی |
| صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ | آپ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ |

آیت کا حاصل یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالٰے اور اُس کے فرشتے اس پیغمبر

پے درپے دمبدم اپنی رحمت بھیجتے رہتے ہیں، ایک رحمت کے بعد دوسری رحمت اور ایک برکت کے بعد دوسری برکت، وعلیٰ ہٰذا۔ یہاں اللہ کی صلوٰۃ سے اللہ تعالیٰ کی عام رحمت مراد نہیں، بلکہ خاص الخاص رحمت مراد ہے، جو اُس کی شانِ الوہیت اور شان ارحم الراحمیت کے مناسب ہے۔

پس اے میرے خاص بندو! جو اس نبی پر ایمان لائے ہو تم پر بحق ایمان یہ لازم ہے کہ تم بھی اس نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو، جیسا کہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا چاہیئے۔ تاکہ بحق ایمان تم پر نبی کا جو حق ہے وہ کچھ ادا ہو، اور جہاں تک ممکن ہو تم اس کے ادب واحترام کو پورا پورا ملحوظ رکھو۔ اہلِ ایمان پر رسولؐ کی تعظیم فرض ہے۔ حتیٰ کہ جو مومنین اور مومنات یعنی مرد اور عورت اس نبی کے پیرو ہیں اُن کو بھی ایذا نہ پہنچاؤ۔ جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الآیۃ اس لئے کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہوا ہے۔ شقاوت سے بچنے اور سعادت حاصل کرنے کے طریقے ہم کو معلوم ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس نعمت کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اِس حقِ نعمت کی ادائیگی کے لئے بطور شکر ہم پر صلاۃ وسلام واجب ہے۔

(معارف القرآن ادریسی ص۴۲۵)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اہم نصیحت

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سید المعصومین حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اس سیرت پاک کے سلسلۃ الذہب کو اس درِ یتیم پر ختم کروں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری اُمت کو احتمالِ کبر سے بچنے کی محض زبانی قول یا صرف عمل ہی سے نہیں، بلکہ قلبی حال کے اظہار سے گویا اُمت کو ہدایت و نصیحت فرمائی ہے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے، کبر و غرور کا احتمال قطعاً نہ تھا، پھر بھی اتنا خوف فرما رہے ہیں، تو ہم گنہگاروں کو کبر و غرور بلکہ اُس کے اسباب و دواعی سے کس قدر احتراز کرنا چاہیئے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ۔

حکیم الامت مجدد الدین والطریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ نے اِس حدیث شریف کو اپنی اہم کتاب "اَلتَّکَشُّفُ عَنْ مُهِمَّاتِ التَّصَوُّفِ" کے آخر میں نقل فرمائی ہے جو تین سو تیس احادیث کا بہترین گلدستہ ہے۔

اب ہم اِس حدیث کو حضرت حکیم الامتؒ کے اردو ترجمہ، فائدہ اور دعاء خاص کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور ساری اُمت کے سامنے بطور ہدیہ سنیہ اس نصیحت کو پیش کرتے ہیں، تاکہ ساری اُمت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام اِس نصیحت پر عمل کر کے ظاہری و باطنی شفایابی اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ | حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت |
| قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمٍ | ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیز گرمی |

| | |
|---|---|
| شَدِيْدِ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ | کے دن بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے |
| فَكَانَ النَّاسُ يَمْشُوْنَ خَلْفَهٗ، | پیچھے چلتے تھے۔ جب آپؐ نے جوتیوں کی |
| فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النِّعَالِ وَقَرَ | آواز سُنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں |
| ذٰلِكَ فِيْ نَفْسِهٖ فَجَلَسَ حَتّٰى | گزرا۔ پس آپ بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ |
| قَدَّمَهُمْ اَمَامَهٗ لِئَلَّا يَقَعَ | لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تاکہ کوئی اثر بڑائی |
| فِيْ نَفْسِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ۔ (ابن ماجہ) | کا آپؐ کے قلب میں نہ واقع ہو جائے۔ |

**ف**: متفرقات، فکر اصلاح اکابر را (اکابر کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔)

اور اسی حدیث کے اس مضمون پر اصل رسالہ کو ختم کرتا ہوں کیونکہ خاتمہ تنبیہ ہی کے مضمون پر مناسب ہوتا ہے تاکہ رسالہ جن علوم و اعمال کو متضمن ہے یہ تخویف ان کی موافقت و امتثال کے لئے بیدار کر دے، نیز اس میں تاسی واقتدار قرآن مجید کا بھی ہے کہ سب سے آخر آیت اس کی یہ ہے:

| | |
|---|---|
| وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ | اور ڈرو اُس دن سے جس دن تم لوٹائے |
| فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ | جاؤ گے اللہ کی طرف پھر ہر شخص کو اُسکے |
| نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ | کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر ظلم |
| لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ | نہیں کیا جائیگا۔ |

پس عرض کرتا ہوں کہ اِس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کاملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو زعم کمال کے بعد اپنی نگرانی حال سے بے فکر ہو جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اکابر کو فارغ ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے مثل مبتدی کے اہتمام اصلاح اعمال اور اندیشہ

تغیر حال میں لگا رہنا چاہیے۔ اور یہی خیریت ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ اور کیا خوب فرمایا گیا ہے :-

غافل مرو کہ مرکب مرداں مرد را | در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش | ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلَی الْاِسْتِقَامَۃِ مَعَ الْقُبُوْلِ وَالْکَرَامَۃِ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

---

ترجمہ: اے مخاطب! تم غفلت سے نہ چلو اس لئے کہ اس راہ کے سوار سنگلاخ بیابانوں کو برابر طے کرتے رہے ہیں۔ البتہ ناامیدی کی راہ پر بھی نہ چلو اس لئے کہ بہت سے آزاد منش لوگ ایک ہی آہ و فریاد کے واسطہ سے منزلِ مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ (مرتب)

صحابہ رضؓ کے مدارج سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں
یہ سب ادنیٰ کرشمے ہیں محمدؐ کی اطاعت کے

## حالات و ارشادات

# صحابۂ کرام

## رِضوانُ اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعِین

صحابۂ کرام رضؓ کی مدح و منقبت کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ صحابہ پروردۂ آغوشِ نبوت ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لا تسبّوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہٖ لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما بلغ مدّ احدھم ولا نصیفہ (بخاری) یعنی میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی آدمی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہ رضؓ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اُنکی سیرت کی اقتدار اُمت کیلئے لازم ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کے متعلق نہایت بلیغ انداز میں فرماتے ہیں: "من کان متأسیا فلیتأس باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ" یعنی جو شخص اقتدار کرنا چاہتا ہے اُس کو چاہیئے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرے۔

# خُلفائے راشدین

## رِضْوَانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

## امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

**نام ونسب، خاندان** عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ۔ والدہ کا نام سلمیٰ، اور ام الخیر کنیت۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں مرّہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

**ولادت:** آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے دو سال بعد پیدا ہوئے، اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی بھی عمر تریسٹھ سال تھی۔

**نظام خلافت** اسلام میں خلافت یا جمہوری حکومت کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ڈالی۔ چنانچہ خود آپ کا انتخاب بھی جمہور کے انتخاب ہی سے ہوا تھا۔ اور عملاً جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں کبار صحابہ رضؓ رائے ومشورہ کی حیثیت سے شریک تھے۔

**حکومت کے ذمہ داروں کو نصائح** آپ جب کسی شخص کو کسی ذمہ داری کے عہدہ پر مامور فرماتے تو عموماً بلا کر اُس کے فرائض کی تشریح کر دیتے، اور نہایت مؤثر الفاظ میں سلامت روی

اور تقویٰ کی نصیحت فرماتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمرو بن العاص اور حضرت سیدنا ولید ابن عقبہ رضی اللہ عنہما کو قبیلہ قصاعہ پر محصّل صدقہ بنا کر بھیجا تو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی :-

اِتَّقِ اللّٰہَ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ، وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّئَاتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗ اَجْرًا۔

پوشیدہ اور ظاہر ہر موقع پر اللہ کا خوف رکھنا، کیونکہ جو اللہ عز وجل سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کیلئے (ہر مشکل سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کرتا ہے جس کا اُسکو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اُس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اُس کو اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

**تقویٰ** ورع و تقویٰ آپ کا امتیازی وصف تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لا کر پیش کی، جب تناول فرما چکے تو غلام نے کہا، آپ جانتے ہیں کہ یہ کس طرح حاصل ہوا؟ فرمایا، بیان کرو! غلام نے کہا کہ میں نے جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی، میں فال کھولنا جانتا نہ تھا، صرف اُس کو دھوکہ دیا تھا۔ لیکن آج اُس سے ملاقات ہوئی تو اُس نے اُس کے صلہ میں یہ کھانا دیا۔ یہ سرگزشت سُنی تو منہ میں اُنگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ جو جسم اَکلِ حرام سے پرورش پاتا ہے جہنم اُس کا بہترین مسکن ہے۔

**ف:** اِس سے اَکلِ حلال طیّب کی کیسی کچھ اہمیت معلوم ہوئی جو صوفیہ کرام کے اصول میں سے اہم اصل ہے۔ (مرتب)

**زُھد** اِمارت، دنیا طلبی وجاہ پسندی سے قطعی نفرت تھی۔ خلافت کا بارِ گراں بھی محض اُمّتِ مرحومہ کو تفریق واختلاف سے محفوظ رکھنے کیلئے اُٹھالیا تھا، ورنہ دل سے اِس ذمہ داری کے متمنّی نہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے پینے کیلئے پانی مانگا، لوگوں نے پانی اور شہد ملا کر پیش کیا۔ لیکن جیسے ہی مُنہ کے قریب لے گئے بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اِس قدر روئے کہ تمام حاضرین پر رِقّت طاری ہوگئی۔ جب کسی قدر سکون ہوا تو لوگوں نے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی۔ بولے۔ ایک روز میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ کِسی چیز کو "دور ہو، دور ہو" فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا چیز ہے؟ جس کو آپ دور فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "دُنیا زیب وزینت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی، میں نے اُس کو دور کردیا۔"

اِس وقت یکایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ مجھے یاد آگیا اور میں ڈرا کہ مبادا دُنیا کے دامِ مکروفریب کا شکار نہ ہو جاؤں۔

**تواضع** آپ کے اندر تواضع وخاکساری کی خاص صفت تھی۔ اس لئے کسی معمولی سے کام کے کرنے سے آپ کو عار نہ ہوتا تھا۔ اکثر بھیڑ بکریاں تک خود ہی چَرا لیتے اور محلّہ والوں کی بکریاں دوہ دیتے تھے۔ چنانچہ منصبِ خلافت کیلئے جب آپ کا انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلّہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اُس نے تأسّف آمیز لہجے میں کہا، اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکرؓ نے سُنا تو فرمایا، اللہ کی قسم! میں تمھاری بکریاں دوہ دیا کروں گا، امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی۔

## اِنفاق فی سبیل اللہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس قبولِ اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے، آپ نے یہ تمام دولت راہِ خدا میں صرف کر دی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اس فیاضی کے برمحل ہونے کا اعتراف فرمایا۔

مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے
مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ مفید نہ ہوا۔

## آپ کی عبادت وریاضت

آپ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے، دن کو اکثر روزے رکھتے تھے۔ خصوصاً موسمِ گرما روزوں میں ہی بسر ہوتا تھا۔ خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس وحرکت نظر آتے تھے۔ رقت اس قدر طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ خوفِ محشر اور عبرت پذیری سے دُنیا کا ذرہ ذرہ اُن کے لئے سرمایۂ عبرت تھا۔ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو کہتے، کاش میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا۔

نیکوکاری وحصولِ ثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضؓ سے پوچھا۔ آج تم میں سے روزے سے کوئی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا، میں! پھر پوچھا، آج کسی نے جنازہ کی مشایعت کی ہے؟ عرض کیا، میں نے! کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ عرض کیا، میں نے! اور کسی نے مریض کی عیادت کی ہے؟ جواب دیا کہ، میں نے! تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک دن میں اس قدر نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ (سیر صحابہ ج ۱ ص ۹۲)

**تصوف**

سب سے اول تصفیہ و تزکیۂ باطن کے لئے کلمۂ طیبہ کا طریقۂ ذکر حضرت ابو بکرؓ نے تلقین کیا۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توحید میں سب سے بڑا کلام حضرت ابو بکر صدیق کا یہ مقولہ ہے

سبحان من لم یجعل لخلقہ سبیلا الا بالعجز۔ — پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کیلئے سوائے عجز کے کوئی راستہ نہیں بنایا۔

کشف المحجوب میں ہے، طریقۂ تصوف کے امام ابو بکرؓ ہیں۔ انقطاع عن الاغیار (جو جانِ تصوف ہے) اُن کے اِس خطبہ سے عیاں ہے اِلَّا مَن کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّداً الخ محبتِ دُنیا سے پاک و صاف ہونے کا شاہد غزوۂ تبوک کا وہ واقعہ ہے مَا خَلَّفْتَ لِعِیَالِكَ؟ قَالَ، اَللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑ آئے؟ کہا اللہ اور اُس کا رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تصوفِ صدیقیؓ کے ذیل میں حضرت صدیق اکبرؓ کے اُن تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساسِ تصوف ہیں مثلاً توکل، احتیاط، تواضع، اللہ کی مخلوق پر شفقت، رضا، خوفِ الٰہی، جو صاحب شائق تفصیل ہوں "ازالۃ الخفاء" دیکھیں۔ ہم مضمون کے عام فہم نہ ہونے کے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے۔ صرف خوفِ الٰہی کی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:۔

طوبیٰ لك یا طیر تاکل من شجرۃ و تستظل من شجرۃ و تصیر الی غیر حساب — اے پرندے خوش حال ہے تو پھل کھاتا ہے درخت کے سایہ میں بسر کرتا ہے، حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں

یالیت ابا بکر مثلك۔ — کاش ابو بکر تجھ سا ہوتا۔

نماز میں خشیتِ الٰہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوب خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔ طریقۂ نقشبندیہ جو آج تک عالم میں فیض رساں ہے اُس کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادقؒ حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔

# آپ کے ارشادات

اب آپ کے ارشادات "طبقات کبریٰ" سے ملاحظہ فرمائیں!

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بڑی سمجھداری تقویٰ ہے اور اعلیٰ درجہ کی حماقت فسق و فجور ہے۔ اور امانت بہت بڑی سچائی ہے اور بدترین جھوٹ خیانت ہے۔

آپ جب کبھی لاعلمی سے مشتبہ کھانا کھا لیتے تو تحقیق کے بعد اسکو قے کر دیتے اور اللہ تعالےٰ سے دعا فرماتے کہ یا اللہ! اس کھانے کا اثر جو میری رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا ہے اُس پر مواخذہ نہ فرمائیے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اِس دین کا آخر اُنہی چیزوں سے درست ہوگا جن سے اِس کا اوّل درست ہوا تھا۔ اور اِن باتوں کا تحمّل وہی کر سکتا ہے جو قدر میں سب سے افضل اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو یافتہ ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب آدمی دُنیا کی زینتوں میں سے کسی زینت پر عجب کرتا ہے تو جبتک اُس سے علیحدگی اختیار نہیں کرتا اُس وقت تک اللہ تعالےٰ اُس سے ناراض رہتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ کاش میں کوئی شجر (درخت) ہوتا جو کاٹ دیا جاتا اور کھا لیا جاتا۔ اور آپ اپنی زبان کو پکڑ کر فرماتے کہ اسی نے مجھ کو ہلاکت کے مواقع میں پہنچایا۔ اور آپ کا یہ حال تھا کہ جب اونٹ کی مُہار گر جاتی تو اونٹ کو بٹھلا کر اُس کو اُٹھاتے۔ اور آپ سے کہا جاتا کہ آپ نے ہم کو کیوں نہ حکم دیا؟ تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو امر فرمایا ہے کہ

لوگوں سے کسی قسم کا سوال نہ کریں۔

صحابۂ کرام رضؓ سے آپ فرمایا کرتے کہ میں آپ حضرات کے اُمور کا والی ضرور بنا دیا گیا ہوں، مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ لہذا میری آپ لوگ مدد کیا کریں۔ جب مجھے راہِ راست پر دیکھیں تو اتّباع کریں اور جب میرے اندر کجی دیکھیں تو درست کر دیا کریں۔

آپ پر حُزن اور خوف کا غلبہ رہتا تھا، حتیٰ کہ آپ کے منہ سے بُھنی ہوئی کلیجی کی بو آتی تھی۔ (طبقات کبریٰ ج ۱ ص۱۱۵)

آپ کے ارشادات "سیرت خلفاءِ راشدین" سے ملاحظہ فرمائیں:۔

ایک روز خطبہ میں فرمایا: وہ حسین و خوبصورت لوگ کہاں گئے جن کو اپنی جوانی و خوبصورتی پر ناز تھا؟ وہ بادشاہ کہاں گئے جنھوں نے شہر آباد کئے تھے اور قلعے بنائے تھے؟ وہ بہادر کہاں گئے جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہا کرتے تھے؟ زمانہ نے اُن کو ہلاک کر دیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ خبردار، کوئی کسی شخص کو حقیر نہ سمجھے، کیونکہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا، اور تونگری کو یقین میں، اور عزّت کو تواضع میں۔

فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ لونڈی غلاموں کو اولاد کی طرح رکھو۔ اُن کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔

فرمایا کہ میں پاکی بیان کرتا ہوں اُس ذات کی جس نے اپنی مخلوق کے لئے

کوئی راستہ اپنی معرفت کا نہیں رکھا سوائے اس کے کہ اُسکی معرفت سے عاجز ہو جائیں۔ (امام الصوفیہ حضرت جنید بغدادی رح اس کلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ اَشْرَفُ کَلِمَةٍ فِی التَّوْحِیْد۔)

فرمایا کہ جو شخص اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے، پھر اُس کو طلبِ دنیا کی فرصت نہیں ملتی اور انسانوں سے اُس کو وحشت ہوتی ہے۔

مرضِ وفات میں لوگ عیادت کو آئے اور کہنے لگے، اے خلیفہ رسول اللہ کسی طبیب کو آپ کیلئے بلایا جائے۔ تو فرمایا کہ طبیب تو مجھ کو دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا، اُس نے کہا اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ۔

فرمایا کہ، جب میں کسی شرابی کو گرفتار کرتا ہوں تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ اللہ اُس کی ستر پوشی کرے۔ اور کسی چور کو گرفتار کرتا ہوں تو اُس وقت بھی یہی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔ (اللہ اکبر، اللہ کی مخلوق پر کس قدر شفقت تھی)

ایک مرتبہ ایک شکار آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا، جب کوئی شکار مارا جاتا ہے یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے، تو اُس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اُس نے اللہ کی تسبیح ضائع کردی۔

عبداللہ ابن حکیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے خطبہ پڑھا۔ جسمیں حسبِ ذیل ارشادات تھے:۔

اے لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور اللہ کی تعریف ایسی کرو جس کا وہ سزاوار ہے۔ اور اُمید و خوف دونوں کو ملحوظ رکھو۔ اور دُعا مانگنے میں الحاف (اصرار) بھی اختیار کرو۔ دیکھو اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کی تعریف میں فرمایا " اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ

فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝

(ترجمہ: یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔)

اے اللہ کے بندو! خوب سمجھ لو، اللہ نے اپنے حق میں تمھاری جانوں کو گروی کر دیا ہے اور اس پر تم سے عہد لیئے ہیں۔ اور تم سے قلیل فانی (دنیا) کو بعوض کثیر باقی (جنت و نعیم جنت) کے مول لیا ہے۔

یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے، جس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے، جسکی روشنی کبھی گُل نہ ہوگی۔ لہٰذا تم کلامِ الٰہی کی تصدیق کرو۔ اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہو۔ اور تاریکی والے دن کے لئے اُس سے بینائی حاصل کرو۔ تم کو اللہ نے اپنی عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے اور تم پر کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتوں) کو مسلط کیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ فرشتے جانتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر لحظہ) اُس میعاد سے قریب ہوتے جاتے ہو جس کا علم تم سے غائب ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ تمھاری عمریں اِس حال میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے کام میں مشغول ہو تو ایسا ہی کرو۔ مگر اللہ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے (لہٰذا اللہ ہی سے توفیق مانگو)۔

اے لوگو! اپنی عمر کی مہلتوں میں نیکیوں کی طرف سبقت کرو، قبل اِس کے کہ تمھاری عمریں ختم ہو جائیں اور تم کو اپنی بداعمالیوں سے سابقہ پڑے۔ کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں غیروں کے لئے صَرف کر دیں اور اپنی جانوں کو فراموش کر دیا میں تم کو منع کرتا ہوں، تم ایسے نہ بنو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی خطبہ

میں انسان کی پیدائش کا حال بیان کرتے تو فرماتے کہ انسان دو مرتبہ مقامِ نجاست سے نکلا ہے (ایک مرتبہ صُلب پدر سے اور ایک مرتبہ شکم مادر سے) اُس وقت کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے کو نجس سمجھنے لگتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔

ایک بار خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ گزشتہ سال گرمیوں میں مَیں نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا، یہ کہہ کر رونے لگے پھر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرو۔

فرمایا کرتے تھے کہ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

فرمایا کرتے تھے، اے اللہ کے بندو! آپس میں قطع تعلق نہ کرو، بُغض نہ رکھو ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی بن کے رہو جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم فرمایا ہے۔

اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے حق دکھا اور حق کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔ اور مجھے باطل کی پہچان دے اور اُس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اور حق و باطل کو میرے اوپر مشتبہ نہ کرنا، ورنہ میں ہوائے نفسانی کا تابع ہو جاؤں گا۔

اخیر وقت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کوئی درد انگیز حسرت آمیز شعر پڑھا تو فرمایا یہ نہ کہو، بلکہ یہ آیت پڑھو

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور موت کی سختی حقیقتاً آپہنچی۔ یہ وہ چیز

ذَالِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ہے جس سے تو بدکتا تھا۔ (سیر خلفاء راشدین)

۱۔ ایک مرتبہ آپ نے منبر پر روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی وعافیت کا سوال کرو، اس لئے کہ تم میں سے کسی کو ایمان کے بعد عافیت سے زیادہ بھلی بات نہیں دی گئی۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

۲۔ ارشاد فرمایا کہ صدق اختیار کرو، اس کا جوڑ نیکی سے ہے اور یہ دونوں جنت میں لے جاتے ہیں۔ اور کذب سے بچتے رہو، اس کا جوڑ فجور سے ہے اور یہ دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

۳۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے، کیونکہ جو مسلمان دنیا میں کم رتبہ ہے وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہے۔ (احیاء العلوم)

۴۔ ارشاد فرمایا کہ غنا کو نکاح میں تلاش کرو، اس لئے کہ نکاح کرنے پر اللہ تعالیٰ غربت دور کر دیں گے۔ (موسوعۃ آثار الصحابہ)

۵۔ فرمایا کہ زمانہ کی گردش عجیب ہے، لیکن اس سے غفلت عجیب تر ہے۔

۶۔ ارشاد فرمایا کہ بوڑھا توبہ کرے تو بہتر ہے اور اگر جوان توبہ کرے تو بہت ہی بہتر ہے۔

۷۔ ارشاد فرمایا کہ امیر تکبر کرے تو بُرا ہے، لیکن غریب تکبر کرے تو بہت ہی بُرا ہے۔ (سیرت ابو بکر صدیقؓ)

۸۔ ارشاد فرمایا کہ جاہل دُنیا میں مشغول ہو تو بُرائی ہے اور عالم دنیا میں مشغول ہو تو سخت ترین بُرائی ہے۔

(ازالۃ الضیق لسیرۃ ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤلفہ: مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب، مانچسٹر)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیروانی نے "بلاغت خطب" کے عنوان سے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُسکو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں :-

**بلاغتِ خطب** مورخین کا قول ہے کہ صحابہ کرامؓ میں فصاحتِ خطبہ میں دو صحابی سب سے ممتاز تھے۔ ایک حضرت ابو بکرؓ دوسرے حضرت علی مرتضےٰؓ۔

بعض مقولے

| | |
|---|---|
| لا یحقرن احدکم احدا من المسلمین | تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے اس لئے |
| فان صغیر المسلمین عند اللہ اکبر | کہ معمولی درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے |
| وجدنا الکرم فی التقوی والغناء فی | ہم نے بزرگی تقویٰ میں، بے نیازی یقین میں اور |
| الیقین والشرف فی التواضع۔ | عزت تواضع میں دیکھی۔ |

ایک خطبہ میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے تھے جو آجکل ہر مسلمان کا دستور العمل بننا چاہئے،

| | |
|---|---|
| لا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا | باہم قطع تعلق مت کرو، بغض نہ رکھو، حسد مت کرو اور اے |
| وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم۔ | اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ، جیسا کہ تم کو حکم ہے۔ |

حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک موقع پر نصیحت کی،۔

| | |
|---|---|
| فر من الشرف یتبعک الشرف واحرص | جاہ و عزت سے بھاگو، عزت تمہارے پیچھے پھرے گی |
| علی الموت توھب لک الحیوٰۃ۔ | موت پر دلیر رہو تم کو زندگی بخشی جائے گی۔ |

**وفات** آپ کی وفات مدینہ منورہ میں تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مغرب و عشاء کے درمیان میں ہوئی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ (طبقات کبریٰ)

# امیر المومنین سیدنا حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ

**نام، نسب اور خاندان** عُمر نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں کعب بن لوی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر مل جاتا ہے۔

**اللہ کا خوف و خشیت** سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے :-

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے
مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ ٥ اُس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

تو بہت متأثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ اس آیت پر

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ٥ اور جب وہ اُس کی (دوزخ کی) کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔ (الفرقان)

اس قدر خضوع و خشوع طاری ہوا کہ اگر کوئی اُن کے حال سے ناواقف شخص دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اتباعِ سنت** سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دستورِ عمل کا سب سے

زریں صفحہ اِتباع سُنّت تھا۔ وہ خوردونوش، لباس و وضع نشست وبرخاست غرض ہر چیز میں اُسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر و فاقہ سے زندگی بسر کی تھی، اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روم وایران کی بادشاہت ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔

آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اُسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اُس طرف سے گزرتے تو اُس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا، یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اِتباع سُنّت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔

## زہد و قناعت

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جسم مبارک کبھی نرم و ملائم کپڑے سے چھوا تک نہیں۔ بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کُرتہ، سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں بوسیدہ جوتیاں ہوتی تھیں۔ اسی حالت میں وہ قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ اپنے زمانہ خلافت میں چند برس تک مسلمانوں کے مال سے ایک کوڑی بھی نہیں لی۔ حالانکہ فقر و فاقہ سے حالت تباہ تھی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے آپ کی عسرت وتنگدستی کو دیکھ کر اس قدر تنخواہ مقرر کر دی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو، لیکن

اُسے بھی آپ نے اِس شرط پر قبول کیا کہ جبتک ضرورت ہے لوں گا اور جب میری مالی حالت درست ہو جائے گی تو کچھ نہ لوں گا۔

ایک دفعہ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا یہ سُن کر کہ مالِ غنیمت آیا ہوا ہے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا، امیر المومنین! اِس میں سے میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے۔ میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نورِ نظر! تیرا حق میرے خاص مال میں ہے۔ یہ تو غنیمت کا مال ہے۔ افسوس ہے کہ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا وہ بیچاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔

**تواضع** حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عظمت و شان اور رعب داب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض آپ کے نام سے قیصر و کسریٰ کے ایوانِ حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا اور دوسری طرف آپ کی تواضع و خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے۔ مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا خرید کر لا دیتے تھے پھر اِس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرشِ خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

## آپ کی خصوصیات وارشادات

لوگوں نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کو امیر المومنین کہا گیا ہے آپ کے کثرتِ علم، وفورِ عقل و فہم، زہد و تواضع اور مسلمانوں کے ساتھ رفق و انصاف اور وقوف مع الحق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی تعظیم

اور شدّتِ متابعت پر پوری اُمت کا اِجماع ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت چاہی، تو آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ بھائی، اپنی دعا میں مجھے فراموش نہ کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ اپنی دعا میں مجھے بھی شریک کر لینا۔

**ف**: اِس سے معلوم ہوا کہ اپنے چھوٹوں سے بھی دعا کی درخواست کی جا سکتی ہے۔ (مرتب)

قصّابوں کی منڈی میں دُرّہ لیکر جایا کرتے تھے اور جس کو دو دن متواتر گوشت خریدتے دیکھتے اُس کو دُرّہ مارتے اور کہتے کہ اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے لئے اپنے پیٹ کو تھوڑی تکلیف کیوں نہیں دیتے۔ یعنی اپنے اوپر تھوڑی تنگی برداشت کر کے اُنکی مدد کرو تاکہ اُنکو بھی آرام ملے۔

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اگر مجھے حساب کا خوف نہ ہوتا تو حکم دیتا کہ میرے لئے تنور میں دُنبہ بھونا جائے۔ اور اگر آپ کو کسی ایسی چیز کی خواہش ہوتی جس کی قیمت ایک درہم ہوتی تو اُسکو ایک سال تک ٹالتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے اوپر کوئی (حاکم) نہیں۔ اِس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ آخر اِس بات کے کہنے کا کیا سبب ہوا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اِظہارِ شکر" اور منبر سے نیچے اُتر آئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے کاش میں دُنبہ ہوتا کہ لوگ جس قدر چاہتے مجھے تیار کرتے، پھر کاٹ کر کھا جاتے، پھر فُضلہ ہو کر نکل جاتا، مگر آدمی نہ بنایا جاتا۔

آپ جب گھُور پر سے گزرتے تو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے، یہی تمھاری

دُنیا ہے جس کی تم حرص کرتے ہو۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ فانی (دُنیا) کا نقصان برداشت کر لینا، باقی (آخرت) کا نقصان کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ کبھی تنکا زمین سے اُٹھاتے اور فرماتے کہ کاش میں بھی تنکا ہوتا، اے کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔ کاش میں کچھ نہ ہوتا۔ کاش میں بھُولا بِسرا ہو جاتا۔ وسطِ شب میں آپ کو نماز پڑھنی بہت مرغوب تھی۔ آٹے کی بوریاں اپنی پیٹھ پر لاد کر بیواؤں اور یتیموں کو پہنچاتے تھے۔ اور جب کوئی کہتا کہ لائیے میں پہنچادوں تو فرماتے کہ قیامت کے دن میرے گناہوں کو کون اُٹھائے گا۔ (طبقاتِ کبریٰ)

آپ نے اپنے تمام حکّام کو یہ فرمان بھیجا تھا کہ تمھارے کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل میرے نزدیک نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت کی اُس نے اپنا دین محفوظ کر لیا۔ اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ دوسری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرے گا۔

فرمایا کہ دُعا آسمان و زمین کے درمیان رُکی رہتی ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔

**ف:** اِس سے درود شریف کی کیسی فضیلت ثابت ہوئی۔ لہذا اس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔ (مرتّب)

فرمایا کرتے تھے کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور منہیات سے بچے اور نیت اپنی اللہ کے ساتھ درست رکھے۔ (سیرت خلفاء راشدین)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو حضرت عمر رضؓ نے لکھا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صبر مصیبت پر اور دوسرا صبر معصیت کے ترک پر۔ دوسری قسم پہلی قسم سے افضل ہے اور مدارِ ایمان ہے۔

**ف** : امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معصیت کے ترک پر صبر کرنے کو مصیبت پر صبر کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ معصیت کے ترک پر صبر کرنا نہایت دشوار عمل ہے بلکہ طاعت پر صبر و قرار سے بھی افضل ہے جیسا کہ حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ طاعات کو بجالانا صالحین کا کام ہے اور معاصی کو ترک کرنا صدیقین کا کام ہے۔ اس سے ترک معاصی کی کیسی کچھ اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ (مرتب)

**آخری وصیت**

آخری وصیت میں فرمایا کہ دیکھو کتاب اللہ سے غفلت نہ کرنا جبتک تم اس کی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ دیکھو مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہ کرنا۔ مسلمان تو بہت ہوں گے مگر مہاجرین جیسے اب کہاں۔ اور انصارؓ کا لحاظ بھی رکھنا، وہ اسلام کے ملجا، و ماویٰ ہیں۔ اور بدوؤں کا خیال رکھنا وہ تمھاری اصل ہیں۔ اور ذمی کافروں سے جو معاہدہ ہو جائے اس پر قائم رہنا۔

**ف** : سبحان اللہ، ہر جماعت کے کیسے حقوق بیان فرمائے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہ کرے۔ اور اس شخص کی خطائیں نہیں بخشتا جو دوسروں کی خطائیں نہ بخشے۔

فرماتے تھے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، جبتک یہ دونوں چیزیں تم میں رہیں گی اس وقت تک بھلائی رہے گی۔ ایک فیصلے میں انصاف کرنا، دوسرے تقسیم میں انصاف کرنا۔

نیز فرمایا، میں تم کو ایک ایسے راستہ پر چھوڑے جاتا ہوں جس پر نشان قدم

بنے ہوئے ہیں۔ اب اگر کوئی قدم از خود کجی اختیار کرے گا تو وہ راستہ سے ہٹ جائے گا۔

فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں تیرے بھائی کے دل میں تیری محبت قائم کردینگی اوّل: جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں ابتدا کرنا۔ دوم: اُس کے ناموں میں سے جو نام اُسکو پسند ہو اُسی نام سے اُسکو پکارنا۔ سوم: محفل میں اُس کے لئے جگہ کشادہ کرنا۔

**ف:** سبحان اللہ کیسی معرفت بلکہ تجربہ کی باتیں ہیں جو قابل عمل ہیں تاکہ باہم محبت قائم ہو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب کوئی بندہ اللہ کیلئے تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کی حکمت کو بلند کردیتا ہے۔ وہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر لوگوں میں اُسکی عزت ہوتی ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اُسکی زندگی کامیابی میں گذرے، اُسکو چاہیئے کہ اپنے باپ کے بعد اُس کے دوستوں سے نیک سلوک کرے۔

**ف:** مگر افسوس، آج اِس کے برعکس معاملہ ہے۔ والدین کے ساتھ عموماً بدسلوکی و بدخُلقی برتی جاتی ہے تو اُن کے دوستوں کے ساتھ حُسن سلوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (العیاذ باللہ) (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ علماء کی مجلسوں سے علٰحدہ نہ رہا کرو۔ اللہ نے روئے زمین پر علماء کی مجلس سے زیادہ بزرگ کوئی مقام نہیں پیدا کیا۔

**ف:** سُبحان اللہ، حضرت خلیفۂ راشد کی کتنی اہم بات ہے کہ علماء کی جگہ سب جگہوں سے افضل ہے۔ مگر آج کے آزاد لوگوں کا اِس کے خلاف خیال و نظریہ ہے۔ یعنی سب سے بدتر شاید علماء کی جگہ کو سمجھتے ہیں۔ پس خلیفۂ راشد کی بات پر عمل تو کیا نظریہ بھی اُس کے مطابق نہیں رہا۔ پھر کیسے اللہ کی رحمت

نازل ہوگی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو۔ اُن کے دل بہت نرم ہوتے ہیں۔

ف: یہ اِس لئے کہ اُن کے پاس بیٹھنے سے تمہارے دل میں بھی نرمی پیدا ہوگی جو اللہ کے قرب وقبول کا ذریعہ بنے گی۔ (مرتب)

اخیر عمر میں بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول ؐ کے شہر میں موت دے۔

اور اخیر وقت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ظَلُوْمٌ لِنَفْسِیْ غَیْرَ اَنِّیْ مُسْلِمٌ     اُصَلِّی الصَّلٰوۃَ کُلَّھَا وَاَصُوْمُ

(ترجمہ: میں اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوں سوائے اِس کے کہ میں مسلمان ہوں سب نمازیں پڑھ لیتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں۔)

زخمی ہونے کے بعد نماز پڑھی اور زخم سے خون جاری تھا۔ فرمایا کہ جسکی نماز جاتی رہی اُس کا دین میں کچھ حصہ نہیں۔

بالکل آخری وقت میں زمین پر اپنا منہ رکھ دیا اور فرمایا کہ عمر کی خرابی ہے اگر اُسکے رب نے اُسکی خطاؤں کو بخش نہ دیا۔

**آپ کی شہادت** ۲۷ر ذوالحجہ ۲۳ھ بروز چہار شنبہ زخمی ہوئے اور پانچویں دن یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز یکشنبہ بعمر ترسیٹھ ۶۳ سال رحلت فرمائی۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبوی ؐ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ ۔ (خلفائے راشدین صا۱۸۱)

## ذوالنورین امیرالمومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، خاندان** عثمان نام، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب پانچویں پُشت میں عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعۂ فیل کے چھٹے سال میں ہوئی۔ قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے عام اہل عرب کے خلاف اُسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

**خوف وخشیت** حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اکثر خوفِ خداوندی سے آبدیدہ رہتے۔ موت، قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ مقبروں سے گزرتے تو اسقدر روتے کہ ڈاڑھی تر ہو جاتی۔

**حبِ رسول ﷺ** حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور آپ ﷺ پر فدائیت وجاں نثاری کا حق ادا کیا۔

ایک دفعہ چار دن تک آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقے سے بسر کیا آپ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اُسی وقت بہت سا سامانِ خورد ونوش اور تین سو درہم لا کر بطور نذرانہ پیش کیا۔

**احترامِ رسول ﷺ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی

پھر اُس کو نجاست یا محلِ نجاست سے مَس نہ ہونے دیا۔

## اِتباعِ سُنّت

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے اِس محبت وارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول و فعل یہاں تک کہ حرکات و سکنات اور اِتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتّباع کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ وضو کرتے ہوئے مُسکرائے۔ لوگوں نے اِس بے موقع مسکرانے کی وجہ پوچھی، تو فرمایا، میں نے ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) کو اسی طرح وضو کرتے وقت مُسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

## حیاء

شرم و حیا حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا امتیازی وصف تھا۔ حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حیار کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی آپ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

## تواضع

تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ گھر میں بیسیوں لونڈی اور غلام موجود تھے، لیکن اپنا کام خود آپ ہی کر لیتے تھے اور کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے، رات کو تہجد کیلئے اُٹھتے اور کوئی بیدار نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے اور کسی کو جگا کر اُس کی نیند خراب نہ فرماتے۔

ایک دفعہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ ایک طرف سے آواز آئی، عثمان! توبہ کر اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت قبلہ رُو ہو کر ہاتھ اُٹھایا اور کہا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ تَائِبٍ تَابَ اِلَیْکَ ۔ اے اللہ! میں سب سے پہلے توبہ کرنے والا ہوں جس نے تیری بارگاہ میں رجوع کیا۔

**ایثار** آپ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ چنانچہ اپنے زمانۂ خلافت میں ذاتی مصارف کیلئے بیت المال سے ایک حبّہ (دانہ) نہ لیا۔ اور اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کیلئے چھوڑ دیا۔

**فیّاضی** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے مدینہ منورہ میں تمام کنوئیں کھاری تھے، صرف بئرِ رومہ جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا شیریں تھا۔ حضرت عثمان رض نے رفاہِ عام کے خیال سے اُس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجدِ نبوی میں جگہ کی تنگی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک گراں قدر رقم صرف کرکے اُس کی توسیع کرائی۔ (سیر الصحابہ ج ۱ ص ۲۳۹ تا ۲۴۳)

**فضل و کمال** آپ کو ذوالنورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہ و اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ آپ دن کو روزے رکھتے اور رات میں قیام کرتے تھے۔ صرف اوّل شب میں کچھ دیر آرام فرمالیتے تھے۔ اور اکثر ایک رکعت میں پورا قرآن تلاوت فرماتے تھے۔

آپ لوگوں کو خطبہ اس حال میں دیتے تھے کہ آپ کے جسم پر عدنی موٹی چادر ہوتی تھی، جس کی قیمت چار یا پانچ درہم ہوتی تھی۔ آپ عام لوگوں کو امیروں جیسا کھانا کھلاتے تھے اور خود گھر میں جاکر سرکہ اور زیتون تناول فرماتے تھے۔ (طبقات کبریٰ)

ف: سبحان اللہ، کیسا زہد و تقویٰ تھا جو ہم سب کیلئے اُسوۂ صالحہ ہے۔ اس پر اگر عمل نہ ہو سکے تو کم از کم اس کا علم تو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں کے استعمال پر شکرِ الٰہی بجالائیں۔ (مرتب)

حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی نے "حضرت عثمان ذوالنورینؓ" میں شعر و شاعری اور ملفوظات کے عنوان سے جو ارقام فرمایا ہے اُس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں :۔

**شعر و شاعری** عرب میں شعر و شاعری کا مذاق بچہ بچہ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ حضرت عثمانؓ اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے چنانچہ آپ کو اشعار کثرت سے یاد تھے، موقع موقع سے آپ انھیں پڑھتے اور اُن سے تمثیل کرتے تھے۔ ہشام بن عروۃ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ لوگوں میں سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ ایک ایک موقع پر پانچ پانچ شعر ایک ساتھ پڑھتے جاتے تھے، آپ کے اشعار وعظ و تذکیر سے پُر ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا ؎

تفنی اللذاذۃ فمن نال صفوتھا    من الحرام ویبقی الاثم والعار
یلقی عواقب سوء من مغبھا    لاخیر فی لذۃ من بعدھا النار

(ترجمہ) جو شخص حرام چیزوں سے لُطف اندوز ہوتا ہے اُن چیزوں کی لذت تو فنا ہو جاتی ہے لیکن اُس کا گناہ اور ننگ و عار باقی رہتے ہیں۔ لذتِ حرام کے غائب ہو جانے کے بعد اُس کے نتائجِ بد فنا نہیں ہوتے۔ تو پھر اُس لذت میں کیا بھلائی ہے جس کا انجام دوزخ ہو۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا ؎

غنی النفس یغنی النفس حتی یکفھا    وان عضھا حتی یضر بھا الفقر
وماعسرۃ۔ فاصبر لھا ان تتابعت    بباقیۃ الا سیتبعھا یسر

(ترجمہ) نفس کی تونگری انسان کو بے پروا بنا دیتی ہے، خواہ اُسکو کیسی ہی

تنگدستی ہو، کوئی تنگدستی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے، عُسر کے بعد یُسر ضرور آتا ہے۔ اس لئے کیسی ہی تنگدستی ہو اس پر صبر کرو۔

**ملفوظات** فرامین و مراسلات اور خطبات کے علاوہ حضرت عثمان رضؓ جو نجی گفتگو کرتے تھے اُس میں بھی آپ کے ملفوظات فصاحت و بلاغت کی جان اور تلمیحات و کنایات سے پُر ہوتے تھے۔ یہ ملفوظات تاریخ و ادب کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ نے محصور ہونے کے دنوں میں حضرت علی رضؓ کو ایک پیغام بھیجا تو اُس میں آپ نے نہایت فصیح و بلیغ اور پُر جوش و موثر عبارت میں فرمایا:۔

"آپ پر واضح ہونا چاہیئے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، اور اونٹ کے پالان کا تسمہ تھنوں کے پیچھے جا پڑا ہے (یہ دونوں عربی کے مشہور محاورے ہیں جو کسی نہایت سخت حادثہ کے پیش آجانے کے وقت بولے جاتے ہیں) وہ لوگ مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں جو خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اے علی! اگر تم کسی بات سے عاجز نہیں ہو اور تم اپنی بات بہرحال منوا سکتے ہو، شریفوں کے لئے گھٹیا درجہ کے لوگوں سے عہدہ برآ ہونا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ تم میرے پاس آجاؤ تمھیں اختیار ہے کہ جس ارادے سے چاہو آؤ، دوست بن کر یا دشمن حامی بنکر یا مخالف" اُس کے بعد حضرت عثمان رضؓ نے ایک شعر لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے: "اگر میری قسمت میں مقتول ہونا ہے تو تم مجھ کو قتل کرو، ورنہ آکر مجھے بچالو اس سے پہلے کہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں"

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو خط لکھا تھا

یا ایک معزز قریشی کی معرفت خط سے ملتا جلتا پیغام بھیجا تھا جس میں مذکورہ بالا شعر بھی تھا۔ بہر حال اِس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی جوہر فطرت میں فصاحت و بلاغت اور ولولہ انگیز خطابت کا جو ملکہ و دلیعت تھا اُس کا اظہار بے ساختہ اُس موقع پر بھی ہوتا تھا جبکہ سخت جانی حادثہ سے دوچار ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے انسانوں کے ہوش و حواس خطا کر جاتے ہیں۔ (عثمان رضؓ ذوالنورین)

## آپؓ کے ارشادات

فرماتے تھے کہ اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔ (گھاٹے کا تو سوال ہی نہیں)

فرماتے تھے کہ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ اُحکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اُس کو پورا کرے، اور جو کچھ مل جائے اُس پر راضی رہے اور جو نہ ملے اُس پر صبر کرے۔

فرماتے تھے کہ دُنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔

فرماتے تھے کہ متقی کی علامت یہ ہے کہ سب لوگوں کو تو سمجھے کہ نجات پا جائیں گے اور اپنے کو سمجھے کہ ہلاک ہو جاؤں گا۔

**ف :** سُبحان اللہ، فنا و نیستی کی کیسی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے ہی ہمارا حال بنا دے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفرِ آخرت کی تیاری نہ کرے۔

فرماتے تھے کہ دنیا جس کے لئے قید خانہ ہو قبر اُس کیلئے باعثِ راحت ہوگی۔

**ف**: ظاہر ہے کہ جب دُنیا کو قید خانہ سمجھے گا تو اُسی کے مطابق دنیا کی تنگ معیشت پر قناعت کرے گا جو قبر کی وسعت و راحت کا سبب بنے گا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن مجید کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔

محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! آپ تو مسجد جا نہیں سکتے اس لیۓ انہی باغیوں میں سے کوئی شخص امام بنتا ہے، ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ نماز اچھا کام ہے، جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو اُن کے ساتھ شریک ہو جایا کرو، ہاں بُرے کام میں اُن کے ساتھ شرکت نہ کرو۔

(خلفائے راشدین)

**ف**: سُبحان اللہ، کس قدر اعتدالی تعلیم و تربیت تھی جو خلیفۂ راشد ہی کر سکتا تھا۔ (مرتب)

ذیل میں ہم چند خطبات کے ترجمے نقل کرتے ہیں، جن میں آپ نے مختلف اسالیب سے دُنیا کی بے ثباتی اور عالمِ آخرت کی بقاو پائداری کا ذکر فرمایا ہے ان کو بغور پڑھیں انشاء اللہ تعالےٰ نفع ہو گا۔

## خلافت کے بعد پہلا خطبہ

(۱) حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا، مجھ پر خلافت کا بار ڈالا گیا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے۔ سُن لو! میں (سُنّت کی پیروی کرنے والا ہوں، بدعت کا ایجاد کرنے والا نہیں۔ سُن لو! قرآن مجید اور سُنّتِ نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کے بعد تم سب لوگوں کے میرے اوپر تین حقوق ہیں:۔

اوّل: یہ کہ جن امور میں مسلمانوں کا اجماع ہے اُن میں اپنے پیشرووں کا

اتباع کرنا۔ دوم یہ کہ جن اُمور میں مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے اُن میں اہل خیر حضرات کے مسلک پر چلنا۔ سوم یہ کہ میں آپ پر دست درازی نہ کروں بجز اُس وقت کے جب اپنے کسی فعل کی وجہ سے آپ خود اپنے کو اُس کا مستحق نہ بنا دیں۔ سُن لو! دُنیا ایک سبز پری (حسین عورت) ہے جو لوگوں کو مرغوب بنا دی گئی ہے اور بہت سے اُس پر فریفتہ ہو گئے ہیں۔ تم دنیا کی طرف نہ مائل ہو نہ اُس کی طرف جُھکو اور نہ اُس پر بھروسہ کرو، کیونکہ وہ لائق اعتماد نہیں ہے اور یاد رکھو! دنیا بس اُسی کا پیچھا چھوڑتی ہے جو اُسے چھوڑ دے۔ (طبری ج ۴ ص ۴۲۲)

**دوسرا خطبہ** حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا:۔

(۲) خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ نے تم لوگوں کو دُنیا اس لئے دی ہے کہ تم اُس کے ذریعہ آخرت کا سامان کرو، اس لئے نہیں دی ہے کہ تم اُسی کے ہو کر رہ جاؤ۔ بے شبہ دُنیا فانی ہے اور آخرت غیر فانی۔ پس خبردار! کہیں تم فانی پر بھروسہ کرکے باقی رہنے والی چیز سے کنارہ کش نہ ہو جاؤ۔ پس باقی کو فانی پر ترجیح دو کیونکہ دُنیا کا ساتھ چھوٹ جانے والا ہے اور انجام کار اللہ تعالےٰ کیطرف ہی جانا ہے پس اللہ سے ڈرو، یہ خوف اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچانے کیلئے ڈھال کا کام کرتا ہے اور اُس کے قرب کا ذریعہ بنتا ہے۔ لوگو! اللہ بڑا غیرت مند ہے، اُس سے ہوشیار رہو، اپنی جماعت کا ساتھ نہ چھوڑو، اپنی اپنی ٹولیاں الگ نہ بناؤ، اللہ کی اُس نعمت کو جو تم پر نازل ہوئی ہے مت بھولو کہ اُس وقت جب تم ایک دوسرے کے دُشمن تھے اللہ نے تمھارے دل جوڑ دیئے اور اُسی کی رحمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۱۵، طبری ج ۴ ص ۴۲۲، ۴۲۳)

**تیسرا خطبہ** ایک اور خطبہ میں حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے فرمایا :-
تم سب چل چلاؤ کی منزل میں اپنی اپنی باقی عمریں پوری کرنے کیلئے ہو۔ پس جو مدت باقی رہ گئی ہے اُس کو جہاں تک تمھارے امکان میں ہے اچھے کاموں میں بسر کرو۔ تم اِس دنیا میں آئے، تم نے یہاں صبح کی، شام کی یاد رکھو! دُنیا ایک دھوکے کی ٹٹی ہے، جو لوگ گزر گئے اُن سے عبرت حاصل کرو اور جد وجہد کرو، غافل نہ بنو، کیونکہ تم سے غفلت نہ برتی جائیگی، کہاں ہیں وہ دُنیا کے فرزند اور اُس کے بھائی بند جنھوں نے دُنیا کو پسند کیا، اُسے آباد کیا اور اُس سے ایک طویل مدت تک لُطف اندوز ہوئے۔ کیا پھر دُنیا نے اُن کو باہر نہیں نکال پھینکا۔ تم بھی دُنیا کو وہیں پھینک دو جہاں اللہ نے اُس کو ڈال رکھا ہے، اور آخرت کو طلب کرو۔ کیونکہ اللہ نے دُنیا اور جو چیز اُس سے بہتر ہے (یعنی آخرت) دونوں کی مثال اپنے اِس ارشاد میں بیان فرمائی ہے :-

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور آپ اُن لوگوں سے دُنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے
كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو۔

(عثمان ذوالنورینؓ بحوالہ طبری ج ۴ ص ۲۴۳)

**شہادت** آپ کی مدتِ خلافت بارہ سال ہے۔ باغیوں نے اُنچاس دن تک آپ کے مکان کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید کر دیا جبکہ آپ کے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا اور آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کی مزار مبارک بقیع میں ہے۔

رضی اللہ عنہ و نور اللہ مرقدہٗ۔

(طبقات کبریٰ ج ۱)

# امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** علی نام، ابوالحسن اور ابوتراب کُنیت، حیدر (شیر) لقب، والد محترم کا اسم گرامی ابو طالب، دادا کا نام عبدالمطلب ہے۔ پس عبدالمطلب پر ہی آپ کا نسب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس پہلے ہوئی۔

**امانت و دیانت** چونکہ آپ امین صادق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے، اس لئے ابتدا ہی سے آپ صفت امانت سے متصف تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی امانتیں جمع رہتی تھیں۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو اُن امانتوں کی واپسی کی خدمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔

**زہد وقناعت** ایام خلافت میں بھی زہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا آپ کے لئے دُنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔

**عبادت وریاضت** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

کان ما علمت صواما قواما جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار وعبادت گزار تھے

زبیر ابن سعید قریشی کہتے ہیں:۔

لَمْ اَرَ هَاشِمِیًّا قَطُّ کَانَ اَعْبَدَ اللّٰہِ مِنْہُ۔ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو اُن سے زیادہ اللہ کا عبادتگذار ہو۔

**اِنفاق فی سبیل اللہ** حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ گو دُنیاوی دولت سے تہی دامن تھے، لیکن دل غنی تھا۔ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے ناکام واپس نہیں ہوا۔

**تواضع** سادگی، تواضع وانکسار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاص صفات تھیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت ومزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کبھی جوتا ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے۔ مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرشِ خاک پر بے تکلف سو جاتے۔

ایامِ خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی۔ عموماً چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کُرتہ پہنتے اور معمولی کپڑے کی تہبند باندھتے۔ (سیر صحابہ ج۱ ص۲۳۳)

**شجاعت** شجاعت حضرت علیؓ کا مخصوص وصف تھا جس میں کوئی معاصر آپ کا حریف نہ تھا۔ آپ غزوات میں شریک ہوئے اور سب میں اپنی شجاعت کے جوہر دِکھائے۔

## آپ کے ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ دُنیا مردار ہے، پس جو دنیا سے کچھ لینا چاہے تو چاہئے کہ کتّوں کے ساتھ بود وباش کو برداشت کرے۔

• میں کہتا ہوں کہ یہاں دُنیا سے مراد وہ دُنیا ہے جو حاجتِ شرعیہ سے زائد ہو علامہ شعرانیؒ

وہ نہیں کہ جسکی ضرورت داعی ہو۔ اور یہ اس لیئے ہے کہ فضول دنیا شہوت ہے اور اہلِ شہوات دُنیا میں کثیر ہیں۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ دُنیا کے لیئے مزاحمت کے موقع پر زاہد نظر نہیں آتے (بلکہ اہلِ شہوات ہی باہم مزاحمت کرتے نظر آتے ہیں) اور فضول دُنیا کے طالب کا نام کلب (کُتّا) اس لیئے رکھا جاتا ہے کہ اُس کا قلب اُس کے ساتھ متعلق رہتا ہے۔ اور کلب تکلّب سے ماخوذ ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کیلیئے اُسکی شہوت کا ترک دُشوار ہو تو وہ اُس شہوت کا کلب یعنی کُتّا ہے۔ خوب سمجھ لو۔ پس جس نے بھی کھانے اور پہننے میں توسُّع کیا تو سمجھ لو کہ اس کی وجہ قلّتِ ورع ہے۔ اور شارع نے ہم کو شہوات میں توسّع کا امر نہیں فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرماتے تھے کہ مجھ سے مومن ہی محبّت کرتا ہے۔ اور منافق تو مجھ سے بُغض رکھتا ہے۔ **ف**: اس میزان پر اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ انسان کے بالغ ہونے اور اپنے آپ کی معرفت حاصل ہونے کے بعد مرنا اُس کے بچپنے میں مرنے سے کہیں بہتر ہے۔ اگرچہ جنّت میں بغیر حساب داخل کر دیا جائے۔

**ف**: سُبحان اللہ، کیا ہی خوب حکمت و معرفت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتا ہو گا تو وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ والوں کی (یعنی مؤمنین کی) تعظیم و محبت میں بھی سب سے زیادہ ہوگا۔

فرماتے تھے کہ تم لوگ عمل سے زیادہ عمل کی قبولیت کا اہتمام کرو اور قبولیت تقویٰ سے حاصل ہوگی۔ پس جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہوگا وہ فی الحقیقت قلیل نہیں بلکہ کثیر ہے۔ اور کیونکر قلیل ہوگا جبکہ وہ عند اللہ تقویٰ کی شمولیت کی وجہ سے قبولیت کا شرف حاصل کر چکا ہے۔

فرماتے تھے کہ بندے کو چاہیئے کہ اپنے رب کے سوا کسی سے امید نہ رکھے اور گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔

**ف** : سُبحان اللہ، اللہ کے بندوں کو کیسی کام کی نصیحت فرمائی جو حضرت علیؓ ہی فرما سکتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جاہل کو اپنی نہ جانی ہوئی بات کے متعلق سوال کرنے سے شرم نہ کرنی چاہیئے۔ اور عالم کو بھی چاہیئے کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اُس کے متعلق "اللہُ اَعْلَمُ" (اللہ زیادہ جاننے والا ہے) کہنے سے حیا نہ کرے۔

اور آپ فرماتے تھے کہ مجھے سب سے زیادہ خوف اتباعِ ہوٰی اور طولِ اَمل سے ہے (یعنی لمبی لمبی امیدیں) اس لیئے کہ اتباعِ ہوٰی سے آدمی حق سے ہٹ جاتا ہے۔ اور طولِ امل سے آخرت کو بھول جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ پورا فقیہ وہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ کرے، اور اللہ تعالٰی کے عذاب سے نڈر کبھی نہ کردے۔ اور اللہ تعالٰی کی معاصی میں ڈھیل نہ دے۔ اور قرآن پاک کے غیر کی طرف متوجہ ہو کر قرآن کو نہ چھوڑے۔

**ف** : اِس لئے کہ قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی نعمت ہی نہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اُس عبادت میں خیر نہیں جس میں علم نہ ہو، اور اُس علم میں خیر نہیں جس میں فہم نہ ہو، اور اُس قرارت میں خیر نہیں جس میں تدبّر نہ ہو۔

**ف** : قرآن پاک میں تدبّر کا اللہ تعالٰی نے امر فرمایا ہے، اس لئے یہ امر قابلِ اعتنا رہے۔ پس اُمت اِس سے تاقیامت مستغنی نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس کہ آج عام طور پر اِس سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ (مرتب)

آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا تو اُس کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ

یقیناً تو خوشبودار ہے، خوش رنگ ہے، خوش مزہ ہے۔ لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ جس چیز کا ابتک عادی نہیں تھا اب اُس کا اپنے کو عادی بناؤں چنانچہ اُس فالودہ کو تناول نہ فرمایا۔

اور آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کھانا نہ کھایا۔

**ف**: سبحان اللہ، باہم اِس قدر محبت و تعلق تھا کہ آپ کی شہادت سے اتنا حزین و غمگین ہوئے کہ باقاعدہ کھانا تناول نہ فرمایا۔ (مرتب)

اور آپ اپنی قمیص میں پیوند لگا لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ پیوند دار کپڑے کے پہننے سے قلب میں خشوع پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی غرض ہے کہ اہلِ ایمان اس کی اِقتدار کریں گے۔

آپ موسم سرما میں سردی برداشت کرتے تھے یہاں تک کہ سردی کی وجہ سے آپ کے بدن پر کپکپی طاری ہوجاتی تھی۔ مگر جب آپ سے کہا گیا کہ بیت المال سے کوئی چادر کیوں نہیں لے لیتے، اس لئے کہ بیت المال میں کافی وسعت ہے، تو ارشاد فرمایا کہ اپنے لئے مسلمانوں کے بیت المال سے کچھ لے کر کمی کا سبب نہ بنوں گا۔

**ف**: سُبحان اللہ، دُنیا سے کس قدر زُہد اور خلق اللہ پر کتنا ترحم تھا کہ بیت المال سے ایک چادر لینے کو گوارا نہ فرمایا، جو اُن کے توکل و تقویٰ پر بیّن ثبوت ہے۔ پس جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف رائے و عقیدہ رکھتا ہے وہ اپنے ایمان کی خیر منالے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ تقویٰ یہ ہے کہ معصیت پر اِصرار نہ کرے اور اپنی طاعت و عبادت کی وجہ سے غرور میں نہ پڑے۔

آپ کو دنیا اور اُسکی شادابی سے وحشت ہوتی تھی، اور رات اور اُسکی ظلمت سے اُنس رکھتے تھے۔

آپ اہل دین اور مساکین سے محبت فرماتے تھے۔ دُنیا کو خطاب کر کے فرماتے تھے کہ اے دُنیا! تو میرے علاوہ کسی اور کو دھوکے میں ڈال، اِس لئے کہ تجھ کو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اِس لئے کہ تیری عمر کوتاہ ہے اور تیری مجلس حقیر ہے اور تیرا خطرہ عظیم ہے۔

فرماتے: آہ آہ! زاد قلیل ہے، سفر بعید ہے اور راستہ وحشتناک ہے

فرماتے کہ سب سے مشکل اعمال تین ہیں (۱) اپنے نفس سے حق کو دلانا (۲) ہر حال میں اللہ کو یاد کرنا اور (۳) مال میں اپنے بھائی کی مواساۃ (رعایت) کرنا۔

فرماتے تھے کہ جب دُنیا تم کو ملے تو زیادہ خوشی نہ مناؤ، اور اگر کچھ فوت ہو جائے تو حزن و غم کی وجہ سے مایوس نہ ہو۔ بلکہ تمھاری فکر و ہمت بعدالموت کے معاملہ میں ہونی چاہیئے۔ (طبقات)

فرماتے تھے کہ لوگ سو رہے ہیں، جب مریں گے اُسوقت بیدار ہوں گے۔

فرماتے تھے کہ اگر عالمِ غیب کے پردے ہٹا دیئے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی۔

نیز فرماتے تھے کہ جس نے اپنے کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

**ف**: عربی میں یوں عبارت ہے "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اُس شخص کو نہ دیکھو جس کا کلام ہے بلکہ خود کلام کو دیکھو کہ کیسا ہے؟

فرماتے تھے کہ احسان زبان کو قطع کر دیتا ہے (یعنی محسن کے خلاف بولنے

سے گونگا ہو جاتا ہے۔)

فرماتے تھے کہ جب دُشمن پر قابو پا جاؤ، تو اس قابو پانے کا شکریہ یہ ہے کہ اُس کا قصور معاف کر دو۔

**ف:** سُبحان اللہ، کیسی عمدہ نصیحت ہے۔ بندہ جب اللہ کے بندوں کا قصور معاف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسکی خطاؤں کو معاف فرما دیں گے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ علم ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتا ہے اور جہل اعلیٰ کو اُدنیٰ بنا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرے گا اور مال کی حفاظت تم کو خود کرنی پڑے گی۔

**ف:** مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے بھی اِس پر اپنے رسالہ "علم کی ضرورت" میں مفصل کلام فرمایا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچ بولنے سے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ بولے۔

آخری وصیت میں فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی توحید پر قائم رہنا، کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل کرنا، اگر یہ دونوں کام تم نے کر لئے تو ہر بُرائی تم سے دور رہے گی۔ توحید و سُنّت دین کے دو ستون ہیں اور راہِ ہدایت کے دو مشعل تاباں ہیں۔

**شہادت** آپ تین دن کم پانچ سال تختِ خلافت پر متمکن رہے آخر ۱۸ رمضان ۴۰ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا اور آپ پر خلافتِ راشدہ کا دَور تمام کو پہنچا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ اور کوفہ کے قریب مقامِ نجف میں مدفون ہوئے۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَنَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ۔ (ماخوذ از خلفاءِ راشدین)

# اقوال حکمت

تقاضائے قلب ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ کے زریں اقوال، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحؒ کی شہرۂ آفاق کتاب "المرتضیٰ" سے نقل کروں جس کی معنویت وافادیت پر دلالت کے لئے اُن کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت ہی کافی ہے۔ چنانچہ "المرتضیٰ" میں مذکور ہے کہ :۔

علمائے متأخرین میں سے شیخ محمد عبدہ نے بھی "نہج البلاغہ" کی شرح لکھی اور ادبی و تعلیمی حلقوں کو اُس کی اہمیت اور اُس سے استفادہ کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ اِس سے اُس کے ساتھ اعتنا اور اہتمام بڑھ گیا۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ قیمۃ کل امرئ ما یحسنہ۔ | ہر انسان کی قیمت اُس کے کام سے لگائی جاتی ہے جس کو وہ (دوسروں کے مقابلہ میں اور اپنے دوسرے کاموں کے مقابلہ میں) بہتر طریقہ پر انجام دیتا ہے (انسان کی قیمت اُسکے خاص ہنر سے لگائی جاتی ہے۔) |
| ۲۔ کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم۔ اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ۔ | لوگوں سے اُنکی ذہنی سطح اور فہم کے مطابق بات کرو۔ کیا تمھیں پسند ہے کہ کوئی (اپنے فہم وادراک سے بالا ہونے کی وجہ سے) اللہ اور اُس کے رسول کو جھٹلائے۔ |

۳۔ احذر صولة الکریم اذا جاع، وصولة اللئیم اذا شبع۔

ایک شریف آدمی اُسوقت بے قابو ہوتا ہے جب بھوکا ہو۔ اور ایک پست فطرت انسان اُسوقت بے قابو اور جامہ سے باہر ہوتا ہے جب شکم سیر ہو (اور اُسکو کسی کی ضرورت نہ ہو)

۴۔ اجموا ھذہ القلوب والتمسوا لھا طرف الحکمة فانھا تمل کما تمل الابدان۔

اُن دلوں کو بھی آرام دو، اُن کے لئے حکمت آمیز لطیفے تلاش کرو، کیونکہ جسموں کی طرح دل بھی تھکتے اور اُکتا جایا کرتے ہیں۔

۵۔ النفس موثرة للھوٰی، اٰخذة بالھوینی، جامحة الی اللھو، امارة بالسوء مستوطنة للفجور، طالبة للراحة، نافرة عن العمل فان اکرھتھا انضیتھا وان اھملتھا اردیتھا

نفس خواہشات کو ترجیح دیتا ہے سہل اور سست راہ اختیار کرتا ہے، تفریحات کی طرف لپکتا ہے، بُرائیوں پر اُبھارتا ہے بدی اُس کے اندر جاگزیں رہتی ہے، راحت پسند ہے، کام چور ہے، اگر اُسکو مجبور کرو گے تو لاغر ہو جائے گا اور اگر چھوڑ دو گے ہلاک ہو جائیگا۔

۶۔ الا لا یرجون احدکم الا ربه، ولا یخافن الا ذنبه، ولا یستحی احدکم اذا لم یعلم ان یتعلم، واذا سئل عما لم یعلم ان یقول لا اعلم۔

خبردار و ہوشیار! اللہ کے سوا قطعاً تم میں سے کوئی کسی سے امید نہ قائم کرے اپنے گناہوں کے سوا کسی بات سے نہ ڈرے اگر کوئی چیز نہ آتی ہو تو سیکھنے سے شرم نہ محسوس کرے۔ اور اگر اُس سے کوئی ایسی بات دریافت کی جائے جسکو نہ جانتا ہو

تو کہدے، مجھے معلوم نہیں۔

| | |
|---|---|
| ۷۔ الفقر یُخرِس الفَطِن عن حجته والمقل غریب فی بلدته | غربت ذہانت کو کُند کر دیتی ہے ایک غریب آدمی اپنے وطن میں رہ کر بھی پردیسی ہوتا ہے۔ |
| ۸۔ العجز آفة والصبر شجاعة والزهد ثروة والورع جُنّة۔ | ناداری آفت ہے، صبر بہادری ہے زُہد خزانہ ہے، خوفِ خدا ڈھال ہے۔ |
| ۹۔ الآداب حلل مجدّدة والفکر مرآة صافیة۔ | اخلاق و آداب ایسے جوڑے ہیں جو بار بار نئے نئے پہنے جاتے ہیں، ذہن ایک صاف و شفاف آئینہ ہے۔ |
| ۱۰۔ اذا اقبلت الدنیا علی احد اعارته محاسن غیره واذا ادبرت عنه سلبته محاسن نفسه۔ | جب کسی کا اقبال ہوتا ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اُس سے منسوب کر دی جاتی ہیں۔ اور جب زوال آتا ہے تو اُس سے اُس کی ذاتی خوبیوں کا بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔ |
| ۱۱۔ ما اضمر احد شیئاً الا ظهر فی فلتات لسانه وصفحات وجهه | جب کوئی بات آدمی دل میں پوشیدہ رکھتا ہے تو زبان سے اُس کے اشارے مل جاتے ہیں، چہرہ کے اُتار چڑھاؤ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ |
| ۱۲۔ لا تکن عبد غیرك وقد | اپنے علاوہ کسی کے غلام مت بنو، |

| | |
|---|---|
| جعلک اللہ حرا۔ | جبکہ اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا ہے۔ |
| ۱۳۔ ایاک والاتکال علی المنٰی فانھا بضائع النوکی | جھوٹی تمناؤں پر بھروسہ کرنے سے بچتے رہو۔ تمنائیں بے وقوفوں کا سرمایہ ہیں۔ |
| ۱۴۔ الا انبئکم بالعالم کل العالم من لم یزین لعباد اللہ معاصی اللہ، ولم یؤمنھم مکرہ، ولم یؤیسھم من روحہ۔ | تم کو بتاؤں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ وہ جو بندگان خدا کو معصیت کی باتیں حسین بنا کر نہ دکھائے اور خدا کی کارروائی سے بے خطر نہ رکھے اور اُسکی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے۔ |
| ۱۵۔ الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا۔ | لوگ محو خواب ہیں، جب مریں گے تو ہوش آجائے گا۔ |
| ۱۶۔ الناس اعداء ما جھلوا۔ | لوگ جن باتوں کو نہیں جانتے اُن کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ |
| ۱۷۔ الناس بزمانھم اشبہ منھم بابائھم۔ | لوگ اپنے آبا و اجداد سے زیادہ اپنے زمانہ کے مشابہ ہوتے ہیں (یعنی لوگوں پر وقت اور ماحول کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔) |
| ۱۸۔ المرء مخبوء تحت لسانہ۔ | انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے (یعنی جب تک آدمی بولے نہیں اُسکی علمیت اور حقیقت پوشیدہ رہتی ہے |

بقول شیخ سعدیؒ ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

۱۹۔ ما هلك امرء عرف قدره۔ — جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس کیلئے کوئی بڑا خطرہ یا دھوکہ کا اندیشہ نہیں۔

۲۰۔ رُبّ كلمة سلبت نعمة۔ — کبھی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ نعمتوں کو چھین لیتا ہے۔

(المرتضیٰ ص۲۸۵ تا ص۲۹۳)

**ف:** یقیناً یہ بیش قیمت زریں اقوال ہزاروں اقوال پر وزنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کے لئے ان کا مطالعہ موجب عبرت ونصیحت اور سبب ازدیادِ حکمت وبصیرت ثابت فرمائے۔ آمین!

وما ذالك على الله بعزيز۔

# خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب

ف : جن اصحابِ قدسیہ کے ارشادات ہم نے اب تک نقل کئے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جو صحابۂ کرام کی جماعت میں بھی افضل ترین ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ اور یہ مقدس ترین اصحابِ اُمّت ہیں جو خلفائے راشدین کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور یہ اُن سعداء میں سے ہیں جن کو اِسی عالم میں جنّت کی بشارت سُنادی گئی ہے اور یہ وہ عالی مقام بزرگانِ دین ہیں جن کی اقتدار کو مقتدائے انام سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد "فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ" کے ذریعہ واجب قرار دیا ہے۔ یعنی اختلافِ کثیر کے زمانہ میں میری سُنّت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا۔ پس ظاہر ہے کہ ہمارے اس اختلافِ کثیر و فسادِ عام کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خُلفائے راشدین کی سُنّتوں پر عمل کرنے کی کیسی کچھ ضرورت ہے۔ اور یہ شرف فقط خلفائے راشدین ہی کو نہیں بلکہ اُن کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام رضؓ کو بھی حاصل ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں اُن سب کو قابلِ اقتدار فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث تو بہت ہی مشہور ہے

اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ — میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔
اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ — اُنہیں سے جسکی بھی اقتدار کروگے ہدایت یاب ہوجاؤگے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات آپؐ کے فیضِ صحبت سے صرف صاحبِ اہتدار ہی نہیں بلکہ قابلِ اقتدار ہو چکے ہیں۔ محض سالکینِ راہ ہی نہیں بلکہ میر کارواں

---

ع؎ اس کے حدیث ہونے میں علماء نے کلام کیا ہے۔ (مرتب)

وخضرِ راہ بننے کے لائق ہو گئے ہیں۔ پس جو بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلے گا ضرور بالضرور منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا۔

دوسری حدیث ملاحظہ ہو:۔

| | |
|---|---|
| عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ، قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَکَیْفَ نَصْلُحُ۔ | حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں میرے اصحاب کی مثال نمک جیسی ہے کہ کھانا نمک کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتا۔ یہ حدیث سُنکر حضرت حسن نے کہا کہ جب ہمارا نمک ہی نہ رہا تو پھر ہم کیسے درست ہوں گے۔ |

(رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ)

مرقاۃ میں حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ حضرت حسن کے قول کَیْفَ نَصْلُحُ کے تحت لکھتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| قُلْتُ نَصْلُحُ بِکَلَامِهِمْ وَرِوَایَاتِهِمْ وَمَعْرِفَةِ مَقَامَاتِهِمْ وَحَالَاتِهِمْ وَبِالْاِقْتِدَاءِ بِاَخْلَاقِهِمْ وَصِفَاتِهِمْ فَاِنَّ الْعِبْرَةَ بِهٰذِهِ الْاَشْیَاءِ دُوْنَ صُوَرِهِمْ وَذَوَاتِهِمْ۔ | (ملّا علی قاری رحؒ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ ہم اصلاح اُن کے کلام و روایات کے ذریعہ کریں گے اور اُنکے مقامات و حالات کی معرفت اور اُن کے اخلاق و صفات کی اقتداء کے ذریعہ کریں گے اسلئے کہ اعتبار تو انہی چیزوں کا ہے نہ کہ اُنکی صورتوں و اشخاص کا |

چنانچہ خود علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ کتاب میں فرمایا کہ:۔

| | |
|---|---|
| فَاِنَّ صُوْرَةَ الْمُعْتَقَدَاتِ اِذَا ظَهَرَتْ وَحَصَلَتْ لَا یُحْتَاجُ اِلَی مُشَاهَدَةِ صُوَرِ الْاَشْخَاصِ | جب معتقدات کی صورت ظاہر ہو جائے اور کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر اشخاص کی صورتوں کو دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ (خطبہ کتاب) |

**ف:** ان دو بزرگوں نے کیسی حقیقت آشکارا فرمائی کہ اصل شئے سلف صالحین کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ اگر یہ چیز حاصل ہے تو پھر اُن کی صورتوں کو نہ دیکھنا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو فقہائے صحابہؓ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، وہ صحابہؓ کے بارے میں نہایت بلیغ و شاندار الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:۔

| | |
|---|---|
| مَنْ كَانَ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ | جو شخص اقتدار کرنا چاہے تو اُس کو چاہئے کہ |
| بِأَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرے |
| فَإِنَّهُمْ أَبَرُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوْبًا | کیونکہ یہ حضرات اس اُمت میں سب سے زیادہ |
| وَأَعْمَقُهَا عِلْمًا وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا | قلوب کے اعتبار سے پاک، اور علم کے اعتبار سے گہرے |
| وَأَقْوَمُهَا هَدْيًا وَأَحْسَنُهَا حَالًا | اور تکلف و بناوٹ سے الگ اور عادات کے معتدل |
| قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ | اور حالا کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کو |
| وَإِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ | اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور دین کی |
| فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْا آثَارَهُمْ | اقامت کیلئے پسند فرمایا ہے۔ توتم اُن کی قدر کو |
| فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ | پہچا لو اور اُن کے نقش قدم پر چلو۔ کیونکہ یہی لوگ |
| (شرح عقیدہ سفارینی ص۲۸؍۲) | صراط مستقیم پر ہیں۔ |

اور ابوداؤد طیالسیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

| | |
|---|---|
| إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ | اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر |
| فَنَظَرَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | نظر ڈالی، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو |

| | |
|---|---|
| فَبَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ | ان قلوب سے بہتر پایا تو اُن کو اپنی رسالت کیلئے |
| قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ | چن کر مبعوث فرمایا، پھر قلب محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم |
| صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوْبَ | کے بعد دوسرے قلوب پر نظر فرمائی تو اصحاب محمد |
| اَصْحَابِهٖ خَیْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ | کے قلوب کو تمام بندوں کے قلوب سے بہتر پایا |
| فَاخْتَارَهُمْ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ۔ | تو ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیلئے |
| (سفارینی شرح الدرۃ | پسند کرلیا۔ |

مسند بزاز میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی | بیشک اللہ تعالےٰ نے نبیوں اور رسولوں |
| الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ | کے علاوہ تمام دنیا کے انسانوں میں میرے |
| وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَ لِیْ مِنْ | صحابہؓ کو چن لیا ہے۔ اور میرے صحابہؓ میں |
| اصحابی اربعة یعنی ابا بکر | چار آدمیوں کو خاص میرے لئے چن لیا ہے |
| وعمر وعثمان وعلیاً فجعلهم | یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو۔ |
| اصحابی وقال فی اصحابی | ان لوگوں کو میرا خصوصی صحابی بنادیا ہے۔ اور |
| کلهم خیر | آپ نے فرمایا کہ میرے تمام ہی صحابہؓ میں خیر و بھلائی ہے |

اور عویم بن ساعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَ لِیْ | بیشک اللہ نے مجھ کو منتخب فرمالیا اور میرے لئے |
| اَصْحَابِیْ فَجَعَلَ مِنْهُمْ وُزَرَاءَ | میرے صحابہؓ کو چن لیا، پھر اُن میں سے بعض کو وزیر |
| وَاَخْتَانًا وَّاَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ | بعض کو داماد اور سسرالی رشتہ دار بنایا۔ لہٰذا جو شخص |

فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فتح مجمع الزوائد صنٹ ۱۲)

اُن کو بُرا کہے گا اُس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نہ فرض عبادت قبول کریگا اور نہ نفل قبول کرے گا۔

حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَيَرَىٰ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو بہت اختلاف دیکھے گا۔ لہذا تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سُنّت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو، اُس کو دانتوں سے مضبوط تھامو اور نو ایجاد اعمال سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(رواہ الامام احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ وقال ابونعیم حدیث جید صحیح۔ از سفارینی صنٹ ۲)

اِس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سُنّت کی طرح خلفائے راشدین کی سُنّت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح دوسری متعدد احادیث اور متعدد صحابۂ کرام رضؓ کے نام لیکر مسلمانوں کو اُنکی اقتدار، واتباع اور اُن سے ہدایت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ روایات سب کتب حدیث میں موجود ہیں۔

(مقام صحابہ رضؓ، مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحبؒ صنٹ ۵۸-۶۱)

فضائل الصحابہؓ مؤلفہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقدمہ میں خطیب کی الکفایہ کے حوالہ سے حضرت ابو ذرعہ کی یہ روایت مذکور ہے جس کو مناسب مقام ہونے کی وجہ سے نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا :۔

قَالَ اَبُوْ ذُرْعَةَ اِذَا رَاَیْتَ الرَّجُلَ یَنْقُصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ زِنْدِیْقٌ۔ وَذَالِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَاِنَّمَا اَدّٰی اِلَیْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَنَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّجْرَحُوْا شُھُوْدَنَا لِیُبْطِلُوا الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَالْجَرْحُ بِھِمْ اَوْلٰی وَھُمْ زَنَادِقَةٌ۔

(مقدمہ فضائل الصحابہؓ ص۶)

حضرت ابو ذرعہ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابیؓ کی تنقیص کرتا ہے تو یقین کر لو کہ وہ زندیق ہے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، اسی طرح قرآن پاک حق ہے اور ہم تک قرآن و سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہی پہنچایا ہے۔ تو بددین لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کر کے کتاب و سنت کو باطل قرار دیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ یہی لوگ جرح کے زیادہ مستحق ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ زندیق ہیں۔

(مرتب)

# حضرت سیدنا طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نام، نسب و خاندان** طلحہ نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہ تھا۔ آپؓ کا سلسلۂ نسب مرہ بن کعب کے واسطہ سے چھٹی ساتویں پشت میں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (سیر الصحابہ ج ۲ صفحہ ۱۰۱)

آپ قدیم الاسلام صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جو جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اور اپنے ہاتھ اور جان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ شل ہوگیا اور جسم میں چوبیس زخم لگے تھے۔ اور اُن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحۃ الخیر رکھا تھا۔ آپ کا خرچ روزانہ ایک ہزار کا تھا۔ ایک دن آپنے ایک لاکھ صدقہ کیا، جبکہ آپ خود مسجد جانے کیلئے ایک کپڑے کے محتاج تھے، مگر اپنے لئے کوئی قمیص نہیں خریدا۔

**ارشادات** آپ فرماتے تھے کہ وہ آدمی دھوکے میں ہے جو اپنے گھر میں دینار رکھ کر رات گزارتا ہے۔ نہیں جانتا کہ رات میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کون سی آفت آجائے۔ پس آپ کا حال یہ تھا کہ جب آپ کے پاس دینار ہوتے تو آپ کو نیند نہ آتی یہاں تک کہ صبح کو تقسیم نہ فرمالیتے۔ (طبقات)

اعیان الحجاج میں ہے کہ آپ کی اہلیہ سعدیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن وہ گھر میں آئے تو اُن کا چہرہ نہایت غمگین تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میرے پاس جو مال ہے وہ بہت ہوگیا ہے۔ اسی وجہ سے مجھے بہت اضطراب ہے

میں نے کہا، تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، اُس کو تقسیم کر دیجئے۔ یہ سُنتے ہی اُنھوں نے کُل مال محتاجوں میں تقسیم کروا دیا۔ ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا۔ آپ کے خازن (خزانچی) کا بیان ہے کہ یہ مال چار لاکھ درہم تھا۔

**ف :** حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے خوف و خشیت کا یہ حال رفیعہ تھا کہ اتنی کثیر رقم پر رات گزارنا گوارا نہ فرمایا۔ اور اُن سے بڑھ کر اُن کی اہلیہ محترمہ حضرت سُعدیٰ رضی اللہ عنہا کا حال تھا کہ اُنھوں نے اِس قدر کثیر مال کے خرچ کرنے پر رضا کا اظہار کیا۔ یقیناً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تو سعید تھے ہی اُنکی اہلیہ حضرت سُعدیٰ رضؓ بھی اسم بامسمّیٰ (بہت نیک بخت) تھیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب مردوں اور عورتوں کو اسکی توفیق مرحمت فرمائے آمین!

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے: سَخَّرَ اللّٰہُ اُنَاسًا لِسَعِیْدٍ فَکُلُّھُمْ سُعَدَاءُ (یعنی اللہ تعالےٰ جن لوگوں کو کسی سعید کیلئے مسخر کر دیتے ہیں تو کُل کے کُل سعید (نیک بخت) ہوتے ہیں.) (دلیل الفالحین) (مرتب)

**وفات :** ۳۶ھ میں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ آپ کی قبر بصرہ میں نمایاں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (اعیان الحجاج)

## حضرت سیدنا زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، خاندان** زبیر نام، والد کا نام عوّام اور والدہ کا نام صفیہ حضرت زبیرؓ کا سلسلۂ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (سیر الصحابہ ص۲ ج۲)

آپ کی وفات کے وقت آپ پر بہت زیادہ قرض تھا۔ لوگوں نے کہا

کرا دائے قرض کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا کہ جب مشکل پیش آئے تو یوں دعا کرنا "یَا مَوْلَی الزُّبَیْرِ اقْضِ دَیْنَہٗ" (اے زبیر کے مولا! زبیر کے قرض کو ادا فرما دے) تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے کُل قرضوں کو ادا فرما دیا، اور اُسکی مقدار بائیس لاکھ تھی۔

حضرت زبیرؓ کا ایک چچا تھا جو اُن کو چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا اور آگ کے ذریعہ دُھواں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ کُفر کی طرف لُوٹ جاؤ، تو حضرت زُبیرؓ فرماتے کہ اب میں کُفر کبھی بھی اختیار نہیں کر سکتا۔

آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ہر روز کما کر آمدنی آپ کو دیتے، مگر آپ اُن سب کو اُسی مجلس میں صدقہ کر دیتے اور ایک درہم بھی لیکر نہ اُٹھتے

آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، نیز قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

**وفات** حضرت زبیرؓ کی شہادت ۳۶ھ میں جنگ جمل میں ہوئی۔ اور اُس موقع پر حضرت علیؓ نے یہ حدیث سُنائی کہ زبیرؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت سُناؤ۔ (اعیان الحجاج صـ۳)

## حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، خاندان** سعد نام، والد کا نام مالک، والدہ کا نام حمنہ تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رشتہ میں آپؐ کے ماموں تھے۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا ذکر فرمایا تھا۔ (سیر الصحابہ صـ۱۳۲)

آپ بھی عشرۂ مبشرہ اور اوّلین مسلمانوں میں سے ہیں۔ آپ پہلے عربی ہیں جس نے اللہ کی راہ میں دُشمن پر تیر چلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

آپ بھی مسلمانوں کے اختلاف کے وقت کسی فریق کے ساتھ نہ تھے اور اُن کی یہ روش ایسی پسندیدہ روش تھی کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ بھی اِس پر بعد میں رشک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر بالفرض یہ کنارہ کشی گناہ بھی ہو تو معمولی گناہ ہے۔ لیکن اگر وہ نیکی ہے تو بہت بڑی نیکی ہے۔ (اعیان الحجاج)

آپ کے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ نزاع ہو گئی تھی ایک شخص حضرت خالدؓ کی شکایت لے کر آپ کی خدمت میں گیا، تو ارشاد فرمایا کہ آپس میں ہماری جو منازعت ہے اُس کا اثر ہمارے دین پر نہیں پڑا ہے اس لئے تم جاؤ، ایسی باتیں نہ کرو۔

**ف :** آج اِس طریقہ کو اگر ہم لوگ اپنا لیں تو بہت سے فسادات و نزاعات سے بچ جائیں۔ خصوصًا دینی حلقہ کے لوگوں کے لئے اِس کو لائحہ عمل بنانا بہت ہی ضروری ہے۔ (مرتب)

آپ کی وصیت تھی کہ جنگ بدر میں جس جبہ کو پہن کر مشرکین سے لڑے تھے اُسی میں کفن دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات)

**وفات** آپ کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

## حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، خاندان** سعید نام، والد کا نام زید، والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نفیل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ (سیر صحابہ ج ۲ ص ۱۸۱)

آپ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے تھے اور مستجاب الدعوات صحابی تھے۔ اروی بنت انس رض نے مروان کے پاس دعویٰ کیا کہ ہماری زمین کے بعض حصہ پر سعید بن زید نے قبضہ کر لیا ہے۔ تو حضرت سعید بن زید رض نے فرمایا، اے اللہ! اگر وہ جھوٹی ہے تو اُس کی آنکھ کو اندھی کر دے اور اُس کو اُس کی زمین ہی میں ہلاک کر دے۔ پس اُسوقت تک موت نہیں آئی جبتک کہ وہ اندھی نہ ہو گئی اور اُس اثنار میں کہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ اچانک ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ ف: اس سے واضح ہوا کہ صحابی رض سے بددعا ثابت ہے۔ (مترجم)

**وفات** عقیق میں آپ کا انتقال ۵۵ھ میں ہوا، اور مدینہ لائے گئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (طبقات ص ۱۹ ج ۱)

## حضرت سیدنا ابو محمد عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، خاندان** عبد الرحمن نام، والد کا نام عوف، والدہ کا نام شفا تھا حضرت عبد الرحمن رض کا اصلی نام عبد عمرو تھا۔ ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا نام بدل کر عبد الرحمٰن رکھ دیا۔ (سیر صحابہ ص ۱۳۲)

آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ نے جب سُنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ عبدالرحمٰن کھسک کھسک کر جنت میں داخل ہوں گے، تو خوفزدہ رہتے تھے۔ جب یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو قرض حسن دو، تو تمھارے قدموں کو اللہ تعالےٰ کھول دے گا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ ابن عوف کو حکم دیجئے کہ مہمان کی ضیافت کریں اور مسکین کو کھانا کھلائیں اور سائل کو دیں۔ جب یہ کریں گے تو جس حال میں ہیں اُس کا کفّارہ ہو جائے گا۔

آپ شدتِ خوف و تواضع سے اپنے غلاموں کے درمیان اس طرح رہتے تھے کہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ آقا ہیں۔

**ارشادات** ایک دن روزے سے تھے، شام کو اُن کے سامنے کھانا آیا تو فرمانے لگے کہ مصعب بن عمیرؓ مجھ سے بہتر تھے، وہ جب شہید ہوئے تو اُن کے پاس کچھ نہ تھا ایک ایسی چادر میں وہ کفنائے گئے کہ سر چھپایا جاتا تو پَیر کُھل جاتے اور پَیر چھپایا جاتا تو سر کُھل جاتا۔ اور حضرت حمزہؓ بھی مجھ سے بہتر تھے، اُنکی شہادت ہوئی تو اُن کے کفن کے لئے بھی ایک چادر کے سوا دوسرا کوئی کپڑا نہ تھا۔ اب اُنکے بعد ہمارے لئے مال و دولت دُنیا میں بہت کچھ عطا کر دیا گیا۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا دُنیا ہی میں یہ معاوضہ نہ مل رہا ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے رونا شروع کیا اور کھانا نہیں کھایا۔

ایک دفعہ آپ کے سامنے کھانا آیا تو رو کر فرمانے لگے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے گئے، مگر کبھی آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو

جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں ملی اور (ہم کو اتنا کچھ کھانے کو مل رہا ہے تو) ہیں یہ کبھی نہیں سمجھ سکتا کہ ہم جو (اس کھانے پینے کے آرام کی) حالت کے لئے باقی رکھے گئے تو یہ حالت اُس حالت سے ہمارے حق میں اچھی ہو گی۔

مال و دولت کی فراوانی کے ساتھ جس طرح فکرِ آخرت سے وہ ذرہ برابر غافل نہیں تھے اسی طرح اُن کے مزاج میں دولت مندی کا پندار بھی قطعاً نہیں تھا۔ نہ کوئی اپنی امتیازی شان رکھتے تھے۔ اُن کا یہ حال تھا کہ اپنے غلاموں کے درمیان ہوں تو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ اُن میں کون آقا ہے اور کون غلام۔ ابن ابی نجیح کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ طواف کی حالت میں اکثر و بیشتر یہ پڑھتے تھے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۳۴۴، اعیان الحجاج ج ۱ ص ۴۲)

**وفات:** آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

## حضرت سیدنا ابو عُبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، خاندان** عامر نام، ابو عبیدہ کنیت، والد کا نام عبداللہ لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجرّاح کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں فہر پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

آپ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، بدر اور دوسرے غزوات میں

شریک ہوئے۔ دونوں ہجرتوں یعنی حبشہ و مدینہ کی سعادت حاصل کی ہے۔

**ارشادات** آپ فرماتے تھے، بہت سے لوگ اپنے کپڑوں کو اُجلا بناتے ہیں، مگر دین کو میلا کرتے ہیں۔ اور کتنے ایسے ہیں جو بظاہر اپنے نفس کی عزت و عظمت کی تدبیر کرتے ہیں، مگر درحقیقت وہ اپنے نفس کو ذلیل کر رہے ہیں۔

اے لوگو! خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے، پرانے گناہوں کے عوض میں نئی نیکیوں کی طرف دوڑو۔ اس لئے کہ اگر تم میں سے کسی نے اس قدر گناہ کئے ہوں کہ زمین و آسمان کی فضا پُر ہوگئی ہو، پھر ایک نیکی بھی کرلے تو یہ نیکی اُسکی بُرائیوں پر غالب آجائے گی اور اُن کو بدل کر چھوڑے گی۔

آپ فرماتے تھے کہ مومن کی مثال گوریّے جیسی ہے کہ دن بھر میں معلوم نہیں کتنی بار اُلٹتی پلٹتی رہتی ہے۔ ف: یعنی کسی کل چین نہیں آتا۔ (مرتب)

**وفات** آپ کی وفات ۱۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۵۸ سال تھی، مرض طاعون میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملک شام میں ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (طبقات ص۱۹)

**انتباہ** وہ صحابۂ کرام رضؓ جو عشرۂ مبشرہ کے لقب سے مشرف ہیں یعنی جنکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دیدی تھی اُن کا ذکر حضرت سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح رضؓ پر ختم ہوا۔ اب اس کے بعد دوسرے حضرات صحابہؓ و صحابیاتؓ کے ارشادات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو سراسر حکمت و معرفت پر مبنی ہیں۔ انشاء اللہ ان کے مطالعہ سے راہِ ہدایت مفتوح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُنکے حالِ باطنی سے بہرہ ور فرمائے اور اُن کے ارشادات کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

# حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نام، نسب** عبداللہ نام، والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام اُمّ عبد تھا۔
(سیر صحابہ ہو ج ۲ ص ۲۷۵)

نہایت جلیل القدر صحابی ہیں، اور کتاب اللہ کے بہت بڑے عالم تھے۔
آپ روزے کم رکھتے اور نمازیں زیادہ پڑھتے تھے، جب بعضوں نے آپ کے اس حال پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں جب روزے رکھتا ہوں تو کمزوری کی وجہ سے نماز پڑھنے میں دُشواری ہوجاتی ہے اور میرے نزدیک نماز زیادہ ضروری ہے۔
آپ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سُنا کہ اے اللہ! مجھے محبوب ہے کہ آپ مجھ کو مقربین میں سے بنا دیجئے اور اصحاب یمین میں سے ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں تو ایک آدمی ایسا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ جب مرے تو قیامت میں محشور ہی نہ ہو۔
**ف:** سُبحان اللہ، کس قدر خوف تھا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب و کتاب سے، جبکہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ہیں۔ (مرتب)
آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے تو بہت سے آدمی ساتھ ہوگئے۔ آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں! تو آپ نے حکم دیا کہ آپ حضرات واپس چلے جائیں، اس لئے کہ اس طرح پیچھے چلنے والے کی تو ذلت ہے اور متبوع کیلئے فتنہ ہے۔
**ارشادات** آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے متعلق جو مجھے معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہوجائے تو میرے سر پر خاک ڈالو۔ **ف:** کس قدر فنائیت کی باتیں ہیں۔ (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص خانہ کعبہ کے رُکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان ستر سال عبادت کئے ہوئے ہو، مگر کسی ظالم سے محبت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُسکو قیامت کے دن اُسی ظالم کے ساتھ محشور فرمائے گا۔

ف: اِس سے ظلم کی تو مذمت معلوم ہی ہوئی۔ ساتھ ہی ظالم سے محبت کی بھی کس قدر قباحت معلوم ہوئی۔ مگر افسوس کہ اُسکی طرف عموماً توجہ نہیں ہے۔ (مرتب)

جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، تو دریافت فرمایا کہ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمان رضؓ نے پوچھا کہ کسی چیز کی خواہش ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب کے رحمت کی۔ پوچھا، کسی طبیب کو بلاؤں؟ فرمایا کہ طبیب ہی نے تو بیمار ڈالا ہے۔ پھر حضرت عثمان رضؓ نے پوچھا، آپ کے لئے کچھ عطیہ کا فرمان جاری کروں؟ فرمایا کہ مجھے اُس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ قبول فرمالیں، وہ آپ کی بچیوں کو کام آئے گا۔ فرمایا کہ مجھے اپنی بچیوں کے سلسلہ میں فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں نے اُن کو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھنے کی تعلیم دے دی ہے۔ اِس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اُسکو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

آپ کی دُعاؤں میں سے ایک دُعا یہ ہے، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَّا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی جِنَانِ الْخُلْدِ (ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسے ایمان کا جو آکر لوٹ نہ جائے اور ایسی نعمت کا جو کبھی ختم نہ ہو، اور آنکھ کی ٹھنڈک کا طلبگار ہوں جو منقطع نہ ہو، اور بلند

اور ہمیشہ رہنے والے باغوں میں آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا طالب ہوں۔)

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں ہے، بلکہ علم تو وہ ہے جو خوفِ خدا کے ساتھ ہو۔ نیز ارشاد فرماتے تھے کہ دُنیا کی صفائی تو رُخصت ہو گئی، ہاں اُس کی کدورت باقی رہ گئی ہے۔ اور آج تو ہر مسلمان کے لئے موت تحفہ ہے۔

فرمایا کرتے تھے، کسی شخص کا اپنے دانتوں سے آگ کا انگارہ لئے رہنا یہاں تک کہ وہ بُجھ جائے اِس سے کہیں بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقدر شے کے بارے میں یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا۔

آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو اور زیادہ مجاہدہ کرتے ہو مگر وہ تم سے بہت زیادہ دُنیا سے زاہد اور آخرت کے طالب تھے۔ (طبقات ج ۱ ص۲۰)

"اعیان الحجاج" میں ہے کہ :۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے علم سے اِتنا ہی کافی ہے کہ اللہ سے ڈرے۔ اور اُس کے جہل و نادانی کیلئے بس ہے کہ اپنے عمل پر نازاں ہو۔

فرماتے تھے کہ جو آخرت کو چاہے گا اُس کو دُنیا کا نقصان ہو گا۔ اور جو دنیا کو چاہے گا اُس کی آخرت کو نقصان ہو گا۔ تو اے لوگو! باقی اور پائدار چیز کے واسطے فانی و ناپائدار کا نقصان قبول کر لو۔

اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو وصیت فرمائی کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم کو اپنے ہی گھر میں اپنی گنجائش محسوس ہونی چاہیے

(اپنے گھر میں پڑے رہنا چاہیئے) اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتے رہو۔

فرماتے تھے کہ آدمیوں کی مدح وذم کی پروا نہ کرو (تم اپنے سے قیاس کرو کہ) ایک شخص آج تم کو اچھا لگتا ہے اور کل وہی بُرا معلوم ہونے لگتا ہے اور جو آج بُرا معلوم ہوتا ہے وہ کل اچھا دکھائی دینے لگتا ہے۔

فرماتے تھے کہ دو شخصوں کی وضع قطع اور لباس و پوشاک میں اُس وقت تک مشابہت پیدا نہیں ہوتی جبتک دونوں کے دل باہم مشابہ نہیں ہوتے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ دُنیا تو دوست دُشمن سب کو دے دیتا ہے مگر ایمان اُسی کو عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جس کے سینہ میں قرآن ہو اُس کو ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی رات سے پہچانا جائے جب لوگ سو رہے ہوں، اور اپنے دن سے پہچانا جائے جب لوگ روزہ سے نہ ہوں۔ اور اپنی غمگینی سے پہچانا جائے جب لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ اور اپنے گریہ وزاری سے پہچانا جائے جب لوگ ہنس رہے ہوں اور اپنی خاموشی سے جب لوگ بکواس کر رہے ہوں۔ اور اپنی مسکین مزاجی سے جب لوگ اکڑ رہے ہوں۔

فرماتے تھے کہ میں تم میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھنا چاہتا کہ رات کے وقت ایک لاشۂ بے جان ہو اور دن کو قطرب ہو (قطرب وہ کالی بڑی چیونٹیاں ہیں جو دن بھر اپنی بلوں میں ڈالے لے جا کر اکٹھا کرتی ہیں مگر انکے کھانے کی نوبت کم ہی آتی ہے) (دعوۃ الحق)

**وفات:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

# حضرت سیدنا خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ اس لئے آپ کو سادس الاسلام کہا جاتا ہے۔ آپ کو دینِ اسلام سے پھیرنے کیلئے آگ کے ذریعہ عذاب دیا جاتا تھا مگر آپ ثابت قدم رہے۔

آپ روتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہمارے بھائی دُنیا سے رُخصت ہو گئے مگر اس دُنیا میں اُن کو (اپنے اعمال کا) اجر وصلہ کم ملا۔ اس لئے دُنیا نے اُنکو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ رہے ہم لوگ تو اُن کے بعد تک زندہ ہیں اور اس قدر مال حاصل ہوا ہے کہ اُس کو خرچ کرنے کے لئے سوائے مٹی کے اور کوئی موقع نہیں (یعنی تعمیرِ مکان کا مصرف رہ گیا ہے اور بس)۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم ضرور موت کی دعا کرتے۔

**ف**: بقدرِ رہائش تعمیرِ مکان تو ضرورتِ اصلیہ میں سے ہے۔ ہاں اُسمیں فضول انہماک البتہ مُضر ہے۔ (مرتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے خباب! مشرکین سے تم کو کون کونسی اذیتیں پہنچیں؟ تو کہا، اُن لوگوں نے میرے لئے آگ جلائی (اور مجھ کو اُس پر لٹا دیا) یہاں تک کہ اُس کو میری پیٹھ کی چربی نے بجھا دیا۔

**ذریعۂ معاش**

زمانۂ جاہلیت میں اور اُس کے بعد بھی عرصہ تک آپ تلواریں بنا کر کسبِ معاش کرتے رہے۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ بہت عُسرت میں بسر ہوا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالےٰ نے فارغ البال کیا اور اتنی دولت ملی کہ پھر کسی پیشہ وغیرہ کی احتیاج باقی نہیں رہی۔ وفات

کے وقت چالیس ہزار درہم پس انداز تھے۔ (سیر صحابہ ج ۲ ص ۱۹۴)

## فضل وکمال

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کی بڑی جستجو رہتی تھی۔ اور وہ کبھی کبھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں رات۔ رات بھر آپ کے طریقۂ عبادت کو دیکھتے رہتے اور صبح کو اُس کے متعلق آپ سے استفسار کرتے۔ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات نماز پڑھی۔ یہ پوری رات دیکھتے رہے اور صبح کو آکر پوچھا فَدَیتُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (میرا ور میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے رسول! آج رات آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس سے قبل کبھی نہ پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ بیم ورجا کی (خوف و امید) نماز تھی۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں تین چیزوں کی دعا کی تھی۔ اسمیں سے دو مقبول ہوئیں اور ایک نامقبول۔ ایک دعا یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ میری اُمت کو اُس عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے گزشتہ اُمتیں ہلاک ہوئیں۔ اور دوسری یہ کہ میرے دشمنوں کو مجھ پر غالب نہ کرے۔ یہ دونوں دعائیں تو قبول ہوگئیں۔ لیکن تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔

آپ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۳۲ ہے۔ اُن میں سے تین متفق علیہ ہیں اور دو میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (سیر صحابہ ج ۲ ص ۱۹۴)

## وفات

کوفہ میں ۳۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونور اللہ مرقدہٗ۔ (طبقات ص ۱۶۲)

# حضرت سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

آپ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَقْرَأُهُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعْب (اُمت میں سب سے بڑھ کر قاری اُبی بن کعب ہیں۔) (اعیان الحجاج)

اللہ تعالیٰ کے امر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ کی پوری سورت تلاوت کر کے سُنائی۔

**ارشادات** فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت کو لازم پکڑو، اس لئے کہ جو بندہ طریق وسُنّت پر ہو اور اُس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور اُسکی آنکھیں خوف خدا سے ڈبڈبا آئیں تو اسکو آگ نہ چھوئے گی۔

ف: یقیناً طریقِ سنت پر ہونا اور خوفِ الٰہی سے رونا بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو بندہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ترک کر دیتا ہے تو اُس کو اللہ تعالیٰ اُس سے بہتر چیز بے شان وگمان عطا فرماتے ہیں۔ (طبقات)

آپ قرآن مجید تین راتوں میں ختم فرماتے تھے۔ رات کے ایک حصہ میں صلوٰۃ وسلام کا ورد کرتے تھے۔ (سیر صحابہ ص ۴۴/۳)

**وفات** آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۹ سنہ ھ یا ۳۲ سنہ ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ (تقریب التہذیب)

# حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اُس وقت سے لیکر آخر دم تک ملازم خدمت رہے۔ اُنکی والدہ نے اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے پیش کیا اور آپؐ نے اُن کے لئے چار چیزوں کی دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمْرَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ۔ (اے اللہ! اُس کو مال اور اولاد زیادہ دے، اور اُس کی عمر دراز کر اور اُس کے گناہ بخش دے۔

اِس دعا کا یہ اثر ہوا کہ دوسروں کے درخت سال میں ایک بار پھلتے تھے تو اُن کے دو دفعہ پھلتے تھے۔ اولاد کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اُن کے ایک سو بیس سے زیادہ لڑکے لڑکیاں اُنکی زندگی ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ زندگی اِتنی پائی کہ خود فرماتے تھے کہ اب میں زندگی سے تنگ آگیا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی دعا (مغفرت) کا امیدوار ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ انسؓ کے نماز پڑھنے کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھا۔ آپؓ کا معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد نوافل میں مشغول ہوتے تو پھر کسی کی رسائی اُن تک نہیں ہوسکتی تھی۔ بہت کم بات چیت کرتے تھے۔ جب قرآن پاک ختم کے قریب ہوتا تو اپنے بال بچوں اور سب گھر والوں کو اکٹھا کر کے ختم کرتے اور دعا کرتے۔

ف: ہم لوگوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ قبولیت دعا کی دولت سے مشرف ہوں۔ (مرتب)

ایک مرتبہ مسجد کے کسی حصہ میں کھنکھار ڈال دیا تھا اور اُس کو بھول کر چلے آئے تھے۔ گھر پہنچ کر یاد آیا تو آگ کا ایک شعلہ لے کر مسجد میں آ رہے اور اُس کو تلاش کر کے بہت نیچے دفن کیا۔

**وفات:** ننانوے (۹۹) برس کی عمر پائی۔ سنہ ۹۱ھ یا سنہ ۱۰۳ھ میں اُن کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اعیان الحجاج ص۷۵)

## حضرت سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

جب آپ قبولِ اسلام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا اسلام قبول کرنے کیلئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بیٹھنے کیلئے اپنی چادر بچھادی اور مسلمانوں سے فرمایا: جب تمھارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اُس کی عزت کیا کرو۔ اس کے بعد حضرت جریرؓ نے اسلام قبول کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا۔ پھر فرمایا جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اُس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا۔

آپؓ نے بلا شرکتِ غیرے، اللہ واحد کی پرستش، فرض نمازوں کی پابندی مفروضہ زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی نصیحت و خیر خواہی اور کافروں سے برأت پر بیعت لی۔ (سیر صحابہ ج۴ ص۲۶)

آپ وفاتِ نبوی سے چالیس دن پہلے مشرف با سلام ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی بہت عزت فرماتے تھے۔ جب سے مسلمان ہوئے کبھی

اُن کو حاضری سے نہیں روکا، اور ہمیشہ ہنستے ہوئے اُن سے ملتے تھے۔ اُن کے حق میں فرمایا تھا کہ اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ (جب تمھارے پاس کسی قوم کا باعزت شخص آئے تو اُس کا اکرام کرو۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرستادہ کی حیثیت سے ان کو ذی کلاع اور ذی رعین کے پاس بھیجا تھا۔

بُت خانہ ذی الخلصہ کو برباد کرنے پر بھی یہی مامور ہوئے تھے۔ روانہ کرتے وقت آپؐ نے اُن کے حق میں یہ دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَاجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا تھا مَازِلْتَ سَیِّدًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَالْاِسْلَامِ (یعنی تم عہد جاہلیت میں بھی سردار تھے اور اسلام میں بھی۔

حضرت جریرؓ کا مقولہ ہے۔ الخرس خیر من الخلابۃ والبکم خیر من البذاء (گویائی کا فقدان دلفریب گویائی سے اور گونگا پن فحش گوئی سے بہتر ہے۔)

**وفات:** آپ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔ (اعیان الحجاج ج۱ ص۲)

## حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام نامی سلمان اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کا وطن فارس ہے، اسی لئے فارسی مشہور ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ (آپ کو علم باطن میں حضرت صدیق اکبرؓ

سے نسبت حاصل ہے) آپ فارس کی مشہور نسل "رام ہرمز" سے ہیں جو مذہباً مجوسی تھے۔ حضرت سلمان رضؓ شروع سے ہی دینِ حق کی جستجو میں لگ گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا، جسکی بنا پر اُن کے والد اور اعزہ واقارب اُنکو سزائیں اور اذیتیں دیتے تھے۔ انھوں نے سب تکلیفیں برداشت کیں لیکن عیسائیت کو ترک نہیں کیا، بلکہ وطن چھوڑ کر شام آگئے۔ بعض لوگوں نے اُن کو مدینہ لا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جسکی وجہ سے وہ غلامی کی زندگی گزارنے لگے، تا آنکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا "سلمان جنتیوں میں سے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ہیں جن کا جنت کو اشتیاق و انتظار ہے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتا تو بلاشبہ ان لوگوں میں سے کتنے ہی اُس کو پالیتے۔ (اس سے مراد حضرت سلمان رضؓ تھے)

(مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص۴۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے تین چیزیں اس قدر غمگین کرتی ہیں جس کی وجہ سے میں رونے لگتا ہوں۔ ایک تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی جدائی۔ دوسری چیز عذابِ قبر کی یاد اور تیسری چیز قیامت کے منظر کا خیال ہے۔

**ف** : یقیناً ان تین چیزوں کو تو یاد کر کے ہم سبھی کو رونا چاہیئے۔

واللہ الموفق۔ (مرتب)

## آپؓ کی زرّیں نصیحتیں

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے آپ سے نصیحت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: بولو نہیں! اُس نے کہا کہ لوگوں میں رہ کر یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر بولو تو صحیح اور مناسب بات کہو۔ اُس نے کہا، کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ غصّہ نہ کرو۔ اُس نے کہا کہ میں غصّہ میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں۔ فرمایا کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو۔ اُس نے کہا، کچھ اور نصیحت فرمائیے! فرمایا کہ لوگوں سے ملو جلو نہیں۔ اُس نے کہا، یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں سے ملا جلا نہ جائے؟ آپ نے فرمایا، اگر ملتے جُلتے ہو تو پھر بات میں سچائی سے کام لو اور امانت ادا کر دیا کرو۔

**ف** : سبحان اللہ، کیا خوب نصیحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

آپ مدائن کے حاکم تھے، آپ کا وظیفہ پانچ ہزار تھا۔ آپ تقریبًا تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے مگر آپ ایک ہی عبا میں خطبہ دیتے تھے جس کا کچھ حصّہ اپنے بدن پر ڈالے رہتے تھے اور کچھ کو بچھائے رہتے تھے! اور جب بھی آپ کو وظیفہ ملتا تھا تو اُسکو تقسیم کر دیتے تھے۔

آپ اپنے خورد و نوش کا انتظام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کرتے تھے۔ آپکے پاس رہنے کو کوئی مکان نہ تھا، اس لئے جہاں سایہ ہوتا وہیں قیام فرماتے تھے۔ اور خادم کو جب کسی کام سے بھیجتے تو اُسکی طرف سے خود آٹا گوندھ لیتے اور فرماتے کہ میں اُس پر دو کام جمع نہ کروں گا۔

آپ کھجور کے پتّوں سے چٹائی وغیرہ بناتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ایک درہم سے کھجور کے پتّوں کو خرید کر اُس سے چیزیں بناتا ہوں پھر اُس کو تین درہم میں فروخت کرتا ہوں۔ اُسمیں سے ایک درہم تو اپنے کام میں لگاتا ہوں اور ایک کو اپنے اہل وعیال پر صرف کرتا ہوں اور ایک درہم کو صدقہ کر دیتا ہوں۔

آپ کی خستہ حالی کو دیکھ کر لوگ سامان لے جانے کیلئے پکڑ لیتے تھے تو بسا اوقات درمیان میں لوگ پہچان لیتے تو چاہتے کہ اپنے سامان کو اُن کے سر سے اُتار لیں تو فرماتے کہ نہیں، اِس کو منزل تک پہنچا کر رہوں گا۔ اور یہ سب اُس وقت کا حال ہے جبکہ آپ مدائن کے امیر تھے۔

فرماتے تھے کہ اِس دنیا میں مومن کی مثال مثل اُس مریض کے ہے جس کے ساتھ اُسکا معالج رہتا ہو جو اُس کے مرض و دوا سے بخوبی واقف ہو۔ چنانچہ مریض کو جب وہ مضر شئے کے استعمال کی خواہش کرتا ہے تو اُس کو روک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم نے اِسے کھایا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اِسی طرح اللہ تعالٰی اپنے مومن بندے کو خواہشات وشہوات سے روکتے ہیں، یہاں تک کہ وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور فرماتے تھے کہ اُس شخص سے تعجب ہے جو دُنیا میں بڑی بڑی تمناؤں میں پھنسا ہوا ہے اور موت اُس کی تلاش میں لگی ہوئی ہے۔ اور اُس شخص سے بھی تعجب ہے جو غفلت کا شکار ہے حالانکہ اُس سے غفلت نہیں کی جارہی ہے۔ اور ہنسنے والے سے بھی تعجب ہے کہ جس کو معلوم نہیں کہ اُس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناراض۔

**وفات:** آپ ڈھائی سو سال زندہ رہے اور

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

(طبقات ج ا صلا)

# حضرت سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ

**نام، نسب اور قبولِ اسلام** | تمیم نام، داری نسبت، والد کا نام اوس بن حارجہ۔ ۹ھ میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔

(سیر صحابہ اہل کتاب ج ۶ صلا)

آپ نماز تہجد بکثرت پڑھتے تھے۔ ایک رات تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ رکوع کرتے، کبھی سجدہ کرتے تھے اور گریہ وزاری فرماتے تھے۔ اور جس آیت کو بار بار پڑھ کر صبح کی، وہ یہ تھی:-

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَمَمَاتُھُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔

یہ لوگ جو بُرے بُرے کام کرتے ہیں، کیا خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لوگوں کے برابر رکھیں گے جنھوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے۔ یہ بُرا حکم لگاتے ہیں۔

---

ع بعض حضرات نے آپ کی عمر کم و بیش بھی بتلائی ہے۔ جیسا کہ عباس بن یزید بحرانی نے کہا ہے کہ اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہے۔ اور دو سو پچاس سال عمر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مؤلفہ مولانا محبوب احمد ندوی)

آپ بہت بارعب، خوبصورت وخوش پوشاک تھے۔ اور آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے قصے بیان فرمائے۔ آپ کے پاس ایک حُلّہ (کپڑا) تھا جس کو اُس شب میں زیب تن فرماتے جس میں لیلۃ القدر کی امید ہوتی۔ واللہ اعلم۔ (طبقات ج ۱ ص ۲۱)

**وفات** مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی اور آخر عمر تک زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ سنہ ۴۰ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور بیت جبرون میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(سیر الصحابہ اہل کتاب ج ۶ ص ۱۱۱)

---

## حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نام ونسب** عویمر نام، کنیت ابوالدرداء، والد کا نام زید ہے۔ آپ سنہ ۲ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اُس ذات پاک کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ کوئی شخص اپنے ایمان کے سلب ہونے سے مامون ہوا ہو اور اُس کا ایمان سلب نہ کر لیا گیا ہو۔ اعاذنا اللہ منہ۔

فرماتے تھے کہ میں تم لوگوں کو ایسے کام کا بھی حکم دیتا ہوں جس پر خود عمل نہیں کرتا۔ تو ایسا اِس اُمید پر کرتا ہوں کہ تم لوگوں کے عمل کرنے سے مجھے بھی اجر وثواب ملے گا۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا تفکّر چالیس راتوں کی عبادت سے

بہتر ہے۔ اور فرماتے تھے کہ معیشت میں نرمی آدمی کے تفقّہ کی علامت ہے۔

فرماتے تھے کہ بھائی کا عتاب برداشت کرلینا اُسکی علیحدگی سے بہتر ہے۔

فرماتے تھے کہ اگر تم لوگ موت کے بعد آنے والے واقعات کو جان لو تو نہ تم رغبت کے ساتھ کھا سکتے ہو نہ پی سکتے ہو۔ اور میں تو اپنے لئے چاہتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا اور کاٹ کر کھالیا جاتا۔

فرماتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو بغیر کانٹوں کے پتے تھے۔ مگر اب تو ایسے لوگ ہو گئے ہیں کہ کُل کے کُل کانٹے ہیں پتے کا نام ونشان ہی نہیں

فرماتے تھے کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر وتازہ ہیں وہ لوگ سب کے سب بہشت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

فرماتے تھے کہ ہم بعض لوگوں کے سامنے تو ہنستے ہیں، مگر ہمارے دل اُن پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز آپ ہی کا یہ ارشاد ہے کہ جب تمھارا کوئی بھائی معصیت کرے تو اُس معصیت سے تو بغض رکھو، مگر خود عاصی سے بغض نہ رکھو۔ اور جب وہ معصیت ترک کر دے تو وہ تمھارا بھائی ہے۔

اور فرماتے تھے کہ مسلمان آدمی کی بہترین عبادت گاہ اُس کا گھر ہے جو اُسکی زبان وشرمگاہ اور آنکھ کی حفاظت کرے۔

اُم الدرداءؓ نے ابو الدرداءؓ سے کہا کہ اگر آپ کے بعد میں محتاج ہو گئی تو کیا صدقہ استعمال کر سکتی ہوں؟ تو فرمایا کہ نہیں! بلکہ اپنے ہاتھ سے کماؤ اور کھاؤ۔ اور اگر کام کرنے سے بھی عاجز ومجبور ہو جاؤ تو گیہوں کی بالیاں چُن کر گزر بسر کرو۔

فرماتے تھے کہ آدمی پورا فقیہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے نفس سے سخت ناراض نہ ہو۔

اور فرماتے تھے کہ مومن کے جسم میں کوئی ٹکڑا زبان سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت کرنی چاہیئے تاکہ اس کو جہنم میں نہ داخل کردے۔

اور فرماتے تھے کہ جب تمھارے بھائی میں تغیّر اور کجی پیدا ہوجائے تو اُس کو چھوڑو مت، اِس لئے کہ بھائی کبھی کجی اختیار کرتا ہے تو کبھی راہِ راست پر بھی آجاتا ہے۔

عمر بن الخطابؓ، امام نخعی اور ایک جماعت کا یہی مسلک تھا کہ وہ گناہ کی وجہ سے قطع تعلق نہیں کرتے تھے۔ اور یہ حضرات فرماتے تھے، کہ عالم کی لغزشوں کو بیان نہ کرتے پھرو، اس لئے کہ وہ لغزش کرتا ہے پھر اُسے ترک کردیتا ہے۔

اور اُن کی اہلیہ اُمّ الدرداءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ہر چیز میں عبادت طلب کیا تو میں نے اپنے سینہ کے لئے زیادہ شفا بخش اور افضل ذکر کی مجالس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔ چنانچہ لوگ اُنکی خدمت میں حاضر ہوتے اور ذکر کرتے اور وہ بھی ذکر کرتیں۔ اور انھوں نے نوفِ بکالی کے پاس جو لوگوں کو وعظ کہا کرتے تھے کہلا بھیجا کہ اللہ سے ڈرو، اور تمھارا وعظ اپنے لئے ہونا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

ف: وعظ سے مقصود اپنی اصلاح ہونی چاہیئے تاکہ وہ دوسروں کیلئے بھی مفید ثابت ہو۔ (مرتب)

**وفات:** آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

# سیّدنا حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** نام عمار، کنیت ابوالیقظان، والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیّہ ہے۔

**اخلاق** حضرت عمارؓ کے ورع وتقویٰ، جہد وریاضت اور استقامت وحقّانیت کے واقعات بہت مشہور ہیں

**اسلام** حضرت عمار اور حضرت صہیب بن سنان ایک ساتھ ایمان لائے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے صہیب کو ارقم بن ابی الارقم کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا، تم کس ارادے سے آئے ہو؟ وہ بولے پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو۔ میں نے کہا۔ محمدؐ سے مل کر اُن کی کچھ باتیں سننا چاہتا ہوں بولے۔ میرا بھی یہی مقصد ہے۔ غرض دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے اور ساقیٔ اسلام کے ایک ہی جام نے دونوں کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا۔

حضرت عمارؓ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے اُن کے والدین بھی مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمارؓ چونکہ ایک بے یار و مددگار غریب الوطن شخص تھے دُنیاوی وجاہت وطاقت بھی حاصل نہ تھی، اِس کے علاوہ اُن کی والدہ ماجدہ حضرت سُمیّہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اُس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں۔ تاہم اُنھوں نے اپنے ایمان کو ایک دن سے زیادہ مخفی نہ رکھا اس لئے مشرکین نے اُن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا، دہکتے ہوئے انگاروں سے جلایا۔ لیکن ان تمام اذیتوں وسختیوں کے باوجود مشرکین اُن کو اسلام سے ایک لمحہ کے لئے بھی

برگشتہ نہ کرسکے۔ (ابن سعد قسم اول، جزء ثالث ص۱۷۷)

**والدین** حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقہ پر اپنے نیزہ سے شہید کیا چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی عبرت ناک شہادت تھی۔ اسی طرح اُن کے والد حضرت یاسرؓ اور بھائی عبداللہ بھی اسی طرح کی تکلیف واذیت میں جاں بحق ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (اصابہ، تذکرہ سمیہ اُم عمارؓ)

**اخلاص** ایک روز مشرکین نے حضرت عمارؓ کو پانی میں اس قدر غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہوگئے۔ یہاں تک کہ اُسی حالت میں اُن جفاکاروں نے جو کچھ چاہا اُن کی زبان سے اقرار کرالیا (جیسا کہ آجکل دشمنانِ دین بکثرت ایسا کر رہے ہیں)، اس کے بعد بے تاب ہوکر وہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسو کا دریا جاری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، عمار! کیا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! آج مجھے اُس وقت تک اذیتوں سے نجات نہ ملی جبتک کہ میں نے آپ کی شان میں بُرے کلمات نہ کہہ لئے اور اُن کے معبودوں کے بارے میں اچھے کلمات استعمال نہ کئے، ارشاد ہوا۔ تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا، میرا دل ایمان سے مطمئن ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ اُنکی آنکھوں سے آنسو کے قطرے پونچھے، فرمایا، کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر پھر ایسا موقع آئے تو ایسا ہی کرلینا۔ اس کے بعد قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ — جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کرے، مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو

بِالْاِیْمَانِ ۔ (نحل ۱۴) اور اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔

یہ آیت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی نسبت نازل ہوئی۔ (طبقات ابن سعد)

**ف:** مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخصت پر عمل کر کے حضور پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ایک اُسوہ کو اُمت کے سامنے پیش کیا تاکہ ضرورت پڑنے پر اُس کو اپنایا جاسکے اور اُنکی والدہ رضی اللہ عنہا نے عزیمت پر عمل کرکے دوسری سنت کو زندہ کر دیا۔ یہ دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں، جو وقت پر اُسوہ بنائے جانے کے لائق ہیں۔ (مرتب)

## شہادت

۳۷ھ جنگ صفین میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اُس وقت عمر شریف اکیانوے ۹۱ برس تھی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

---

# سیدنا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** نام عباس، کنیت ابوالفضل، والد کا نام عبدالمطلب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ لیکن عمر میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ غالباً حضرت عباس رضی اللہ عنہ دو یا تین برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔

**فضل وکمال** زمانۂ جاہلیت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا شمار قریش کے سربرآوردہ رؤسا میں ہوتا تھا۔ وہ ایک

کامیاب تاجر تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ بھی اور بعض دوسرے علاقوں میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ کو خانۂ کعبہ کا انتظام وانصرام اور سقایہ کا عہدہ اپنے والد عبدالمطلب سے ورثہ میں ملا تھا۔ لیکن بعض دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حاجیوں کو پانی پلانے (سقایہ) اور کھانا کھلانے کا منصب انھیں جناب ابوطالب نے ایک قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں تفویض کیا تھا۔ (دائرہ معارف اسلامیہ)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ قریش مکہ نے انھیں "ذوالرائے" کا خطاب دے رکھا تھا اور تمام اہم معاملات میں اُن سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ طبعاً بڑے فیاض اور کنبہ پرور تھے۔ اُنھوں نے بنو ہاشم کے تمام مسکینوں، محتاجوں اور بیکسوں کے لئے روٹی، کپڑا اور دوسری ضروریات کی فراہمی اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ اور اُن کے دسترخوان پر بیسیوں نادار اور محتاج پرورش پاتے تھے۔

## آپ کی برکت

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد خلافت (۱۸ھ) میں ایک مرتبہ طویل خشک سالی نے اہل عرب پر قیامت ڈھادی۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز استسقار کے لئے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے۔ اب ہم آپ کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں بارش کی دُعا کرتے ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے خشوع وخضوع کے ساتھ

بارگاہِ ربّ العزت میں بارش کے لئے التجا کی۔ ابھی وہ دعا مانگ کر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ یکایک صاف شفاف آسمان پر سیاہ بادل چھاگئے اور بارانِ رحمت شروع ہوگئی۔ اِس لئے لوگ فرطِ مسرت سے بے خود ہوگئے اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے لگے۔

## اسلام

دعوتِ توحید کے آغاز کے بعد مشرکینِ مکہ نے حق کے داعئ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمنواؤں کو جس طرح ستایا اور حق کے راستے میں جس طرح روڑے اٹکائے وہ تاریخ کا ایک المناک باب ہے۔ اُس پُر آشوب دور میں حضرت عباس رضؓ نے ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آپ کو کفار کے دستِ جور وستم سے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ حضرت عباس رضؓ نے کھلم کھلا قبولِ اسلام کا اظہار تو نہ کیا، لیکن مشرکین کے مقابلہ میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور معاونت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

غزوۂ بدر میں مشرکین کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اُن کے تقریباً ستّر آدمی میدانِ جنگ میں قتل ہوئے اور اسی قدر مسلمانوں کے ہاتھ قیدی ہوگئے۔ قیدیوں میں حضرت عباس رضؓ بھی شامل تھے۔ اتفاق سے اُن کی مشکیں اسقدر کس کر باندھی گئیں کہ وہ رات کو تکلیف سے بار بار کراہتے تھے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی کراہیں سُن کر بیتاب اور مضطرب ہوگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ آرام نہ فرماسکے اور حالتِ بے خوابی میں کروٹیں بدلنے لگے۔ آخر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مضطرب اور بے چین کیوں ہیں؟ فرمایا، میرے چچا عباس کی کراہوں نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔

صحابہؓ نے حضرت عباسؓ کے پاس جاکر کراہنے کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اُن کا بند بہت سخت ہے۔ صحابہؓ نے بند ڈھیلا کر دیا اور وہ سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو پھر بلایا اور پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اب عباس خاموش ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُن کا بند بہت کسا تھا، اُنھیں اسی وجہ سے تکلیف تھی۔ ہم نے اُس کو ڈھیلا کر دیا اور وہ سو گئے ہیں۔ فرمایا، تو دوسرے قیدیوں کے بند بھی ڈھیلے کر دو۔ (ابن سعد)

۸ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عباسؓ نے اپنے اسلام کا کُھلّم کُھلّا اظہار کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت سے اُن کی پذیرائی فرمائی اور مدینہ منورہ میں اُن کے لئے مستقل سکونت کا انتظام فرما دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباسؓ اُن دس ہزار جاں نثاروں میں شامل تھے جن کو سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

### غزوات

فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے جب ہوازن کی بے پناہ تیر باری سے مسلمانوں کی صفیں ابتر ہو گئیں، تو حضرت عباسؓ اُن چند سرفروشوں میں تھے جو سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ جنگ میں کوہِ استقامت بن کر کھڑے تھے۔ حضرت عباسؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی باگ تھام رکھی تھی اور آپؐ یہ رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب      اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

(میں نبی ہوں، اسمیں مطلق کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں)

مسند احمد میں خود حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لڑائی میں جب مشرکوں کا غلبہ ہوا اور مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ نیزہ برداروں کو آواز دوں قدرت نے مجھے بلند آواز دی تھی۔ میں نے پوری قوت سے نعرہ مارا "اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَۃِ" (اے ببول کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! کہاں ہو؟ میرا نعرہ سنتے ہی تمام مسلمان پلٹ پڑے اور انھوں نے کفار کو اپنی تلواروں اور نیزوں سے سر کیا۔

**محبتِ رسول ؐ** حضرت عباس رضؓ قبولِ اسلام سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت خیال رکھتے تھے۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنی عقیدت و محبت بنالیا۔ رشتہ اور عمر میں بزرگ ہونے کے باوجود وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے اور آپ کو اپنا آقا و مولیٰ جانتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو اپنے لئے حکم جانتے۔ اور آپ کا ذکر نہایت احترام و ادب کے ساتھ کرتے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت عباس رضؓ سے بہت محبت تھی اور آپ اپنے اعزہ و اقارب میں اُن سے زیادہ کسی کا احترام نہ فرماتے تھے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے، اتنے میں حضرت عباس رضؓ آگئے۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے اُن کے لیے جگہ خالی کردی

اِس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضؓ سے مخاطِب ہو کر فرمایا "اہلِ فضل کی فضیلت تو اہلِ فضل ہی جانتے ہیں"۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اہم معاملات میں اکثر حضرت عباس رضؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

## حضرت عباسؓ کی نصائح

**ف** : حضرت عباس رضؓ نے اپنے صاجزادے حضرت عبداللہ رضؓ کو بہترین نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ان کو "احیاء العلوم" سے درج کرتا ہوں :-

حضرت عباس رضؓ نے فرمایا کہ اے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت عمر رضؓ تم کو شیوخ پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس لئے تم پانچ چیزوں کا خیال رکھنا۔ (۱) کبھی بھی تم اُن کا کوئی راز فاش نہ کرنا۔ (۲) اُن سے کسی کی غیبت نہ کرنا (۳) وہ کبھی تم کو جھوٹا نہ پائیں۔ (۴) تم کبھی اُن کی حکم عدولی نہ کرنا (۵) وہ کبھی خیانت پر آگاہ نہ ہونے پائیں۔

حضرت شعبیؒ نے فرمایا کہ اِن پانچ باتوں میں سے ہر ایک بات ہزاروں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ اِن نصائح پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین!) (مرتب)

## وفات

حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے دورِ خلافت ۳۲ سنہ ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اُس وقت آپ کی عمر باختلافِ روایت ۸۶ یا ۸۸ سال تھی۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرزند گرامی حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لحد میں اُتارا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ماخوذ از "یہ تیرے پُراسرار بندے" ص ۲۹ مؤلفہ: جناب طالب الہاشمی)

## حضرت سیدنا حُذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب سر (راز دار) صحابی تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے سب سے پیارا دن وہ ہوتا ہے جبکہ میرے گھر کے لوگ آکر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے۔

ایک دن آپ پر نماز میں گریہ طاری ہو گیا تھا۔ نماز کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص موجود تھا۔ تو فرمانے لگے کہ اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔

**ف:** سُبحان اللہ، اس سے کس قدر اخفائے حال کا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں ایسے شخص کی ظرافت وعقل کی تعریف کی جائے گی جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان نہ ہوگا۔ (مرتب)

نیز آپ فرماتے تھے کہ تم میں بہتر وہ شخص نہیں ہے جو آخرت کے لئے دُنیا کو چھوڑ دے، بلکہ بہترین آدمی وہ ہے جو دُنیا و آخرت دونوں سے بہرہ ور ہو۔

**ف:** سبحان اللہ، اس سے تعلیم میں کس قدر اعتدال کا پتہ چلتا ہے۔ (مرتب)

### قبل وفات آپ کا حال

وفات سے پہلے آپ کی عجیب کیفیت تھی، نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دُنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھ کو محبوب ہے۔ لیکن اس لئے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا اور میرا حشر کیا ہوگا۔ جس وقت انھوں نے آخری سانس

لی تو فرمایا۔ اے اللہ! اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا، کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں

**وفات کے وقت وصیت** وفات کے وقت اپنے دونوں بیٹوں کو وصیت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرنا۔ چنانچہ اُن دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی اور صفین میں شہید ہوئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔

**وفات** مدائن میں ۳۶ھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ (سیر صحابہ ج ۳ ص ۲۰۷)

---

## حضرت سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن، کنیت ابوہریرہ، والد کا نام صخر ہے۔ غزوۂ خیبر کے سال اسلام لائے اور طلب علم کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اسی وجہ سے کثیر تعداد میں آپ سے روایات منقول ہیں

آپ کے پاس ایک چھوٹی سی بلی تھی۔ اُسی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوہریرہ رکھی گئی۔

**ارشادات** آپ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ کی یہ آیت نہ ہوتی تو میں کبھی تم سے حدیثیں بیان نہ کرتا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى

(ترجمہ: جو لوگ اخفا کرتے ہیں اُن مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور دوسروں کیلئے ہادی ہیں۔)

آپ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے گناہوں کے بقدر تسبیح پڑھتا ہوں۔

آپ اور آپ کی اہلیہ اور آپ کی لونڈی نے رات کو آپس میں تین حصوں میں بانٹ لیا تھا۔ اُن میں ایک جب نماز سے فارغ ہوتا تو دوسرے کو جگا دیتا۔ پھر جب دوسرا نماز پڑھ لیتا تو تیسرے کو جگا دیتا۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے اَمراض میں سب سے پیارا مرض بخار ہے۔ اس لئے کہ اُس کا درد تمام بدن کو عام ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ہر ہر جوڑ کو ثواب ملتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ بیماری میں ریا و سمعہ کا دخل نہیں ہوتا۔ بس یہ تو خالص اجر ہی اجر ہے۔ اس کے بعد علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:۔

شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے مرض کی تین قسم فرمائی ہے۔ عقوبت، کفارہ، اور رفع درجات۔

عقوبت تو یہ ہے کہ جس کے ساتھ ناراضی ہو۔ کفارہ وہ ہے جس کے ساتھ خوشنودی و صبر ہو۔ اور رفعِ درجات تو وہ مرض ہے جس کے ساتھ خوشی اور انشراحِ قلب ہو۔ انتہیٰ

جس زمانہ میں آپ مروان کے نائب تھے اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر لاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اپنے امیر کو رستہ دو۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو رونے لگے۔ جب اِس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سفر کی دوری اور زادِ راہ کی کمی پر روتا ہوں۔ اور یقیناً میں ایسی جگہ جارہا ہوں

جہاں جنت و جہنم دونوں ہی موجود ہیں، اور خبر نہیں کہ اُن میں سے کون اپنی طرف کھینچ لے گی۔

**وفات:** آپ کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ (طبقات ج۲ ص۲۳)

## حضرت سیّدنا عبدُاللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما

**نام و نسب** عبداللہ نام، والد کا نام عباس رضؓ اور والدہ کا نام اُمّ الفضل لبابہ تھا۔

**ولادت** آپؓ ہجرت سے تین سال قبل مکّہ کی اُس گھاٹی میں تولد پذیر ہوئے جہاں مشرکین قریش نے تمام خاندان ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اُن کو بارگاہِ نبوت میں لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے منہ میں لعابِ دہن ڈال کر دعا فرمائی۔ اس وقت تک اگرچہ حضرت عباسؓ مشرف باسلام نہ ہوئے تھے لیکن اُنکی اہلیہ حضرت اُم الفضل ایمان لا چکی تھیں۔

**ارشادات** فرماتے تھے کہ اے گناہ کرنے والے، اپنے انجام بد سے مطمئن نہ ہو۔ اس لئے کہ اپنے انجام سے بے خبری کے باوجود تیرا ہنسا گناہ سے بھی برا ہے اور گناہ کرنے پر قدرت کے حاصل ہونے سے تیرا خوش ہونا گناہ سے بدتر ہے۔ اور کسی گناہ کے نہ کر سکنے پر تجھے غم کا ہونا اُس گناہ سے بھی بڑا ہے۔ اور بحالتِ گناہ تیری طرف اللہ تعالیٰ کی نظر سے تیرے دل کا مضطرب نہ ہونا گناہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

فرماتے تھے کہ اگر کوئی پہاڑ کسی پہاڑ کے مقابلہ میں بغاوت کرے تو باغی کو کچل دیا جائے گا۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالے اُس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جس کے پیٹ میں حرام کھانا ہو۔ (طبقات ج ۱ ص۲۲)

**وفات** آپ کی وفات اکہتر (۷۱) سال کی عمر میں بمقام طائف ۶۸ھ میں ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

## حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** عبداللہ نام، ابوبکر و حبیب کنیت، والد کا نام حضرت زبیر بن عوام والدہ مکرمہ کا نام حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہے۔

حضرت عبداللہ کی ذات گرامی متعدد شرافتوں کی حامل تھی۔ آپ کے والد ماجد حواریٔ رسولؐ کہلاتے تھے اور عشرۂ مبشرہ میں سے تھے۔ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ کی دادی تھیں۔ یہ سب ددھیالی افتخار ہیں اور ننھیالی رشتوں کے لحاظ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے نانا تھے، آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذات النطاقین" کا خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں۔

**ولادت** ہجرت کے بعد ۱ھ یا ۲ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحنیک فرمائی۔ جب سات آٹھ سال کے ہوئے تو حضرت زبیرؓ اُن کو لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اُن کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے اُن سے بیعت لی۔ اس طرح صغر سنی

میں ہی بیعتِ نبویؐ کا شرف حاصل ہوا۔

**فضل وکمال** حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو صغر سنی کے باعث براہِ راست فیضانِ نبویؐ سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں ملا، تاہم حضرت زبیر بن عوامؓ جیسے باپ اور عائشہؓ جیسی عالمہ وفقیہہ خالہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پائی تھی اس لئے حضرت عبداللہؓ کا دامن علم ومعرفت وغیرہ سے کسی طرح خالی نہ تھا۔ چنانچہ آپ قرآن مجید کے بہت اچھے قاری تھے، بہت سی احادیثِ مبارکہ کے بھی راوی ہیں۔ آپ کی مرویات بخاری ومسلم میں موجود ہیں۔ تقریر ووعظ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی تعلیم دیتے تھے۔ اس وجہ سے اپنے زمانہ کے ممتاز خطبار میں شمار ہوتے تھے۔ مختلف زبانوں سے واقف تھے۔ اس فن میں آپ کو امتیازی شان حاصل تھی۔ (سیر صحابہ صـ۲۳۴)

آپ صحابہؓ کی جماعت میں کثرت سے عبادت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو غایتِ خشوع کی وجہ سے معلوم ہوتا کہ کوئی ستون ہے۔ اور آپ اس قدر طویل سجدہ کرتے کہ گوریا (چڑیا) یہ سمجھ کر کہ کسی باغ کی دیوار ہے آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی۔

آپ ہمیشہ شب بیداری فرماتے تھے۔ کسی رات میں صبح تک قیام ہی فرماتے اور کسی رات میں رکوع، اور کسی شب میں صبح تک سجدہ ہی میں مشغول رہتے۔ آپ کا نام حمامۃ المسجد (مسجد کا کبوتر) تھا۔

ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو نہایت سادہ اور مختصر خطبہ دیا جو اس قدر مؤثر تھا کہ سامعین بہت روئے۔ اُس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

لوگو! تم لوگ روئے زمین کے مختلف اطراف سے اللہ کے پاس وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ اللہ پر حق ہے کہ اپنے وفد کی عزت کرے۔ پس جو اُس چیز کی طلب و تلاش میں آیا ہو جو اللہ کے پاس ہے، تو اللہ کا طالب نامراد نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا تم اپنے قول کو فعل کے ذریعہ سچ کردکھاؤ۔ اس لئے کہ قول کا ثبات و بقا رفعل ہے۔ اور نیت کا خیال رکھو نیت کا، اور دل کو سنبھالو دل کو سنبھالو اور اللہ سے ڈرو اللہ سے (خاص کر) ان دنوں میں، اس لئے کہ یہ وہ دن ہیں جن میں گناہ بخشے جاتے ہیں۔ تم مختلف اطرافِ زمین سے نہ تو تجارت کیلئے آئے ہو نہ مال کی چاہت میں، نہ دُنیا کی چاہت میں، تم تو اُس چیز کی اُمید لے کر آئے ہو جو یہاں ہو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو طوافِ بیت اللہ سے اِتنا شغف تھا کہ اُن کے زمانہ میں ایک بار بڑے زور کا سیلاب آیا اور سارے حرم میں پانی بھر گیا اور طواف کرنا ممکن نہ رہا تو اُنھوں نے تیر کر طواف کیا۔

(تاریخ الخلفاء، صفۃ الصفوہ)

عمر ابن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن زبیرؓ کو حطیم میں نگاہ نیچی کئے اِس خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا کہ ایک پتھر اُن کے جسم کے کپڑے کے ایک حصّہ پر گرا اور اُتنا کپڑا اُڑ گیا مگر وہ ٹس سے مَس نہ ہوئے۔

(صفۃ الصفوہ، اعیان الحجاج ص ۱/۶۶)

## کارنامہائے زندگی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ قریش کے اُن حوصلہ مند بہادروں میں تھے جنھوں نے تنہا اُس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت کا برسوں مقابلہ کیا اور آنے والوں کیلئے اپنی شجاعت و بہادری کی داستان چھوڑ گئے۔

اُنھوں نے سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ۶۰ھ میں خلافت کا دعویٰ کیا تھا لیکن یزید کی زندگی میں کوئی خاص کامیابی نہیں ملی۔ یزید بن معاویہ کی خلافت سے دست برداری کے بعد ۶۲ھ میں جب دوبارہ اُنھوں نے بیعت کی دعوت دی تو عام مسلمانوں نے اُنھیں خلیفہ مان لیا اور دولتِ اسلامیہ کے بیشتر حصّوں میں اُن کی بیعت ہوگئی۔ اُس وقت سے لے کر ۷۳ھ تک وہ برابر بنواُمیہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ اِس لئے شمار کے لحاظ سے اُن کی مدتِ خلافت ساٹھ سال ہے۔ لیکن واقعہ کے اعتبار سے ایک دن بھی اطمینان وسکون کے ساتھ حکومت کا موقع نہ ملا۔

## عبداللہ بن زبیرؓ کا حجاج سے مقابلہ

۷۲ھ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مقابلہ کے لئے مکہ بھیجا۔ اُس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ لڑتے لڑتے چور چور ہو چکے تھے۔ آپ کی جمعیت کو زبردست نقصان پہنچ چکا تھا اور آپ کے ہمدرد حضرات جامِ شہادت نوش کر چکے تھے اور آپ اُس وقت حرم میں پناہ گزیں تھے۔ اِس لئے مکہ پہنچ کر حجاج نے حرم کا محاصرہ کرلیا اور مسلسل کئی مہینے تک محاصرہ قائم رہا۔ اِس پوری مدت میں ایسی ہولناک آتش زنی اور سنگ باری ہوتی رہی کہ اس کی چمک اور دھاکوں سے لگتا تھا کہ آسمان زمین پر آجائے گا۔ لیکن آپ نہایت دلیری اور بہادری سے مقابلہ کرتے رہے۔ عین سنگباری کی حالت میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور بڑے بڑے پتھر آکر قریب گرتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں تھے۔

## حضرت اسماءؓ سے مشورہ

آپ کے ساتھی محاصرہ کی سختیوں اور بھوک کی

تکلیفوں سے عاجز آکر حجاج کے دامن میں پناہ لینے لگے اور کچھ حضرات لڑکر شہید ہوگئے اور کچھ کوہِ استقامت کی طرح ڈٹے رہے۔ اُس وقت آپ اپنی سو برس کی بوڑھی ماں کی خدمت میں حاضر ہوکر مشورہ کرتے ہیں۔ اُس وقت حضرت اسماء رضؓ جو جوان جوان بیٹوں اور پوتوں کی داغ مفارقت اُٹھا چکی تھیں، جس سے دل وجگر سوختہ ہوچکے تھے، ان دردناک حالات، پیرانہ سالی اور خستہ دلی کی حالت میں ایسا شریفانہ جواب دیتی ہیں جس پر عورتوں کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

فرمایا۔ بیٹا! تم کو اپنی حالت کا خود اندازہ ہوگا۔ اگر تم کو اس کا یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور حق کی دعوت دیتے ہو، تو جاؤ لڑو، کہ تمھارے بہت سے ساتھی اس پر جان قربان کرچکے ہیں۔ اور اگر تمھارا مقصد دنیا طلبی ہے، تو تم سے بُرا کون بندہ ہوگا جس نے اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو ہلاکت میں ڈال رکھا ہے۔ اگر یہ عذر ہے کہ تم حق پر ہو، اور اپنے انصار واعوان کی کمزوری کی وجہ سے لاچار ہوگئے ہو، تو یاد رکھو کہ حق پر جان دینا زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جاؤ! اللہ تعالےٰ سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔ مجھے امید ہے کہ میں ہر حالت میں صبر وشکر سے کام لوں گی۔ اگر تم مجھ سے پہلے دنیا سے رُخصت ہوگئے تو صبر کروں گی۔ اور اگر تم کامیاب ہوگئے تو خوش ہونگی اس لئے اب جاؤ، دیکھو اللہ تعالےٰ کیا انجام دکھلاتا ہے۔

**ف:** سبحان اللہ! آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے کو کیسا ایمان افروز مشورہ دیا جو خود اُنکی حق شناسی وحق گوئی پر دال ہے۔ (مرتب)

**شہادت** ماں کی دعا اور فرمان کے بعد رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے

رزمگاہ تک پہنچے اور زوردار حملہ کیا، لیکن دشمن کے سامنے آپ کے ساتھی جوابی حملہ کی تاب نہ لاسکے، دشمنوں کے حوصلے بڑھ گئے اور خانہ کعبہ کے تمام پھاٹکوں پر اُن کا ہجوم ہوگیا۔ لیکن آپ اِس حالت میں بھی شیر کی طرح چاروں طرف سے حملہ آور ہوتے۔ اور جدھر رُخ کرتے تھے دشمن کائی کی طرح پھٹ جاتے تھے۔ حجاج نے جب دیکھا کہ کوئی ان کے پاس جانے کی ہمت نہیں کرتا تو خود سواری سے اُتر پڑا اور فوج کو للکارا۔ اُس وقت ایک شخص نے ایسا پتھر مارا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا سر کھل گیا اور چہرے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، ڈاڑھی خون سے تر ہوگئی۔ بالآخر ہر طرف سے یورش کر کے آپ کو شہید کردیا۔ جمادی الثانی ۷۳ھ میں قریش کا یگانہ بہادر، حواری رسولؐ کا لخت جگر اور ذات النطاقین کا نورِ نظر ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

## حجاج کی شقاوت اور حضرت اسماءؓ کی بہادری

سنگدل حجاج کی آتش انتقام ابن زبیرؓ کے خون سے بھی نہ بجھی۔ آپ کا سر کٹوا کر عبدالملک کے پاس بھجوادیا اور لاش سولی پر لٹکوادی۔ حضرت اسماءؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالےٰ تجھے غارت کرے، تونے لاش سولی پر کیوں آویزاں کرائی۔ جواب میں حجاج نے ستم رسیدہ حضرت اسماءؓ کو بُلوایا۔ اُنھوں نے آنے سے انکار کردیا تو گستاخ نے دوبارہ کہلایا کہ سیدھی چلی آؤ، ورنہ چوٹی پکڑ کر گھسٹوالوں گا۔ حضرت اسماءؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اُس وقت تک نہ آؤں گی جبتک چوٹی پکڑ کر نہ گھسٹوائے گا۔ یہ سن کر حجاج ملعون نے سواری منگائی اور اُن کی خدمت میں جاکر اُن کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دشمن کو کیا ہی بُرا انجام دکھایا۔

تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں، تو نے اُن کی دُنیا خراب کی، لیکن اُنھوں نے تیری آخرت برباد کردی۔

**ف:** سُبحان اللہ، کیا خوب فرمایا۔ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کا یقیناً یہ مصداق ہے۔ (مرتب)

**تدفین** غمزدہ ماں نے غسل دلا کر اپنے نورِ نظر کو مقام حجون میں سپردِ خاک کیا۔ اُس وقت آپ کی عمر بہتّر (۷۲) سال تھی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ رضی اللہ عنہ (سیر صحابہ ۲۶۶/۲)

## حضرت سیدنا صُہیب ابن سنان رُومی رضی اللہ عنہ

ابتدائے اسلام میں جن صحابہؓ نے کفار کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کی ہیں اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ ابن عبد البر نے "استیعاب" میں لکھا ہے کہ "فضائل صہیبؓ وسلمانؓ وبلالؓ وعمارؓ وخبابؓ والمقدادؓ وابی ذرؓ لا یحیط بھا کتاب"۔ (یعنی حضرات صہیبؓ وسلمان وبلال وعمار وخباب ومقداد وابوذر رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کسی کتاب میں نہیں سما سکتے۔)

حضرت صہیبؓ کے مزاج میں فضل وتقویٰ اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ ظرافت بھی تھی۔ جب وہ خدمت نبویؐ میں پہنچے ہیں تو اُس وقت آپؐ قبا میں تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے کھجوروں کا ایک طبق رکھا ہوا تھا حضرت صہیبؓ کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں، پھر بھی انھوں نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں تو آپؐ نے فرمایا کہ صہیب! آشوب چشم میں کھجوریں کھاتے ہیں۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ حضرت! جدھر کی آنکھ میں آشوب ہے اُدھر سے نہیں کھاتا۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے۔

**وفات** حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۸ سنہ ھ میں ہوئی۔ مدینہ میں مدفون ہیں۔ نور اللہ مرقدہ

(اعیان الحجاج صفحہ ۴۵ ج ۱)

# سیدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** زید نام، ابواسامہ کنیت، حِبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب، والد کا نام حارثہ، والدہ کا نام سُعدیٰ بنت ثعلبہ ہے۔

**ابتدائی حالات** آپ کی والدہ آپ کو بچپن میں میکہ لے کر گئی تھیں، اسی اثنا میں بنو قین کے سوار جو غارتگری سے واپس آرہے تھے اس نونہال کو خیمہ کے سامنے سے اُٹھالائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کرنے کے لئے لائے۔ حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ اِس طرح آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف نصیب ہوا، جس پر ہزاروں آزادیاں اور تمام دُنیا کی شہنشاہیاں قربان ہیں۔

ایک سال قبیلہ بنی کلب کے چند آدمی حج کے لئے آئے تو اُنھوں نے حضرت زیدؓ کو پہچان لیا اور واپس جا کر اُن کے والد کو اطلاع دی۔ ان کے والد اپنے بھائی کے ہمراہ مکہ آئے اور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے ابن عبداللہ! مصیبت زدوں کی دستگیری کرنے والے، قیدیوں کو کھانا کھلانے والے، ہم اِس غرض سے آئے ہیں کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کر کے ہم کو رہینِ منت بنا دو۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اختیار دے دیا۔ حضرت زیدؓ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا

باعثِ شرف سمجھا اور عرض کیا کہ آپ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ اِس مخلصانہ وفاشعاری نے اُن کے باپ کو محوِ حیرت کر دیا۔ تعجب سے بولے، زید! افسوس تم آزادی اور اپنے خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو؟ فرمایا، ہاں! مجھے اِس ذاتِ پاک میں ایسے محاسن نظر آئے ہیں کہ میں اس پر کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

حضرت زیدؓ نے اپنی غیر متزلزل وفاشعاری سے آقائے شفیق صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو مشتعل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں مقامِ حجر کے پاس لے جا کر اعلان فرما دیا کہ "زید آج سے میرا فرزند ہے۔ میں اُس کا وارث ہوں گا، وہ میرا وارث ہو گا۔ اِس اعلان کے بعد زید بن محمدؐ کے نام سے زباں زدِ خاص و عام ہوئے۔ اِسلام آنے کے بعد زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

## اسلام

آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو خلعتِ نبوت عطا ہوا تو حضرت زیدؓ نے ابتدا ہی میں شرفِ بعیت حاصل کیا۔ گویا غلاموں میں سب سے پہلے مومن ہیں۔

## شادی

مکہ میں حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالٰے عنہا سے نکاح ہوا اور آپ ہی کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ پیدا ہوئے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنتِ جحشؓ سے نکاح کر دیا، لیکن یہ رشتہ قائم نہ رہ سکا نسبی و خاندانی عدمِ توازن نے دونوں کے مزاج میں نشیب و فراز پیدا کر دیا۔

حضرت زیدؓ نے دربارِ نبوت میں بار بار ناموافقت کی شکایت کی، بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہو گئے۔

انقضائے عدّت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کی معرفت پیامِ نکاح بھیجا، تو حضرت زینبؓ نے کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ حکم نہ آئے، میں کچھ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اس کے بعد ہی اس آیت نے ان کو اُمہات المؤمنین میں داخل کر دیا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (الاحزاب)

جب زید تمام کر چکا اُس عورت سے اپنی غرض، تو ہم نے اُس کو تیرے نکاح میں دے دیا۔

**اخلاق** حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفۂ اخلاق میں وفا شعاری کا باب سب سے نمایاں ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اُن کا پُر لطف مقصدِ حیات تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جملہ متعلقین کا بیحد ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

**شہادت** جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوۂ موتہ میں سپہ سالاری کی حالت میں شہید ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(سیر صحابہ ۲/۲ ص ۲۳۲)

# حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** عبد اللہ نام، ابو موسیٰ کُنیّت، والد کا نام قیس، اور والدہ کا نام طیبہ تھا۔

نہایت جلیل القدر صحابی ہیں۔ کتاب اللہ کے نہایت خوش آواز قاری، فقیہ اور بہت بڑے عالم تھے۔ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ رضؓ نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے تو ہماری آرزو یہ ہوتی تھی کہ کاش سورۂ بقرہ یعنی خوب لمبی سورت پڑھتے۔ اُن کے علم و فضل کا اعتراف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے تھے۔

آپ نہایت عبادت گزار، روزہ دار، کثرت سے نوافل پڑھنے والے تھے۔ روزہ پر مداومت کی وجہ سے تنکے کی طرح ہو گئے تھے، مگر جب کہا جاتا کہ ذرا سُستا لیجئے اور کچھ دن تک کھا پی لیجئے پھر روزہ رکھئے۔ تو فرماتے کہ ہیہات! مقابلہ کے دن دُبلے پتلے گھوڑے ہی آگے نکلتے ہیں، اور وہی سبقت لے جاتے ہیں۔

**وعظ:** ایک بار اُنھوں نے اُن سب لوگوں کو جمع کیا جو قرآن پڑھ چکے تھے تو تین سو آدمی اکٹھا ہوئے، اُن کے مجمع میں آپ نے قرآن کی عظمت بیان کی اور فرمایا کہ یہی قرآن تمھارے لئے موجب اجر بھی بن سکتا ہے اور یہی تمھارے اوپر بوجھ بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی پیروی کرو اور اُس کے پیچھے چلو، ایسا نہ ہو کہ قرآن تمھارا پیچھا کرے۔ جو قرآن کے پیچھے چلے گا قرآن اُس کو جنت کے باغوں میں لے جا کر اُتارے گا۔ اور جس کا وہ پیچھا کرے گا

اُس کو جہنم ہی میں گرا کر چھوڑے گا۔

**ف:** سبحان اللہ کتنا مؤثر وعظ فرمایا جو صفحاتِ قلوب پر نقش کئے جانے کے لائق ہے۔ (مترجم)

ایک بار خطبہ دیتے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ نیک ہمنشیں تنہائی سے بہتر ہے۔ لیکن بُرے ہمنشیں سے تنہائی بہتر ہے۔ نیک ساتھی کی مثال عطر فروش جیسی ہے کہ اُس کے ساتھ رہنے میں عطر نہ ملے لیکن خوشبو سے تو دماغ معطر ہی ہُوا کرے گا۔ اور بُرے ساتھی کی مثال بھٹی والے جیسی ہے کہ اُس کے پاس بیٹھنے سے تمھارا کپڑا چاہے نہ جلے لیکن دھواں دھکڑ سے بچ ہی نہیں سکتے

**وفات:** حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۲ھ یا ۴۲ھ میں ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہ۔ (اعیان الحجاج جلد ۱ صفحہ ۵۱)

---

## حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحابہ میں نہایت زبردست عالم تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے علم و فضل کو سراہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:
أَعْلَمُ أُمَّتِيْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ معاذ بن جبل۔ (یعنی میری اُمت میں حرام وحلال کے سب سے زیادہ واقف کار معاذ بن جبل ہیں۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا ہے تو اُن کو سوار کر کے خود پیدل کچھ دور تک اُن کو پہنچانے گئے ہیں۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ معاذ! ممکن ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ پاؤ، اور اب

شاید تمھارا گزر میری مسجد اور میری قبر پر ہو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جدائی کے تصوّر سے رونے لگے، تو آپؐ نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ سب سے زیادہ مجھ سے قریب متقی لوگ ہیں چاہے جو ہوں اور جہاں ہوں۔

**ارشادات** ایک شخص نے حضرت معاذؓ سے کہا، مجھ کو کچھ بتائیے! فرمایا، میری بات مانوگے؟ اُس نے کہا، میں آپ کی بات ماننے کا بڑا حریص ہوں۔ فرمایا: روزہ رکھو اور افطار کرو، نماز پڑھو اور سوؤ، کماؤ اور گناہ نہ کرو۔ اور مرو تو مسلمان مرو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچو۔ **ف** : سبحان اللہ، کتنی عمدہ نصیحتیں فرمائیں۔ (مرتب)

اپنے بیٹے سے فرماتے تھے کہ بیٹے! نماز پڑھو تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ یہ آخری نماز ہے، اِس کے بعد پھر موقع نہ ملے گا۔

**ف** : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک صحابی کے طلب نصیحت پر یہ وصیت فرمائی ہے: اِذَا قُمْتَ لِلصَّلٰوۃِ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ ۔ (ابن ماجہ ص۳۰۷) (مرتب)

ایک آدمی سفر پر جا رہا تھا وہ اُن کو سلام کرنے اور رخصت ہونے آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو دو وصیتیں کرتا ہوں اُن کو یاد رکھو گے تو تم محفوظ رہو گے سنو! دُنیا کے حصّہ سے تم کو بے نیازی تو نہیں ہو سکتی، لیکن تم آخرت کے حصّہ کے بہت زیادہ محتاج ہو۔ لہٰذا آخرت کے حصّہ کو دنیا کے حصّہ پر ترجیح دو۔

فرماتے تھے۔ تکلیف، مصیبت کی آزمائش میں تو تم نے صبر کر لیا۔ لیکن اب خوشی اور آسائش دے کر تمھاری آزمائش ہوگی۔ اور میرے نزدیک سب سے خوفناک فتنہ عورتوں کا ہے، جب وہ سونے کے کنگن اور شام ویمن کے بہترین کپڑے پہننے لگیں گی اور مالداروں کو بھی مشقت میں ڈال دیں گی، اور ناداروں سے اُس چیز کی فرمائش کریں گی جنکو وہ بیچارے

پا نہیں سکتے۔

ف: جنکو وہ پورا نہ کرسکیں گے۔ پس جب ایسا ہو تو زن وشو کے تعلقات میں درستگی نہ ہوگی جس سے فساد عام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (مرتب)

وفات کے وقت آپ نے یہ کلمات کہے: اے اللہ! اس لمحہ سے پیشتر میں تجھ سے خائف تھا مگر اسوقت پُر اُمید ہوں۔ الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں دُنیا میں جینے اور زیادہ رہنے کا اس لئے طلبگار نہیں تھا کہ نہریں کھودوں گا اور پودے لگاؤں گا، بلکہ دُنیا میں اس لئے جینا چاہتا تھا کہ دوپہر کی پیاس (جہاد کے میدان یا روزہ کی حالت میں) اور رات کی گھڑیوں میں جاگنے کی مشقت برداشت کروں، اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے زانو سے زانو ملاکر بیٹھوں۔

ف: سبحان اللہ، جینے کی خواہش ریاضت وعبادات کیلئے تھی نہ کہ شہوات کی بجاآوری کیلئے۔ جیسا کہ آج عموماً اسی کیلئے زندگی کی طلب ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎ خوردن برائے زیستن وذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

(یعنی کھانا جینے اور ذکر کرنے کیلئے ہے۔ اور تو سمجھتا ہے کہ جینا صرف کھانے کیلئے ہے) (مرتب)

**وفات** ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی۔ اُس وقت آپ کی عمر ۳۸ یا ۳۳ سال کی تھی۔ نور اللہ مرقدہ۔ (اعیان الحجاج ص۵۴ ج۱)

## حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو ثابت ہے، آپ سید الانصار تھے، نہایت سخی تھے، چنانچہ حضرت یحییٰ ابن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کی طرف سے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر دن ثرید کا ایک پیالہ مقرر تھا۔ لہٰذا آپؐ جس زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے جاتے وہ پیالہ بھی ساتھ جاتا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا فرماتے "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مَالًا اَسْتَعِیْنُ بِہٖ عَلٰی فِعَالِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُصْلِحُ الْفِعَالَ اِلَّا الْمَالُ"۔ (یعنی اے اللہ! مجھے اتنا مال عطا فرمائیے کہ اپنے افعال میں اُس کے ذریعہ مدد حاصل کروں، اس لئے کہ مال ہی افعال کی اصلاح کرتا ہے۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۵۰۳)

ف: اس دعا سے مال کی کیسی کچھ نافعیت ثابت ہوئی۔ ہاں اگر کوئی اُس کا غلط استعمال کرے تو یہی مال موجب خسران و وبال ہوسکتا ہے۔ پس یہ قصور صاحب مال کا ہوگا نہ کہ مال کا۔ (مرتب)

## آپ کی جاں نثاری

غزوۂ اُحد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا۔ لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے۔ اُس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا پہرہ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے جو محبت تھی اُس کا یہ اثر تھا کہ آپ اُن کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کے لئے دعا کی تو فرمایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ۔

(اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل و اولاد پر اپنی رحمت و کرم نازل فرما۔)

## وفات

آپ کی وفات ملک شام میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں ۱۵ سنہ ھ میں ہوئی۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت میں ۱۱ سنہ ھ میں ہوئی۔ (سیر صحابہ ص ۳۰ ج ۳ سیر انصار)

# حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد محترم سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ آپؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرما دی، تو میں نے اُن کو لکھا۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے اس صحیفہ کا نام صادقہ رکھا تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر تم کو حق علم حاصل ہو جاتا تو اس قدر سجدے کرتے کہ تمھاری پیٹھ جھک جاتی اور اس قدر چیختے کہ تمھاری آواز فنا ہو جاتی، پس تم لوگ روؤ، اگر رو نہ سکو تو رونے کی صورت بناؤ اور بہ تکلف روؤ۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے میں روؤں تو یہ میرے نزدیک اس سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے کہ ایک ہزار دینار صدقہ کروں۔ (صفۃ الصفوۃ ص۶۵۹ ج۱)

**ف:** اس سے آپ کے خوفِ آخرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو ہم سب کیلئے اُسوہ ہے۔ (مرتب)

## آپ کے اخلاق

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زہد و تقویٰ اور کثرتِ عبادت کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ دن عموماً روزوں میں بسر ہوتا اور رات عبادت میں گزر جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بُلا کر فرمایا، عبداللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے عہد کیا ہے کہ تمام عمر دن کو روزے رکھوگے اور رات عبادت میں صرف کروگے۔ بولے، ہاں یا رسول اللہ بابی انت وامی! فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ روزہ رکھو اور افطار کرو۔ نماز پڑھو اور آرام کرو۔ مہینہ میں صرف تین۳ روزے رکھا کرو۔ کیونکہ ہر نیکی کا معاوضہ دس گنا ہوتا ہے

لیکن اِس کا ثواب تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو بولے، میں اِس سے بھی زیادہ رکھ سکتا ہوں۔ حکم ہوا کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، داؤد علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا اور یہ روزوں کی بہترین صورت ہے عرض کیا، میں اِس سے بھی بہتر روزے رکھ سکتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اِس سے بہتر کوئی روزہ نہیں۔

غرض اس کے بعد اُنھوں نے تمام عمر روزوں میں حضرت داؤد علیہ السّلام کی پیروی کی اور رات کا اکثر حصّہ عبادت میں بسر کیا۔ تلاوت کا اسقدر شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کر لیتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں جب قویٰ کمزور ہو گئے تو اُس وقت سخت ریاضت دشوار گزرنے لگی، تب فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت قبول کر لیتا۔ (سیر صحابہ ج ۲ ص ۳۶۶)

**وفات** آپ کی وفات ملک شام میں ۶۵ سنہ ھ میں ہوئی جبکہ آپ کا سن شریف ۷۲ سال کا تھا۔ نور اللہ مرقدہ۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۶۵۹)

# حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** فضل نام، والد کا نام عباس بن عبد المطلب، ابو محمد کنیت والدہ کا نام لبابہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

**اسلام** غزوۂ بدر سے قبل مشرف باسلام ہوئے، اُس وقت آپ کا پورا گھر نورِ اسلام سے منور ہو چکا تھا، لیکن مشرکین کے خوف سے اعلان نہیں کیا تھا۔

**ہجرت** فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

**غزوات** ہجرت کے بعد فتح مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے شریک ہوئے اس کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا اُس میں غیر معمولی شجاعت وبہادری دکھائی، اور مسلمانوں کی ابتدائی شکست میں جب فوج کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا تھا مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش وجنبش نہ آئی اور بدستور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ جمے رہے۔ پھر حجۃ الوداع میں آں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ اِس شان سے نکلے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سواری پر سوار تھے۔ اُسی دن سے آپ کا لقب ردیفِ رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم یعنی "ہم رکاب رسول" ہو گیا۔ اسی اثنار میں قبیلہ خثعم کی ایک نوجوان اور خوبصورت عورت حج کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے آئی، چونکہ حج میں منہ چھپانا عورتوں کے لئے درست نہیں، اسلئے

اُس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، فضل بھی نہایت خوش رو تھے، وہ ان کی طرف گھورنے لگی اور یہ بھی اُس کو دیکھنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار اُن کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیتے تھے مگر یہ پھر اُس کی طرف رُخ کر لیتے، آخر کار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، برادر عزیز! آج کے دن جو شخص اپنی آنکھ، کان اور زبان پر قابو رکھے گا اُس کے تمام گناہ معاف کر دئیے جائیں گے آپ کو ماشاء اللہ یہ شرف حاصل ہوا کہ رمی جمار کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سایہ کے لئے چادر لئے کھڑے تھے۔

**ف:** ظاہر ہے کہ اس سے بدنظری کے مرض کی (جسمیں عام ابتلاء ہے) کیسی کچھ قباحت معلوم ہوئی اور اُس کے ترک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بڑی بشارت سنائی جو پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔ اس لئے تمام مسلمان مرد و عورت کو اس کا پاس و لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ سعادت مغفرت سے مشرف ہوں۔ اور یہ شعر تو صوفیہ صافیہ کے زبان زد ہے سے

لب بہ بند و گوش بند و چشم بند　　گر نہ بینی نور حق بر من بخند

یعنی زبان، آنکھ اور کان کو بند کر دو، اس پر بھی اگر نور حق نہ دیکھو تو مجھ پر ہنسو۔

## آخری سعادت

حضرت فضل رضؓ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔ چنانچہ آپؐ نے مرض الموت میں جو آخری خطبہ دیا تھا اُس کے لئے جن دو سعادتمندوں کے سہارے زنانخانہ سے باہر تشریف لائے تھے، اُن میں سے ایک حضرت فضل تھے۔ اور اُنہی کے ذریعہ سے مسلمانوں میں خطبہ دینے کا اعلان کرایا تھا۔ سب سے آخری سعادت جسد اطہر کے غسل دینے کی حاصل ہوئی چنانچہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اُن میں سے

ایک فضل بھی تھے، وہ پانی ڈالتے تھے اور حضرت علیؓ نہلاتے تھے۔

وفات: حضرت فضل بن عباسؓ کی وفات ۱۸ھ میں ہوئی۔ طاعون عمواس میں جن حضرات صحابہؓ کی وفات ہوئی اُن میں آپ بھی ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (اعیان الحجاج ص۲۳، سیر السلف؛

## حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

**نام و نسب** حسن نام، والد کا نام حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا۔

**فضل و کمال** آپ جگر گوشۂ بتول تھے۔ نصف رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی اور آپ کا نام حسن رکھا۔ آپ حلیم، کریم، پرہیزگار تھے۔ آپ کا حلم و ورع ہی باعث ہوا کہ دُنیا اور خلافت کو اللہ تعالیٰ کے لئے ترک فرمادیا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ اور آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت میں پہل کی۔

آپ نے ایک شخص کو سُنا کہ بارہ ہزار درہم ملنے کے لئے دُعا کر رہا ہے، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوئے اور اُس کے پاس اتنی رقم بھیج دی۔ اور فرماتے تھے کہ میں شرم محسوس کرتا ہوں کہ اپنے رب عز و جل سے بغیر اُن کے گھر کی طرف چلے ملاقات کروں۔ اِس لئے آپ بیس مرتبہ پیدل مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ (طبقات)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پندرہ حج اس طرح کئے کہ آپ پیادہ پا تھے اور آپ کی بہترین اصیل اونٹنیاں خالی بیٹھو ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

(اعیان الحجاج ص۱۶)

## اقوال حکمت

آپ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو، اور اگر اُس کو زبانی یاد نہ رکھ سکو تو اُسکو لکھ کر اپنے گھر میں رکھ لیا کرو۔

**ف** : اس سے کتابت کی کس قدر منفعت معلوم ہوئی۔ (مرتب)

اور جب آپ کو زہر پلایا گیا تو آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا، اس لئے آپ نے فرمایا کہ زہر تو کئی مرتبہ پلایا جا چکا ہوں مگر اس مرتبہ کی طرح نہ تھا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ بھائی جان! آخر کس کے متعلق ہم گمان کریں کہ اُس نے یہ حرکت کی ہے؟ تو فرمایا کہ یہ کیوں پوچھ رہے ہو، تو کہا، اس لئے کہ ہم اُس کو قتل کر دیں۔ تو فرمایا کہ اگر وہ شخص وہی ہے جس کے متعلق ہم کو خیال ہے تو اللہ تعالےٰ کی پکڑ بہت سخت ہے اور وہ نہایت دردناک عذاب دینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ آدمی قتل کیا جائے۔ (طبقات ج۱ ص۲۳)

**ف** : سبحان اللہ، یہ تھا آپ کا حلم و تقویٰ، جو ہم سب کے لئے قابلِ اتباع و اطاعت ہے۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اُس کےلئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے۔ ف: سبحان اللہ، اسمیں کیسی غیرت کی تعلیم ہے۔ (؟)

ایک شخص نے آپ سے کہا، مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا

یہ اس لیئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا، اگر اُس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اُس تک پہنچنے کے لیئے خوفزدہ ہونے کے بجائے امیدوار ہوتے۔

ف: سبحان اللہ، کیسی حکمت و موعظت کی بات ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ مکارم اخلاق دس ہیں: زبان کی سچائی، جنگ کے وقت حملہ کی شدت، سائل کو دینا، حسنِ خلق، احسان کا بدلہ دینا، صلہ رحمی کرنا، پڑوسی کی حفاظت و حمایت کرنا، حق دار کی حق شناسی کرنا، مہمان نوازی کرنا، اور اُن میں سب سے بڑھ کر ہے شرم و حیا کرنا۔

## امیر معاویہؓ کا آپ سے مشورہ کرنا

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اکثر آپ سے اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے تھے اور حکومت کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن سے کہا، ابو محمد! آج تک مجھ سے تین باتوں کے معنی کسی نے نہیں بتائے۔ آپ نے فرمایا، کونسی باتیں؟ حضرت معاویہؓ نے کہا: مروت، کرم اور بہادری۔ آپ نے جواب دیا: مروت کہتے ہیں، انسان کو اپنے مذہب کی اصلاح کرنا اور اُسے بر محل صرف کرنا۔ سلام زیادہ کرنا، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا۔ اور کرم کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا احسان و سلوک کرنا، بر محل کھلانا پلانا۔ بہادری کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا، آڑے وقتوں میں اُسکی حمایت و امداد کرنا، اور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

ف: سبحان اللہ، کیسی عمدہ تشریح فرمائی جو نواسۂ نبی حکمت و رحمت کا حصہ و کرشمہ ہے۔ (مرتب)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں؟ فرمایا: جو سیدنا حضرت سلیمان

بن داؤد علیہما السلام نے بتلائے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا بتائے ہیں؟ فرمایا: اُنھوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ بادشاہ پر مُلک داری کے کیا فرائض ہیں، جس سے اُس کو نقصان نہ پہنچے۔ وہ یہ ہیں: ظاہر و باطن میں اللہ کا خوف کرے، غصہ اور خوشی دونوں میں عدل و انصاف کرے، فقر اور دولت مندی دونوں حالتوں میں میانہ روی قائم رکھے، زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اُس کو بے جا صَرف کرے، جبتک وہ ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اُس وقت تک اُس کو دُنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ (سیر صحابہ ج ۴ ص ۳۱)

**امر بالمعروف میں حضرات حسنینؓ کی حکمت** بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما صحرا کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بوڑھے کو وضو کرتے دیکھا، مگر وہ بوڑھا وضو اچھی طرح نہیں کر رہا تھا۔ ان دونوں حضرات نے باہم مشورہ کیا کہ یہ شخص بوڑھا ہے، ہم لوگ کیسے اُس سے کہیں کہ تم وضو ٹھیک نہیں کر رہے ہو، شاید اسکی وجہ سے ناراض ہو جائے۔ پس حضرات حسنؓ و حسینؓ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہملوگ اُس کے پاس چلیں تا کہ اس سے وضو کرنے کا طریقہ سیکھیں۔ چنانچہ دونوں اُس بوڑھے کے پاس گئے اور کہا کہ اے شیخ! ہماری طرف نظر کیجئے کہ ہم میں سے کون اچھا وضو کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں نے اُس کے سامنے وضو کیا اور وہ شیخ دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب وضو کر چکے تو شیخ نے کہا کہ تم دونوں اچھی طرح وضو کرتے ہو، میں ہی اچھی طرح وضو نہیں کرتا۔ اب میں نے تم دونوں سے وضو کرنا سیکھ لیا۔

ف: سبحان اللہ، اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ کے مطابق امر بالمعروف کا کیا ہی عمدہ طریقہ اختیار فرمایا۔ (رسالہ معرفت حق۔ محرم صفر ۱۳۸۵ھ)

## خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسنؓ کو خاص دعا کی تلقین

بیہقی اور ابن عساکر نے ابو منذر کے طریق سے تخریج کیا ہے کہ ہشام بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سخت تنگی میں مبتلا ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو ایک لاکھ (درہم) سالانہ (حکومت کی طرف سے) عطیہ ملتا تھا۔ ایک سال (کسی وجہ سے) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت حسن کو سخت ضیق وعسرت پیش آگئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ (قلم) دوات منگا یا کہ ان کو خط لکھوں اور ان کو یاد دلاؤں، لیکن میں رک گیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرمارہے ہیں کہ اے حسن! تمھارا کیا حال ہے؟ تو میں نے عرض کیا اے میرے باپ! بخیریت ہوں اور مال کے نہ آنے کی آپ سے شکایت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے دوات اس لئے منگائی تھی کہ اپنے جیسے مخلوق کو اس بات کی یاد دہانی کراؤ؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! پھر آخر میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو،

| | |
|---|---|
| اللّٰھم ما ضعفت عنہ قوتی | اے اللہ! جن باتوں میں میری قوت کمزور ثابت |
| وقصر عنہ عملی ولم تنتہ الیہ | ہوئی اور جن کوششوں میں میرا عمل کوتاہ رہا اور |
| رغبتی ولم تبلغہ مسألتی | جہاں تک نہ میری رغبت پہنچ سکی اور نہ میری درخواست |
| ولم یجر علٰی لسانی مما اعطیت | جا سکی اور جو خواہش میری زبان پر جاری نہیں ہو سکی |
| احداً من الاوّلین والاٰخرین | اس دولت یقین میں سے جسے اے رب العالمین آپ |

من الیقین فخصنی بہ یارب العالمین۔ — اوّلین وآخرین میں سے کسی کو دے چکے ہوں تو مجھے بھی اُس کے ساتھ خاص کر لیجئے!

حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ قسم اللہ کی! مجھ کو اس دعاء کے پڑھتے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ رضؓ نے میرا مقررہ وظیفہ بھیجا۔ تو میں نے کہا:۔

الحمد للہ الذی لا ینسیٰ من ذکرہ ولا یخیب من دعاہ۔ فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال یا حسن کیف انت؟ فقلت بخیر یارسول اللہ وحدثتہ بحدیثی فقال یا بنی ھٰکذا من رجی الخالق ولم یرج الی المخلوق۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۳۱) — تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے کہ جو شخص اُسکو یاد کرتا ہے اُسکو وہ (اپنی رحمت سے) محروم نہیں کرتا، اور جو اُس سے مانگتا ہے وہ خائب نہیں ہوتا۔ تو میں نے خواب میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو ارشاد فرمایا کہ اے حسن! کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بخیر ہوں اور اپنا واقعہ بیان کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے ہی ہر اُس شخص کا حال ہے جو اللہ تعالےٰ سے اپنی امید کو وابستہ کرتا ہے اور مخلوق سے اپنی امید ورجا کو منقطع کرتا ہے۔

**وفات کا واقعہ** جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میرا بستر گھر کے صحن میں لے چلو، اُس کی تعمیل کی گئی۔ تو فرمایا کہ اے اللہ! اپنے نفس کو آپ کی جناب میں پیش کر رہا ہوں، آپ اس کے حالِ زار کے مطابق میرے ساتھ معاملہ نہ فرمایئے، بلکہ اپنی رحمتِ واسعہ کے مطابق معاملہ فرمایئے۔ (طبقات)

**ف:** سبحان اللہ، کس قدر خوفِ آخرت تھا۔ یہ سبطِ سید المرسلین کا حال تھا، تو ہم گناہگاروں کا خوفِ آخرت کیسا ہونا چاہیئے۔ (مرتب)

آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کیے گئے۔

نوّر اللہ مراقدہم۔ (طبقات ج ۱ ص۲۲۳)

# حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

**نام ونسب** حسین نام، والد کا نام حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ والدہ کا نام سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ آپ کی ولادت شعبان ۴ھ سنہ میں ہوئی۔ آپ جوانانِ اہل جنت کے دو سرداروں میں سے ایک اور گلزارِ نبوت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہیں۔

**اخلاق وعادات** آپ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی۔ اربابِ سیر لکھتے ہیں کہ "کَانَ الْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَثِیْرَ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالصَّدَقَۃِ وَاَفْعَالِ الْخَیْرِ جَمِیْعًا" (یعنی حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت حج کرنے والے بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے

**عبادت** بچپن میں آپ کی تعلیم وتربیت خود صاحب شریعت نبی رحمت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی اس لئے اُس کا یہ اثر تھا کہ آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے۔ تمام اربابِ سیر آپ کے کثرتِ صیام پر متفق ہیں۔ حج بھی بکثرت کرتے تھے اور اکثر پاپیادہ حج کو گئے۔

**صدقات وخیرات** مالی اعتبار سے آپ کو اللہ تعالےٰ نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اُسی فیاضی سے آپ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ پر بھرپور عمل کرتے تھے، جس کی تعلیم قرآن وحدیث میں ہے۔

**وقار و سکینہ** سکینت اور وقار آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ کی مجلس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھی۔ لیکن اس وقار و سکینہ کے باوجود تمکنت و خود پسندی مطلق نہ تھی، اور آپ حد درجہ خاکسار و متواضع تھے۔ ادنیٰ ادنیٰ شخص سے بے تکلف ملتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی طرف جا رہے تھے، راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے، حضرت حسین رضؓ کو دیکھ کر انھیں بھی مدعو کیا۔ اُن کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اُتر پڑے اور کھانے میں شرکت کرکے فرمایا کہ تکبّر کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ دوست نہیں رکھتا۔ اور اُن فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمھاری دعوت قبول کی ہے اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ اور اُن کو گھر لے جاکر کھانا کھلایا۔ (سیر صحابہ ص۲۳۲ ج۶)

**ف** : سبحان اللہ کیا ہی عمدہ اخلاق تھے جو آپ نے اپنے نانا جان سے سیکھے تھے۔ (مرتّب)

آپ نے پیدل پچیس حج کئے، جبکہ آپ کی عمدہ اونٹنیاں ساتھ ساتھ رہتی تھیں۔

**ارشادات** آپ فرماتے تھے کہ لوگو، سنو! لوگوں کی حاجات کا تم سے متعلق ہونا اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اسلئے نعمتوں سے ملول نہ ہو، ورنہ یہ نقمت سے بدل جائے گی۔

فرماتے تھے کہ جو جود و بخشش کرتا ہے وہ سردار ہو جاتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے میں جلدی کرے گا تو کل کے دن اپنی اس بھلائی کا اجر پائے گا (طبقات)

سیدنا حضرت حسین ایک روز حرم مکہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے۔ یا اللہ! آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مگر مجھے شکر گزار نہ پایا، میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا۔ مگر اس پر بھی آپ نے نہ اپنی نعمت مجھ سے سلب کی اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا۔ یا اللہ! کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے۔ (دینی دسترخوان ص۸۳ ج۱)

## کربلا میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمائی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ اپنی شہرۂ آفاق

کتاب "المرتضیٰ" میں شہادتِ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کے کچھ واقعات نقل کرنے کے بعد یوں تحریر فرمارہے ہیں:۔

جمعہ کے دن صبح کی نماز حضرت حسین رضؓ نے ادا کی (بعض روایتوں میں ہے کہ سنیچر کا دن تھا) اور یہ عاشورہ کا دن تھا۔ آپ کے ساتھیوں میں بتیس[۳۲] سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ حضرت حسین رضؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قرآن کریم اپنے سامنے رکھا۔ اور آپ کے صاحبزادے علی بن حسین ؓ (زین العابدین) جو بیمار اور کمزور تھے، وہ بھی جنگ لڑنے کے لئے تیار تھے، حضرت حسین رضؓ لوگوں کو یاد دلانے لگے کہ وہ کون ہیں، کس کے نواسے اور کس کے بیٹے ہیں، اور اُن کی کیا حیثیت اور مقام ہے؟ وہ فرماتے تھے کہ لوگو! اپنے دلوں کو ٹٹولو، اور اپنے ضمیر سے پوچھو، کیا مجھ جیسے شخص سے جنگ کرنا، جبکہ میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ ہوں درست ہے؟ حُر بن یزید الریاحی آپ سے آکر مل گئے اور اپنے گھوڑے پر یزیدی فوج کے سامنے آگئے اور جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

اِس اثناء میں شمر کھڑا ہوا اور آگے بڑھا اور حضرت حسین رضؓ کے رفقاء پر حملے کرنا شروع کیا۔ اور آپ کے ساتھی تنہا یا دو دو آپ کے سامنے جنگ کرتے رہے اور آپ اُن کے لئے دعا کرتے رہے۔ آپ فرماتے جزاکم اللہ احسن جزاء المتقین۔ وہ لوگ آپ کے سامنے جنگ کرکے ختم ہوگئے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزندوں اور حضرت حسین ؓ کے

بھائیوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہوگئے۔

شمر ذی الجوشن نے آواز دی کہ اب (حضرت) حسینؓ کا کام تمام کرنے میں کیا انتظار ہے؟ چنانچہ آپ کی طرف زرعہ بن شریک التیمی بڑھا اور آپ کے شانۂ مبارک پر وار کیا، پھر سنان بن انس بن عمرو النخعی نے نیزہ چلایا اور گھوڑے سے اُتر کر سر مبارک تن سے جدا کر دیا اور اس کو خولی کی طرف پھینکا ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اُن کے جسم اطہر کو دیکھا تو اُس پر ۳۳ نشان نیزوں کے اور ۳۴ نشانات دوسری ضربوں کے آئے [۴]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ۷۲ آدمی شہید ہوئے۔ اور محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ آپ کے ساتھ سترہ[۱۷] افراد شہید ہوئے، وہ سب حضرت سیدہ فاطمہؓ کی اولاد سے تھے[۵]۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[۴] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۸۸ جلد ۸ عبرت کا مقام یہ ہے کہ جس جس شخص کا حضرت حسینؓ سے صف آرا ہونے اور اُنکو شہید کرنے میں حصہ تھا وہ سب اُنکے بعد کیفر کردار کو پہنچے۔ مختار نے (باوجود اپنی مشہور گمراہیوں اور بے راہ رویوں کے) قاتلانِ حسین کا پیچھا کیا اور اُن لوگوں کو جن کا اس سلسلہ میں ہاتھ رنگین تھا سب کو موت کے گھاٹ اتارا۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُوْ انْتِقَام۔

ڈاکٹر جمیل عبداللہ مصری لکھتے ہیں:۔

"شمر بن ذی الجوشن اپنے باپ ذی الجوشن کی طرح (میکا فیلی) قسم کی فطرت رکھتا تھا، جو اپنی مطلب براری کے لئے جو بھی وسیلہ ہو اسکو اختیار کر سکتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سخت دلی اور کینہ پروری میں وہ مشہور تھا۔" (اثر اہل الکتاب فی الفتن والحروب الاہلیہ فی القرن الاول الہجری صفحہ ۴۹)

[۵] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۸۹ جلد ۸ (مختصراً)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جس روز شہید ہوئے وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن محرم کا مہینہ سنہ ۶۱ھ تھا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَنَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُمْ ۔

## آپ کی شہادت پر کبار اُمت کے تأثرات

آپ کی مظلومانہ شہادت پر اکابر اُمت نے انتہائی قلق و اضطراب کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل رحؒ، حافظ ابن تیمیہؒ، امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحؒ محدث جلیل عبدالحق دہلوی رحؒ وغیرہم۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحؒ نے "المرتضیٰ" میں ان حضرات کی عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ مگر ہم ان میں سے علامہ ابن تیمیہؒ اور عالم ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحؒ کی عبارت کو نقل کرتے ہیں:۔

امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:۔

"جس نے بھی حسین رضؓ کو شہید کیا، اُن کے قتل میں مدد کی یا اُن سے راضی ہوا اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اُنکے عذاب کو دور کریگا اور نہ اُس کا عوض قبول کرے گا۔" (فتاویٰ ابن تیمیہؒ ص ۴۸۷ ج ۴)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے ذریعہ عزت بخشی، اور اُن کو جن لوگوں نے شہید کیا اور اسمیں مدد کی یا اُس عمل پر راضی ہوئے انکو رسوا کیا سیدنا حسین رضؓ اپنے بیش رو شہدائے اسلام کا نمونہ تھے۔ کیونکہ وہ اور انکے بھائی دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور اُن دونوں کی تربیت اسلام کے عین عروج کے زمانہ میں ہوئی، اُن دونوں کو ہجرت، اللہ کے دین کی راہ میں اذیت اور اس پر صبر کا وہ حصہ نہیں ملا تھا جو اُن کے خانوادہ عالی کے دوسرے افراد کو مل چکا تھا

اللہ تعالےٰ نے شہادت سے سرفراز کر کے اُن دونوں کی عزت و توقیر کو یہاں تک پہنچادیا، اُن کے درجات بلند کئے۔ اُن کی شہادت ایک انتہائی دردناک حادثہ ہے اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے مصیبت کے موقع پر " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (بقرہ ۱۵۵-۱۵۷)

اور صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سُنادو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھے رستے پر ہیں (المرتضیٰ ص۲۷۴)

لعن یزید کے جواز و عدم جواز کے سلسلہ میں دونوں مسالک پر بحث کرنے کے بعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

"پس جوازِ لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے۔ اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سُنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے۔ اور جو وہ محل نہیں ہے تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں"۔ (المرتضیٰ ص۳۷۵)

اب ہم علامہ ابن تیمیہؒ کی دوسری عبارت " واقعہ کربلا " مولفہ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی سے نقل کرتے ہیں:۔

**نوشتۂ تقدیر کا راز**

اِس تقدیر کا راز اور اسکی حکمت کیا ہو سکتی ہے جو ایک الم انگیز واقعہ کے لئے راہ بناتی آرہی ہے؟ سوال کافی سخت ہے

مگر امام ابن تیمیہؒ کے یہاں اس کا ایک جواب ملتا ہے، جو ہے تو قیاس و گمان ہی کی بات مگر امام موصوف نے بڑے اعتماد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"حسینؓ کا قتل بلاشبہہ مظلومانہ قتل ہے جو اُن کے حق میں شہادت، علوِّ منزلت اور رفع درجت ہے اور (راز اس کا یہ ہے کہ) اُن کے اور اُن کے بھائی کیلئے اللہ کے یہاں سعادت اور نیک بختی کا وہ بلند مرتبہ طے ہو چکا تھا جس کیلئے کسی نہ کسی طرح بلا اور مصیبت سے گزرنا لازم ہے۔ مگر اُن دونوں کو اپنے دوسرے اہل بیت کی طرح سے اس کے مواقع اِس لئے حاصل نہ ہو سکے تھے کہ ان کی زندگی اسلام اور عزت و عافیت کی گود ہی میں بسر ہوئی تھی۔ پس ایک بھائی کی وفات زہر خورانی سے ہوئی اور دوسرے کی قتل سے تاکہ اِس مصیبت کے صلہ میں شہداء کا عیش اور سعداء کی منزلت پا سکیں"۔ (منہاج السنۃ صفحہ ۲۳۱ ج ۲)

گویا حضرت حسینؓ کا کچھ نہ سمجھ میں آنے والا سفر ہو یا ابن زیاد کا اس سے بھی زیادہ ناقابل فہم رویہ۔ دونوں تقدیرِ الٰہی کے ایک منصوبے کا کرشمہ تھے جو پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ (واقعۂ کربلا صفحہ ۲۲۸ مؤلفہ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی)

# حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

**نام و نسب:** زید نام، ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمٰن کنیت، مقری، کاتب الوحی حبرالامت القاب، والد کا نام ثابت بن ضحاک ہے۔

**ولادت:** یوم بعاث میں آپ چھ سال کے تھے۔ یہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کی جنگ ہے۔

**فضل و کمال:** قرآن مجید جو اسلام کا اصل و رکن ہے اس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا وہ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک قرآن مجید، ہڈی، کھال، کھجور کی شاخ اور مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بہت سے بزرگ تھے جن کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہو گیا تھا، وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی اُنہی حفّاظ میں تھے۔

**اخلاق و عادات:** بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اصلی مکارم اخلاق کی تتمیم و تکمیل ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخلاق جن محاسن و فضائل کا مجموعہ تھا اُس کے نمایاں اجزاء، حب رسولؐ، اتباع سُنّت، امر بالمعروف، نصح اُمراء، حمیت مِلّی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر حضرت زیدؓ دربارِ نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ صبح کو بستر خواب سے اُٹھ کر سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتے۔ بعض وقت اتنا سویرا ہوتا کہ سحری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے۔ آپؐ اُن کو اپنے حجرہ شریفہ میں بُلا لیتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ جاتے

تھے، آپؐ غایتِ بے تکلفی کی بنا پر اُن کی ران پر اپنا زانوئے مبارک رکھ دیتے۔

امراء کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت کی تبلیغ سے غافل نہ رہتے تھے۔ مروان بن حکم اُموی مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتا تھا، حضرت زیدؓ نے فرمایا، ایسا کیوں کرتے ہو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ و تابعین رحمہم اللہ سے بھی اگر ناواقفیت کی بنا پر خلاف سنّت کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو حضرت زیدؓ اُن کو تنبیہ فرماتے تھے۔ (سیر صحابہؓ ج ۳ ص ۳۵۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رکاب کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک موقع پر پکڑ لیا تو حضرت زیدؓ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمّ رسول کے صاحبزادے آپ اِس کو چھوڑ کر علٰحدہ ہو جائیے۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم اپنے علماء و کبراء کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ (طبقات)

حضرت امام غزالی رحؒ نے "احیاء العلوم" میں قدرے زیادتی کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے اُس کا ترجمہ ہم درج کرتے ہیں، وہ یہ ہے:۔

حضرت شعبی رحؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے ایک مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھی، اُس کے بعد اُن کا خچر پیش کیا گیا کہ وہ سوار ہو جائیں، اِتنے میں حضرت ابن عباسؓ تشریف لے آئے اور آپ کی رکاب کو پکڑ لیا، تو حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ اے عمّ رسولؐ کے صاحبزادے آپ اِس کو چھوڑ دیجئے (اِس لئے کہ یہ مجھے بے ادبی معلوم ہوتی ہے) تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء و کبراء کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسکے بعد حضرت زیدؓ نے

حضرت ابن عباس رضؓ کے دست مبارک کو چوم لیا اور فرمایا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنے کے مامور ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۵۴)

**ف :** خانوادۂ نبوت کے چشم وچراغ کی ذرا عالی ظرفی ملاحظہ فرمائیں، کہ عالم دین، صحابی رسولؐ حضرت زید بن ثابتؓ کی سواری کے رکاب کو غایتِ ادب واحترام کی بنار پر پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ پھر حضرت زیدؓ کی حق شناسی بھی قابلِ دید ہے کہ اُنکے دست مبارک کو چوم لیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم اہلِ بیتِ نبیؐ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنے کے مامور ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ ہر صحابی کو دوسرے کے کمالات مستحضر تھے جسکی وجہ سے اُن کو ہر ایک کے ساتھ ادب اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کا پاس و لحاظ رہتا تھا۔ پس جس طرح اُن حضرات کو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا خیال رہتا تھا جس کی وجہ سے ذکر و تلاوت، نماز و روزہ کا شیوع وچرچا تھا ویسے ہی باہم محبت ومودت کا چمن بھی سبز و شاداب تھا۔

مگر افسوس کہ اب نہ حقوق اللہ والرسول کی ادائیگی کی فکر ہے اور نہ حقوق الاصدقا والاحباب کا پاس و لحاظ ہے۔ غیروں کے ساتھ تو کیا اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک ناپید ہوتا جارہا ہے۔ بلکہ اکثر یہ دیکھا جارہا ہے کہ اپنے موہوم تقدس وشرف کی بنار پر اپنے بھائیوں سے اپنے حقوق کو سو فیصد منوانے کی فکر دامنگیر ہے مگر دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا ذرا پاس و لحاظ باقی نہیں۔ اِسلئے ہمارے مراکزِ دینیہ میں بھی سکون واطمینان کی فضا باقی نہ رہی۔ العیاذ باللہ تعالےٰ۔

اگر آج ہم صحابۂ کرام رضؓ کے اُسوہ کو لائحۂ عمل بنالیں اور ہر شعبۂ حیات میں

اُن کی اقتدار کریں تو آج کشت زارِ الفت و محبت میں بہار آجائے اور یہ جلتا ہوا عالم بردوسلام کا مصداق ہو جائے اور طمانینت کی لہر دوڑ جائے۔

موقع کے مناسب جی چاہتا ہے کہ مرشد الاُمت حضرت مولانا محمد احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہ کے اشعار درج کروں ؎

رحمت کا اَبر بَن کے جہاں بھر میں چھائیے ۔۔۔ عالم یہ جَل رہا ہے برس کر بُجھائیے

خُلقِ نبیؐ کا اب تو نمونہ دِکھائیے ۔۔۔ اَغیار کو بھی اپنے گلے سے لگائیے

(مرتب)

حضرت زیدؓ کاتب وحی تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع قرآن کا اَمر فرمایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

ارحم اُمّتی ابوبکرؓ واشدھا فی دین اللہ عزوجل عمرؓ واصدقھا حیاء عثمانؓ واعلمھا بالفرائض زید بن ثابتؓ۔

میری اُمت میں سب سے رحیم ابو بکر ہیں اور اللہ عزوجل کے دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور از روئے حیا کے سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں اور فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں

حضرت عمار ابن ابی عمار فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ کی وفات کے بعد ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس قصر کے سایہ میں بیٹھے تھے تو فرمایا کہ ایسے ہی علم رخصت ہوگا۔ آج کے دن علم کثیر رخصت ہوگیا۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ نماز کے لئے نکلے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ نماز پڑھ کر واپس آرہے ہیں، پھر گھر میں داخل ہوگئے تو اُن سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ مخلوق سے شرم و حیا کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ

جو مخلوق سے شرم نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرم نہیں کرتا۔

**ف:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے کہ مسجد سے کچھ لوگوں کو آتے دیکھا تو چھپنے لگے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ منافق تھے جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر مسجد سے نکالا ہے۔ (مرتب)

**وفات** آپ کی وفات مدینہ میں واقدی کے قول کے مطابق ۴۵ سنہ ھ میں ہوئی۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۰۱)

---

## حضرت سیدنا شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابویعلیٰ ہے۔ آپ کثیر العبادت والریاضت تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ بستر پر لیٹتے تو کروٹ بدلتے رہتے اور نیند نہ آتی تھی، تو فرماتے کہ یا اللہ! نارِ جہنم نے میری نیند اُڑا دی۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔

فضلاء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں علوم و فنون کے مرجع تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ عالم ہوتے ہیں لیکن غیظ و غضب سے مغلوب ہوتے ہیں، اور بعض لوگ حلیم و بردبار ہوتے ہیں لیکن علوم و فنون سے عاری ہوتے ہیں۔

**ف:** بہت ہی تجربہ بلکہ مشاہدہ کی بات ارشاد فرمائی۔ چنانچہ ہم خود ہی دیکھ لیں کہ بہت سے ایسے عالم ہیں جو مغلوب الغضب ہیں۔ حالانکہ یہ تزکیۂ نفس کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ تزکیۂ نفس کے معنی یہ ہیں کہ قوت غضبیہ و قوت شہویہ کو شریعت کا تابع بنایا جائے۔ مگر افسوس کہ بہت سے عالم جو

درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے ہیں اور بکثرت حج و عمرہ کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، ذکر و تلاوت وغیرہ کے بھی پابند ہیں، مگر پھر بھی اُن میں جذبۂ غضب و کبر میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس بہت سے عامی ایسے ہیں جو علوم و فنون سے بہرہ ور نہیں، مگر کبر و غرور اور غیظ و غضب سے نکل کر عاجزی و فروتنی اور حلم و بردباری اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ درحقیقت عامی نہیں بلکہ عالم ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ "علم کے لئے یہ کافی ہے کہ اللہ سے ڈرے اور جہل کی خاص علامت یہ ہے کہ اپنے علم پر نازاں ہو۔" (مرتب)

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن چند لوگوں میں سے تھے جو علم و حلم کے مجمع البحرین تھے۔ آپ نہایت حلیم اور کم سخن تھے، تاہم جب گفتگو کرتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان دونوں خصلتوں کی وجہ سے ہم سے بڑھ گئے۔

**ف:** سبحان اللہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت شدادؓ کی جن دو خصلتوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے وہ یقیناً حق و صواب ہے۔ پہلی فضیلت اُن کے وفورِ علم اور دوسری فضیلت اُنکے کمالِ خلق (یعنی حلم) پر دال ہے جو ایک قلبِ مومن کیلئے زینت اور اُسکے سینہ کیلئے شرح کا نشان ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ" کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کیا ہم نے آپ کے سینہ کو علم و حلم سے کھول نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ علم و حلم کی صفت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالےٰ جسے یہ عنایت فرماتے ہیں اسے شرح صدر کی دولت سے نوازتے ہیں۔ (مرتب)

**ارشادات** ایک مرتبہ آپ رونے لگے، لوگوں نے وجہ دریافت کی ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے خواہشِ نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ کی اُمت

مشرک ہوجائے گی؟ فرمایا، ہاں! لیکن اِس طرح کہ سورج، چاند، بت اور پتھر کو نہیں پوجے گی، البتہ ریا اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہوگا۔ صبح کو آدمی روزہ دار اُٹھے گا لیکن جب خواہش تقاضا کریگی تو روزہ کو بے خوف وخطر توڑ دے گا۔

ایک مرتبہ آپ رونے لگے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے اپنی اُمّت کے خواہشِ نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا کہ اِس اُمّت کیلئے سب سے زیادہ خوفناک چیز ریا اور پوشیدہ شہوت ہے۔

**ف:** افسوس صد افسوس کہ ہمارا یہ دور اس کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

**وفات:** آپ کی وفات فلسطین میں ۵۸ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۷۰۹)

---

## حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو یوسف ہے۔ آپ کا نام حصین تھا۔ جب اسلام قبول کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ نام رکھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے والوں میں مَیں بھی تھا۔ جب آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

اور آپ کو یہ فرماتے سُنا۔ اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ (اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات میں نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، جب یہ سب کرو گے تو جنّت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

**فضل و کمال** تورات، انجیل، قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا سینہ منور تھا۔ تورات پر جو عبور تھا اُس کے متعلق علامہ ذہبی رح "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ عَالِمَ اَهْلِ الْكِتَابِ وَ فَاضِلَهُمْ فِیْ زَمَانِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ۔ (عبداللہ بن سلام رض مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (سیر الصحابہ ج ۳ صفحہ ۲۴۳)

صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں تو دنیا سے جا رہا ہوں، لیکن میرے ساتھ علم نہیں جا رہا ہے۔ جو شخص اُس کی جستجو کرے گا اُسے پا لے گا۔ اُس کے بعد چار شخصوں کے نام گنا لئے کہ ان سے علم حاصل کر سکتے ہو، جن میں ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ بڑے منکسر المزاج تھے۔ مسجد نبوی میں ایک دن نماز کے لئے آئے، لوگوں نے کہا کہ یہ جنّتی شخص ہیں۔ فرمایا کہ جس بات کو آدمی جانتا نہ ہو اُس کو زبان سے نکالنا نہ چاہیئے۔ اُس کے بعد اپنے اُس خواب کا ذکر کیا جسکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے۔

اِس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا نہایت مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے اللہ تعالیٰ نے مستغنی کر دیا ہے۔ فرمایا، یہ ٹھیک ہے، لیکن میں اِس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔ (سیر الصحابہؓ ج ۳ ص ۲۳۵)

**ف** : سُبحان اللہ، کبر و غرور دور کرنے کی کتنی فکر تھی جواب نایاب ہے اسی بنا پر فساد ہی فساد عیاں ہے، خواص میں بھی عوام میں بھی، گھروں میں بھی بازاروں میں بھی۔ بلکہ مدرسوں اور خانقاہوں میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو اس خصلتِ بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین! (مرتب)

**وفات** آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۴۳ سنہ ھ میں ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱)

---

## حضرت سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** سعد نام، ابو سعید کنیت، خاندان خُدرہ سے ہیں۔ والد کا نام مالک، والدہ کا نام انیسہ تھا۔

**اخلاق و عادات** نہایت حق گو تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق گوئی کی تاکید کرتے ہوئے سُنا تھا لیکن کاش نہ سُنا ہوتا۔ ایک مرتبہ اس حدیث کا جس میں حق گوئی کی تاکید تھی ذکر چھیڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سُنی تھی لیکن عمل بالکل نہ ہو سکا۔

**ف** : یہ تھا عمل نہ کرنے کا احساس ایک صحابیٔ رسول کا، جس کا احساس ہم سب

سے زیادہ ہی ہونا چاہیے، اِس لیے کہ اپنے اندر تو کوتاہی ہی کوتاہی نظر آتی ہے۔ (ترتو)

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا۔ ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا، پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے کہ آپ کے بھائی نے آکر اُسی پاؤں پر ہاتھ مارا، جس سے درد بڑھ گیا۔ اُنھوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا، تم نے مجھے تکلیف پہنچائی، جانتے تھے کہ درد ہے۔ جواب ملا ہاں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لیٹنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ (سیر صحابہؓ ص۱۹۲ ج ۳)

آپ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے صبح اس حال میں کی کہ میرے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ میری بیوی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور سوال کرو، تو آپؐ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرمائیں گے، اس لئے کہ فلاں فلاں آدمی گئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو محروم واپس نہ فرمایا۔ تو میں نے کہا کہ جبتک میرے پاس کچھ بھی موجود رہے گا میں آپؐ سے بھی سوال نہ کروں گا۔ چنانچہ میں نے کسبِ مال کے لئے جدوجہد کی، مگر کچھ بھی وصول نہ ہوا۔ تو خدمتِ اقدس میں سوال کی نیت سے حاضر ہوا، اُس وقت آپؐ خطبہ دے رہے تھے۔ تو میں نے آپؐ کا یہ ارشاد عالی سُنا۔ "مَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ" (یعنی جو استغناء اختیار کرے گا تو اُس کو اللہ تعالیٰ غنی کردیں گے اور جو عفت کا طالب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُس کو عفیف بنادیں گے۔) اس ارشاد کے سننے کے بعد میں نے کسی سے بھی سوال نہ کیا۔ پس اللہ تعالےٰ نے مجھے اتنا دیا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ انصار کا کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مالدار ہو۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۹۱)

**ف** : یہ تھا داعیہ و جذبۂ عمل جس کی وجہ سے صحابۂ کرام ؓ دینی و دُنیوی کامرانیوں سے ہمکنار ہوئے۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اندر یہ جذبۂ عمل مفقود ہے جسکی بناء پر ہم خَسِرَ الدُّنیا والآخرۃ کے مصداق ہیں۔ (مرتّب)

**وفات** ۴۷ھ سنہ میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ بقیع میں دفن کئے گئے۔ عمر کا تخمینہ ۷۴ سال کیا ہے۔ لیکن علّامہ ذہبی رح نے لکھا ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۶ برس تھی اور یہی صحیح ہے۔ (سیر صحابہ ج ۳ صـ ۱۸۹)

## حضرت سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

**نام، نسب و اسلام** عکرمہ نام، باپ کا نام ابو جہل بن ہشام ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور دشمنِ اسلام ابو جہل کے ساتھ اسلام کے خلاف تمام تحریکوں میں شریک رہا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب دشمنانِ اسلام کی قوتیں ٹوٹ گئیں تو اُس وقت حضرت عکرمہ مکّہ چھوڑ کر یمن کی جانب چل پڑے۔ اُن کی بیوی دولتِ اسلام سے مشرف ہو چکی تھیں، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شوہر کے جان کی امان لے کر اُن کی تلاش میں نکلیں۔ اِدھر راستہ میں جب عکرمہ نے کشتی پار کرانے کے لئے لات وعزّیٰ کو پکارا، تو اُن کے ساتھیوں نے کہا کہ یہاں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیئے۔ یہ بات عکرمہ کے دل پر اثر کر گئی جس کی وجہ سے وہ راستہ سے لوٹ آئے اور راستہ ہی میں اُن کی ملاقات بیوی سے ہوئی، اُنھوں نے امان کی خبر سنائی۔ اُسی وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوکر کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا اور دعاءِ مغفرت کی درخواست کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعاءِ مغفرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وغیرہ کی تعلیم فرمائی۔ (سیر صحابہ صفحہ ۱۶۷/۴)

**ف**: یہ حقیر کہتا ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اُس ذاتِ پاک نے اتنے معاصی وخطاؤں کے بعد اتنی مہلت وحیات عطا فرمائی کہ توبہ واستغفار کرکے طاعات پر عمل پیرا ہوکر مافات کی تلافی اور قلب کی پاکی حاصل کرسکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔ (مرتب)

## قبولِ اسلام کے بعد

قبولِ اسلام کے بعد آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ جتنی قوت مَیں اللہ کی مخالفت میں صَرف کرچکا ہوں اُس سے دوگنی اللہ کی راہ میں صرف کروں گا۔ اور اِس عہد کو اُنھوں نے فتنۂ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیوں میں پورا کیا۔ اور اُن کے مصارف کے لئے ایک حبہ بھی بیت المال سے نہ لیا۔ جب شام پر فوج کشی کے انتظامات ہونے لگے اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معائنہ کرنے کیلئے تشریف لائے، تو معائنہ کرتے ہوئے ایک خیمہ کے پاس پہنچے۔ اُس کے چاروں طرف گھوڑے، نیزے اور سامانِ جنگ نظر آئے۔ قریب جاکر دیکھا تو خیمہ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور اخراجاتِ جنگ کے لئے کچھ رقم دینی چاہی۔ حضرت عکرمہؓ نے اُس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ کو اِس کی کوئی حاجت نہیں، میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہیں۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے اُن کیلئے دعائے خیر فرمائی۔ (سیر صحابہ صفحہ ۱۶۲/۴)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب اپنی قسم کو مؤکد کرنا چاہتے تو اس طرح فرماتے "قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے معرکۂ بدر کے دن قتل ہونے سے محفوظ رکھا" (یعنی اگر میں بدر میں قتل ہو جاتا تو پھر اسلام کی دولت کیسے نصیب ہوتی۔)

آپ کا یہ حال تھا کہ قرآن پاک کو اپنے چہرہ پر رکھ کر فرماتے "کِتَابُ رَبِّی کتابُ رَبِّی" (یہ میرے رب کی کتاب ہے، یہ میرے رب کی کتاب ہے)۔

**وفات** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سنہ ۱۳ھ میں شہید ہوئے۔ جبکہ آپ کے جسم مبارک پر تیر و نیزہ وغیرہ کے ستر سے زیادہ زخم لگے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ صفحہ ۳۰۷)

## حضرت سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** عدی نام، ابوامامہ کنیت، والد کا نام عجلان تھا۔ (سیر صحابہ ج ۴ ص ۲۵۳)

**فضل و کمال** فضل و کمال میں امتیازی پایہ رکھتے تھے۔ حدیث کی تبلیغ و اشاعت آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ جہاں دو چار آدمی ایک جگہ مل جاتے اُن کے کانوں تک احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دیتے۔ لوگوں سے کہتے کہ ہماری یہ مجلسیں تم لوگوں کیلئے خدائی تبلیغ گاہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو احکام ہمارے لئے بھیجے گئے اُن کو آپ نے ہم تک پہنچایا۔ اب تم لوگ ہم سے جو اچھی باتیں سنو اُنکی تبلیغ کرو

اور دوسروں تک پہنچاؤ۔

اِس مشغلہ کی وجہ سے تشنگانِ علم اکثر اُس سرچشمۂ فیض کے گرد جمع رہتے اور شائقینِ حدیث اُن سے حدیثیں سُنتے۔ حمص کی مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں مکحول اور ابن ابی زکریا بیٹھے ہوئے تھے۔ مکحول نے کہا، کیا اچھا ہوتا اگر ہم لوگ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلتے اور اُن کا حق ادا کرتے اور اُن سے حدیثیں سُنتے۔ اِس تجویز پر ہم لوگ اُٹھ کر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ سلام وجواب کے بعد اُنھوں نے کہا، تمھارا آنا تمھارے لئے رحمت اور تم پر حجت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس اُمّت کیلئے جھوٹ اور عصبیت سے زیادہ کسی چیز کے لئے خوف کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اِس لئے خبردار! جھوٹ اور عصبیت سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ حکم دیا تھا کہ آپؐ کا یہ فرمان تم لوگوں کے کانوں تک پہنچا دیا جائے۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ اب اِسے دوسروں کے کانوں تک پہنچانا تمھارا فرض ہے۔

(سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۵۵)

ف: سُبحان اللہ، کتنا اہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے صحیح بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس بات کا خوف تھا وہ آج عام ہے۔ عصبیت جاہلی ہی نہیں بلکہ مشائخ کے سلسلوں اور جماعتوں میں بھی شائع ہو رہی ہے۔ ایکدوسرے کی حق بات کو تسلیم کرنے میں بھی عار واستکبار برتا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ اس لئے عیاں راچہ بیاں۔ (مرتب)

آپ کی ایک باندی بیان کرتی ہیں کہ ابوامامہ صدقہ کرنے کو بہت پسند

فرماتے تھے اور اُس کے لئے دینار، درہم اور پیسے جمع رکھتے تھے۔ پیاز وغیرہ تک خود استعمال نہ فرماتے تھے، کوئی سائل آتا تو جو کچھ تیار رہتا اُس کو دے دیتے، یہاں تک کہ جب کچھ نہ ہوتا تو اُس کے ہاتھ پر پیاز ہی رکھ دیتے تھے مگر خالی ہاتھ واپس نہ فرماتے تھے)۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا قصّہ خود بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ہم لوگوں نے اِس حال میں صبح کی کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، اور ابو امامہؓ کے پاس سوائے تین دینار کے کچھ نہ تھا۔ اِتنے میں ایک سائل آیا تو اُس کو ایک دینار دے دیا، پھر دوسرا آیا اُس کو بھی ایک دینار عطا فرمایا۔ پھر ایک اور سائل آ گیا تو بقیہ ایک دینار بھی اُس کو نذر فرما دیا۔ باندی کہتی ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے غصّہ آیا اور کہا کہ ہمارے لئے اب کچھ باقی نہ رہا۔ تو وہ اپنے بستر پر چت لیٹ گئے اور میں نے دروازہ بند کر دیا، یہاں تک کہ مؤذّن نے ظہر کی اذان کہی۔ میں آئی اور اُن کو جگایا تو روزے کی حالت میں مسجد گئے۔ مجھ کو اُن پر رحم آیا۔ لہٰذا میں نے قرض لے کر چراغ بتّی درست کی اور رات کے کھانے کا انتظام کیا پھر دسترخوان ٹھیک کر کے اُن کی خدمت میں گئی تاکہ اُن کو لواتی آؤں۔ پس جب میں نے اُن کا تکیہ اُٹھایا تو دیکھا کہ سونا رکھا ہوا ہے۔ تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اچھا اِسی سونے پر اعتماد کر کے یہ جود وسخا کیا ہے۔ باندی بیان کرتی ہیں کہ میں نے اُس کو گِنا تو تین سو دینار تھے۔ پھر میں نے اُس کو وہیں رہنے دیا کہ واپسی پر دیکھا جائے گا۔

چنانچہ اُس باندی کا بیان ہے کہ حضرت ابو امامہؓ جب گھر میں داخل ہوئے تو تیار کردہ چیزوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور میرے سامنے تبسّم

فرمایا اور کہا کہ یہ اِس کے علاوہ سے بہتر ہے. پھر بیٹھ گئے اور کھانا تناول فرمایا، تو میں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ تمھاری مغفرت فرمائے، جو کچھ آپ نے کمایا تھا، کمایا تھا، پھر اُس کو ایسی جگہ کیوں رکھ دیا جہاں سے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ تو اُنھوں نے فرمایا کہ کس چیز کے متعلق آخر تم کہہ رہی ہو؟ تو کہا کہ وہی دینار (اشرفیاں) جن کو آپ نے (تکیہ کے نیچے) جمع کر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر تکیہ اُٹھادیا۔ تو اُس کو دیکھ کر گھبرا گئے اور فرمایا کہ تجھے ہلاکت ہو، یہ کیا چیز ہے میں نے کہا کہ مجھے اِس کا بالکل علم نہیں ہے، مگر میں نے اِس کو ایسا ہی رکھا ہوا پایا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ باندی کا بیان ہے کہ اِس سے اُن کی گھبراہٹ مزید ہو گئی ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص۲۳۵)

**ف:** صاحبِ معجزات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی صحابی سے اِس قسم کی کرامت کا ظہور بھلا کیا محلِ تعجب ہے، جبکہ اُن کے بعد کے حضرات وارثین اولیاء اللہ سے ایسی کرامات کا بکثرت ظہور ہو چکا ہے ۔ (مرتب)

**وفات:** جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے. پھر شام میں اقامت اختیار کرلی اور یہیں عبدالملک اموی کے عہد ۸۶ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو چھ (۱۰۶) برس تھی۔ رضی اللہ عنہ

(سیر صحابہ ج ۴ ص۲۵۵)

# حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** معاویہ نام، والد کا نام ابوسفیان رضی اللہ تعالےٰ عنہما تھا۔ والدہ کا نام ہندہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملجاتا ہے۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۴۵)

## فضل وکمال

آپ کاتب وحی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین میں سے تھے حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہِ رمضان میں سحری کے وقت یہ کہتے سُنا کہ غذائے مبارک کی طرف آتے جاؤ۔ پھر میں نے سُنا کہ آپؐ فرمارہے تھے: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ (یعنی اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھلایئے اور اُنھیں عذاب سے محفوظ رکھیے۔) (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص۱۲۴)

عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ حضرت معاویہؓ کے لئے دعا فرمارہے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ (یعنی اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا دیجئے اور اُن کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیجئے۔) (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص۱۲۶)

یونس بن میسرہ نے کہا کہ میں نے دمشق کے منبر پر حضرت معاویہؓ کو یہ کہتے سنا کہ لوگو! صدقہ کرو، اور کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں بہت کم آمدنی والا ہوں اس لئے کہ غریب آدمی کا صدقہ غنی کے صدقہ سے افضل ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۱۵۱)

یوسف بن عبدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت معاویہؓ

لرزہ میں مبتلا ہو گئے تو اُن پر ہلکے ہلکے لحاف ڈالے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن لحافوں سے آپ کو تکلیف ہونے لگی، تو جب وہ اُٹھالئے گئے تو فرمایا کہ اِن کو پھر اُڑھاؤ۔ پھر فرمایا کہ اِس دار (دُنیا) کا اللہ بُرا کرے کہ اِس میں بیس سال امیر ہو کر رہا اور بیس سال خلیفہ بن کر رہا۔ اور میں اِس حال تک پہنچ گیا ہوں جس کا میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء ص۱۵۸) ف: سبحان اللہ اپنے عجز کا کیسا استحضار تھا۔ (مرتب)

حضرت معاویہ رض فرماتے تھے کہ "اَنَا اَوَّلُ الْمُلُوْكِ" (یعنی میں پہلا بادشاہ ہوں۔) میں (علامہ ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ ہاں یہ بات صحیح ہے۔ اس لئے کہ حضرت سفینہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، پھر اُس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔ پس خلافتِ نبوّت تو تیس سال کے بعد ختم ہو گئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی ہو گئے۔ پس حضرت رض نے تجمل اور شان وشوکت میں مبالغہ فرمایا۔ اور کم بادشاہ ایسے ہوئے ہیں جو اُن کے رُتبہ تک پہنچے ہوں۔

حضرت طاؤس حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رض کی موت کا وقت قریب ہوا تو فرمایا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہِ صفا پر تھا کہ میں نے کنگھا منگایا اور آپ کے موئے مبارک کو لیا اور وہ اِس اِس جگہ کا تھا۔ پس جب مَیں مر جاؤں تو اُس بال کو میرے مُنہ اور ناک میں رکھ دینا۔ (ص۱۵۸)

حضرت معاویہ رض نے وصیت فرمائی اور فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتا تھا، تو آپؐ نے اپنی قمیص اُتار کر مجھے پہنادی۔ میں نے اُس کو رکھ چھوڑا ہے۔ اور آپؐ کے ناخن کے تراشے کو جمع کر رکھا ہے۔ لہٰذا جب

میں مرجاؤں تو مجھے وہ قمیص پہنا دینا اور ناخن کے تراشے کو میری آنکھ میں ڈالدینا مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (صنا۱۶)

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ سے حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ جس شخص کو مسلمانوں کا والی بنائے، اگر وہ ؟ ی کی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ بھی اُس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دیگا۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اِس کا یہ اثر ہوا کہ اُنھوں نے عام لوگوں کی حاجت روائی کے لئے ایک مستقل آدمی مقرر کردیا۔ (سیر صحابہ ج ۴ صلا۱۴)

**ضبط و تحمل** ایک مرتبہ ایک شخص نے اُن سے بڑی بدکلامی کی۔ کسی نے کہا، آپ اِس کو سزا کیوں نہیں دیتے۔ جواب دیا، مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میرے حلم کا دامن میری رعایا کے قصور کے مقابلہ میں تنگ ہو جائے۔

آپؓ نے اپنے خاندان والوں کو نصیحت کی تھی کہ قریش کے ساتھ ہمیشہ حلم کے ساتھ پیش آیا کرو۔ میرا حال یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص مجھ کو بُرا بھلا کہتا تھا تو میں حلم سے اُس کا جواب دیتا تھا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ میرا دوست بن جاتا تھا اور ہر وقت میری امداد و حمایت کے لئے تیار رہتا تھا۔ حلم سے کسی شریف کی شرافت میں فرق نہیں آتا، بلکہ اُسکی عزت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ انسان اُس وقت تک صائب الرائے نہیں ہوسکتا جبتک اُسکی جہالت پر اُس کا حلم اور اُس کی خواہشات پر ضبطِ نفس غالب نہ آجائے۔

**فیاضی:** تمام گزشتہ خلفاء، امہات المومنین کی خدمت کو اپنے لئے

باعث سعادت و افتخار سمجھتے تھے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس سعادت سے محروم نہ تھے۔ اور رُتبہ کے لحاظ سے خصوصیت کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ اُن کی خدمت میں ایک ایک مشت ایک ایک لاکھ کی نذر پیش کرتے تھے۔ اُس کے علاوہ وقتاً فوقتاً دس دس، پانچ پانچ ہزار کی رقمیں بھیجا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منکدر بن عبداللہ کو دس ہزار کی رقم دینی چاہی، لیکن اُس وقت اتفاق سے ہاتھ میں روپیہ نہ تھا، اس دن شام کو حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی بھیجی ہوئی رقم آگئی تو حضرت عائشہؓ نے منکدر کو بُلوا کر اُس میں سے دس ہزار کی رقم دیدی۔

## وفات

رجب ۶۰ھ میں ستہتر (۷۷) سال کی عمر میں وفات پائی اور دمشق میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ (سیر صحابہ ص ۱۷۱)

## حضرت سیدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی اور قبولِ اسلام کے لحاظ سے سابقین اوّلین میں سے تھے۔ آپ نے بھی قریش کی ایذا و تکلیف سے تنگ آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ایماء سے ۵ نبوی میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں باطمینان زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر قریش عرب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور ان حضرات صحابہؓ

کے معاملہ کو درہم برہم کرنے کے لئے اپنے دو آدمیوں کو نجاشی کے پاس ہدایا و تحائف دے کر بھیجا، تاکہ اُن لوگوں کی خوب خوب شکایت کریں اور اُن کی واپسی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ اُن لوگوں نے جاکر یہ خدمت انتہائی مکر و سیاست کے ساتھ انجام دی۔ مگر نجاشی نہایت عادل و کرم گستر بادشاہ تھا، اس لئے اُس نے صحابۂ مہاجرین کو اپنے دربار میں بُلاکر دینِ اسلام کے متعلق دریافت کیا۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نہایت موثر و بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جس کا ترجمہ "نبیٔ رحمت" (مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رح) سے نقل کرتا ہوں :-

## جاہلیت کی تصویر کشی اور اسلام کا تعارف جعفر ابن ابی طالبؓ کی زبان سے

اُسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی جعفر ابن ابی طالبؓ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے حسب ذیل تقریر کی :-

اے بادشاہ! ہم ایک جاہلیت والی قوم تھے۔ بُتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے، ہر قسم کی بے حیائیوں اور گناہوں میں آلودہ تھے۔ ہم میں سے جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کو پھاڑ کھاتا۔ ہم اِس حال میں تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جس کے خاندان، حسب ونسب سے اور جس کی سچائی، امانت داری اور عفت و پاکبازی سے ہم پہلے سے واقف تھے، اُنھوں نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائیں اور اُسی کی عبادت کریں۔ اور ہم اور ہمارے باپ دادا جن بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے اُس کو بالکل چھوڑ دیں اور اُن سے قطع تعلق کرلیں، اُنھوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داری کا خیال کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، ناجائز

وحرام باتوں اور ناحق خون سے پرہیز کرنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ فریب، یتیم کا مال کھانے، پاکدامن و پاکباز عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا۔ اُنھوں نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اُسکے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

اُنھوں نے ہمیں نماز کا، زکوٰۃ کا، روزہ کا حکم دیا۔ اِس موقع پر اُنھوں نے اِس طرح کے اور ارکانِ اسلام بیان کئے۔ ہم نے اُن کی تصدیق کی، اُن پر ایمان لائے۔ اور جو طریقہ اور تعلیم وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اُس کی پیروی کی۔ صرف اللہ کی عبادت اختیار کی، اُس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا، جو اُنھوں نے حرام کیا اُس کو حرام مانا، جو انھوں نے حلال کیا اُس کو حلال تسلیم کیا اِس پر ہماری قوم ہماری دُشمنی پر کمربستہ ہو گئی۔ اُنھوں نے ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور ہم کو اِس دین سے پھیرنے کیلئے مختلف آزمائشوں میں ڈالا اور اِس کی کوشش کی کہ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر ہم پھر بتوں کی عبادت کو اختیار کرلیں اور جن گناہوں اور جن جرائم کو پہلے جائز سمجھتے تھے پھر جائز اور حلال سمجھنے لگیں۔

جب اُنھوں نے ہمارے ساتھ بہت زور زبردستی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کر دیا اور ہمارے دین کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے، تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے۔ اور اِس کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا آپ کے جوار اور پناہ کی خواہش کی۔ اے بادشاہ! ہم یہاں یہ امید لے کر آئے ہیں کہ ہم پر کوئی ظلم نہ کیا جا سکے گا۔"

نجاشی نے یہ پوری تقریر سکون و وقار سے سُنی اور کہا کہ تمھارے نبی اللہ کے

پاس سے جو کچھ لائے ہیں اُس کی کوئی چیز تمھارے پاس ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہے!۔

نجاشی نے کہا کہ مجھے وہ پڑھ کر سناؤ۔

حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی رو پڑا اور اُس کے آنسوؤں سے اُس کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ اُس کے دربار کے پادریوں پر بھی گریہ طاری ہو گیا، یہاں تک کہ اُن کے (مذہبی) صحیفے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔

## وفدِ قریش کی ناکامی

نجاشی نے کہا کہ بلاشبہ یہ اور جو کچھ حضرت عیسٰی علیہ السلام لائے تھے ایک ہی نور کی کرنیں ہیں۔ پھر وہ قریش کے دونوں قاصدوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ خدا کی قسم، میں اِن کو تمھارے حوالہ کرنے والا نہیں۔

اس موقع پر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلایا۔ یہ ایک زہر میں بُجھا ہوا تیر تھا۔

اُنھوں نے کہا کہ :۔

بادشاہ سلامت! یہ لوگ حضرت مسیح کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن کا زبان سے نکالنا بھی مشکل ہے۔

نجاشی نے پوچھا کہ تم لوگ حضرت مسیح کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جعفر ابن ابی طالبؓ نے جواب دیا، ہم اُن کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ وہ اللہ کے بندے ہیں اُس کے رسول ہیں اور اُس کی روح اور کلمہ ہیں جو اُس نے کنواری پاکباز مریم پر القا کیا۔ یہ سُن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اُٹھا کر کہا

کہ خدا کی قسم، جو کچھ تم نے بیان کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس سے اِس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔

اُس نے مسلمانوں کو بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ رُخصت کیا، اُنکو امان دی۔ قریش کے وہ دونوں قاصد ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے نکلے۔ اور مسلمانوں نے بہت اچھے گھر اور اچھے پڑوس میں عزت کی جگہ پائی۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۳۴ج ۱)

**ف:** سبحان اللہ، کیا عالم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور فیضِ صحبت کا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تھوڑی سی مدت میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ چنانچہ اعدائے اسلام کے بھرے مجمع میں تختِ شاہی پر بیٹھے ہوئے بادشاہ کے سامنے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے محاسن و اوصاف کو اس طرح بیان فرمایا کہ نجاشی بادشاہ اِس قدر متأثر ہوا کہ زار و قطار رونے لگا۔ اور کفار کا دامِ تزویر کبیت العنکبوت (مکڑی کا جالا) ثابت ہوا اور اُن کا سب کیا دھرا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

مگر افسوس ہمارے حال پر کہ سالہا سال سے اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کے باوجود ارکانِ اسلام تک سے ہمیں واقفیت نہیں، بلکہ عقائدِ حقہ تک سے جہالت ہے۔ تو پھر دوسروں پر اپنا اثر بھلا کیا خاک ڈال سکیں گے۔ ع

آں خویشتن گم است کرا رہبری کند (مرتب)

## حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی حکمت و بلاغت

شاہ حبشہ کے سامنے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تقریر اور اسلام کی دعوت اُنکی حکمت، موقع و محل کی رعایت اور نفسیاتِ انسانی کی واقفیت کا دلآویز نمونہ ہے، اس سے لفظی بلاغت سے کہیں زیادہ عقلی بلاغت کا

اظہار ہوتا ہے، جسکی ہدایت ربانی اور غیبی تائید کے سوا کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ اسی کے ساتھ اس سے حضرت جعفرؓ کی سلامتی طبع اور دور اندیشی کا بھی پتہ چلتا ہے، جس میں بنو ہاشم قریش پر اور قریش تمام عرب پر فائق تھے۔ اس موقع پر حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر کو عرب جاہلیت کی صورتِ حال پیش کرنے اور یہ بتانے تک محدود رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا، آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور دین حق کی دعوت، مکارم اخلاق کی تعلیم دی، جو لوگ اس پر ایمان لائے اُنکی زندگیوں میں انقلابِ عظیم رونما ہوا۔ یہ صورتِ حال کی ایسی وضاحت و مصوری ہے جو ایک ''آپ بیتی'' کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کے بیان کرنے والے کی صداقت میں شبہ کی گنجائش نہیں، حکیمانہ دعوت و بیان حقیقت کا ایک ایسا اسلوب ہے جو پیش کرنے والے کیلئے نہ تو مشکلات و شبہات پیدا کرنے والا ہے، نہ مخالفین و معترضین کو جرح کرنے اور سامعین کو مخالفت پر آمادہ کرنے کا موقع دینے والا ہے، ایک اہم واقعہ اور ایک معاشرہ کی سچی سرگزشت ہے جس میں ایک نبیؐ کی دعوت و تعلیم نے قبول کرنے والوں کو انسانیت کی پست ترین سطح سے اُٹھا کر بلند ترین سطح پر پہنچا دیا۔ جس کا جی چاہے اسکو جانچ لے اور اس انقلابِ حال کو آنکھوں سے دیکھ لے۔

## وفات

غزوہ موتہ ۸ھ میں شہادت پائی۔ رضی اللہ عنہ

(سیر صحابہ ص ۲۱۹/۲)

# حضرت سیدنا ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** آپ کا نام ارقم، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام عبد مناف، والدہ کا نام امیمہ تھا۔

**قبول اسلام** حضرت ارقم رضؓ گیارہ یا بارہ اصحاب کے بعد ایمان لائے۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام کلمہ گو حضرات کی زندگی نہایت خطرہ میں تھی۔ مشرکین قریش چاہتے تھے کہ اِس تحریک کو باثر ہونے سے پہلے معدوم کردیں، لیکن اسلام فنا ہونے کے لئے نہیں آیا تھا۔ حضرت ارقم رضؓ نے مہبطِ وحی والہام صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو اپنے مکان میں چھپایا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ اِسی گھر میں اسلام لائے۔ اُن کے اسلام لانے کے وقت کم وبیش چالیس آدمی شرفِ اسلام سے مشرف ہوچکے تھے۔

**اخلاق** تقویٰ، تدیّن، زہد و راستبازی حضرت ارقم رضؓ کے نمایاں اوصاف تھے عبادت اور شب بیدار کا بیحد شوق تھا۔ ایک دفعہ اُنھوں نے بیت المقدس کا قصد کیا اور سامانِ سفر درست کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رُخصت ہونے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تجارت کے خیال سے جاتے ہو، یا کوئی خاص ضرورت ہے؟ بولے، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ! کوئی ضرورت نہیں ہے، صرف بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ میری اِس مسجدؐ (مسجد نبوی) کی ایک نماز مسجد حرام کے سوا تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ حضرت ارقم رضؓ یہ سُنتے ہی

ؐ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

بیٹھ گئے اور اپنے ارادہ کو فسخ فرمادیا۔ (سیر الصحابہ ج ۲ ص ۳۹۳)

**ف** : سبحان اللہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر کس قدر انقیاد و اطاعت کا مادہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد نہیں بلکہ محض اشارہ کی تعمیل فرماتے ہوئے اپنے عزم و ارادہ کو فسخ فرمادیا۔ فکفیٰ لنا قدوۃ ۔ (مرتب)

**وفات** : تراسی (۸۳) برس کی عمر پاکر ۵۳ سنہ ھ میں عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ نور اللہ مرقدہٗ ۔ (سیر الصحابہ ص ۳۹۳ ج ۲)

## حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** : عثمان نام، ابو السائب کنیت، والد کا نام مظعون اور والدہ کا نام سخیلہ تھا۔

**قبل اسلام** : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فطرۃً سلیم الطبع، نیک نفس و پاکباز تھے۔ ایام جاہلیت میں جبکہ شراب نوشی عام تھی، لیکن اُن کی زبان اُس وقت بھی شراب کے ذائقہ سے ناآشنا تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی چیز پینے سے کیا فائدہ جس سے انسان کی عقل میں فتور آجائے۔ ذلیل و کم رُتبہ آدمی اُس کو مضحکہ بنائیں۔ اور نشہ کی حالت میں ماں بہن کی تمیز بھی جاتی رہے۔

**ف** : غور کیجئے کہ کیسی بے حیائی و بے غیرتی کی بات ہے کہ شرابی کو ماں بہن

---

تک تمیز باقی نہیں رہتی۔ مگر افسوس کہ شرابیوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ تباہی و بربادی بھی ساری دنیا میں عام ہو رہی ہے۔ اس وبا میں مسلمان بھی مبتلا ہیں بعض مسلم ممالک میں علانیہ اس کا رواج ہے جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم الخبائث فرمایا ہے۔ اس میں خیر کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اولاد پر بھی اس کا اثرِ بد پڑتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

## قبولِ اسلام

اِسی فطری پاکبازی کے باعث اُن کا لوحِ دل بالکل صاف تھا اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و تلقین نے بہت جلد توحید کا نقش ثبت کر دیا۔ اربابِ سیر کا بیان ہے کہ اُس وقت تک صرف تیرہ صحابہ ایمان لائے تھے۔

۵ سنہ نبوی میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ملک حبشہ ہجرت کی تھی۔ حضرت عثمان بن مظعون اس بے خانماں گروہ کے امیر تھے۔ ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہنے کے بعد اس غلط افواہ پر کہ تمام قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے مکّہ واپس تشریف لائے۔ لیکن جب مکّہ کے قریب پہنچ کر خبر بے بنیاد نکلی تو سخت پریشان ہوئے۔ کیونکہ دوبارہ اتنی دور لوٹ کر جانا بھی دشوار تھا۔ اور دوسری طرف مکہ میں داخل ہونے سے مشرکین کا خوف دامنگیر تھا۔

غرض اسی تردد و تذبذب میں جہاں تھے وہیں رُک گئے۔ اور جب اُن کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے اپنے مشرک اعزہ و احباب کی پناہ میں مکّہ پہنچ گئے تو یہ بھی ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔

ولید بن مغیرہ کے اثر نے گو حضرت عثمان رضؓ کو اذیتوں سے محفوظ کر دیا تھا،
تاہم وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور دوسرے صحابہ کرامؓ
کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر اِس ذاتی راحت و اطمینان کو گوارہ نہ کر سکے اور
ایک روز خود بخود اپنے نفس کو ان الفاظ میں ملامت فرمائی۔ افسوس! میرے
احباب اور خاندان والے اللہ کی راہ میں طرح طرح کے مصائب برداشت
کر رہے ہیں اور میں ایک مشرک کی حمایت میں اِس اطمینان اور چین کے ساتھ
زندگی بسر کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم! یہ میرے نفس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ اِس
خیال نے بیتاب کر دیا۔ اُسی وقت ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور فرمایا،
اے ابو عبد شمس! تمھاری ذمہ داری پوری ہو چکی۔ اس وقت تک میں تمھاری
پناہ میں تھا، لیکن اللہ اور اُس کے رسولؐ کی حمایت میں رہنا پسند کرتا ہوں،
میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب کا نمونہ کافی ہے۔
ولید نے کہا، شاید تم کو کسی نے اذیت پہنچائی۔ بولے نہیں! اصل یہ
ہے کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حمایت درکار نہیں۔ تم ابھی
میرے ساتھ خانہ کعبہ چلو۔ اور جس طرح تم نے میری حمایت کا اعلان کیا تھا
اُسی طرح اُس کو واپس لینے کا اعلان کر دو۔ غرض ولید نے اصرار سے مجبور
ہو کر اُن کی خواہش کو مجمع عام میں بیان کیا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضؓ نے
کھڑے ہو کر اُس کی تصدیق کی اور فرمایا۔ صاحبو! میں نے ولید کو نہایت ہی
باوفا اور مہربان پایا۔ لیکن چونکہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حمایت
پسند نہیں، اِس لئے میں خود ہی اِس بارِ احسان سے سبکدوش ہوتا ہوں۔
ف: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے کیسی سچی محبت تھی

کہ اُن حضرات کے لئے اپنی راحت کو قربان کر کے مصیبت و تکلیف والی صورت کو گوارا فرمایا۔ اِسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں جو اجر و ثواب ملیگا اُس کا کیا ٹھکانہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آپ کی اِس درجہ للّٰہیت کی کس قدر قدر و منزلت آئی ہوگی، جو یقیناً اُن کی سعادت تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

**عبادت** عبادت و شب بیداری حضرت عثمان رضؓ کا نہایت ہی پُر لطف مشغلہ تھا۔ رات رات بھر نمازیں پڑھتے، دن کو عموماً روزے رکھتے، اُنھوں نے اپنے گھر میں ایک حجرہ مخصوص کر لیا تھا، جسمیں رات دن معتکف رہتے تھے

شوقِ عبادت نے بیوی بچوں سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا۔ ایک روز انکی زوجۂ محترمہ حرم نبویؐ میں آئیں، اُمہات المومنین نے اُنکو خراب حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ تم نے ایسی ہیئت کیوں بنا رکھی ہے؟ تمھارے شوہر سے زیادہ تو قریش میں کوئی دولت مند نہیں۔ بولیں، مجھے اُن سے کیا سروکار؟ وہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں۔ اُمہات المومنین نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس کا تذکرہ کیا۔ آپ اُسی وقت حضرت عثمان بن مظعون رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، اے عثمان! کیا میری ذات تمھارے لئے نمونہ نہیں ہے؟ بولے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہوئی؟ ارشاد ہوا، تم رات بھر عبادت کرتے ہو، دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو؟ عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! میں ایسا کرتا ہوں۔ حکم ہوا ایسا نہ کرو، تمھاری آنکھ کا، تمھارے جسم کا اور تمھارے اہل و عیال کا تم پر

حق ہے۔ نمازیں بھی پڑھو، آرام بھی کرو۔ روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ غرض اِس فہمائش کے بعد اُن کی بیوی پھر اُمہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دُلہن کی طرح معطّر تھیں۔

ف: سُبحان اللہ کیسی اطاعت و فرمانبرداری تھی کہ اپنے عبادت کے معمول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد ترک فرمایا اور اُسمیں اعتدال اختیار فرمایا جو ہمارے دین کی امتیازی شان ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو بھی اُس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

**وفات** ہجرت کے تیس ماہ بعد یعنی ۳ سنہ ھ کے آخر میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان بن مظعون رض کی مفارقت کا شدید غم تھا۔ آپؐ نے تین مرتبہ جُھک کر اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اسقدر چشم پُرنم ہوئے کہ اشکِ مبارک سے حضرت عثمانؓ کے رُخسار تر ہو گئے۔ پھر سر مبارک اُٹھا کر غمگین آواز میں فرمایا کہ ابوالسائب! میں تم سے جُدا ہوتا ہوں، تم دُنیا سے اِس طرح نکل گئے کہ تمھارا دامن ذرا بھی اُس سے ملوّث نہ ہوا۔

**قبر مبارک** اُس وقت تک مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہ تھا۔ حضرت عثمان بن مظعون رض کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بقیع کو اِس کیلئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ وہ پہلے صحابی تھے جو اِس قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپؐ نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے اہتمام سے دفن کرایا۔ اور قبر کے سرہانے کوئی چیز بطور علامت کے نصب فرمایا۔ پھر فرمایا، اب جسکی وفات ہو گی وہ اسی کے آس پاس

مدفون ہوگا۔ رضی اللہ عنہ ونور اللہ مرقدہٗ (سیر صحابہ ۲/۲۸۵)

# حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ

**نام، نسب واسلام** عتبہ نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام غزوان بن جابر تھا۔ حضرت عتبہ اُن بزرگوں میں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی میں داعیٔ توحید کو لبیک کہا تھا اور مسلمان ہوگئے تھے۔

**غزوات ودیگر خدمات** تیر اندازی کے لحاظ سے آپ کا شمار کاملین فن میں تھا۔ ۱۴ھ میں خلیفہ دوم نے آپ کو بندرگاہ ابلہ بلسان اور اُس کے ملحقہ مقامات کی فتح پر مامور فرمایا۔ حضرت عتبہؓ نے اس مہم کو نہایت خوش اُسلوبی سے انجام دیا۔ حضرت عمرؓ کے ہی حکم سے حضرت عتبہؓ نے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ شہر بصرہ کی داغ بیل ڈالی، ہر قبیلہ کے لئے ایک ایک محلہ مخصوص کر دیا۔ اِس نئے شہر کے سب سے پہلے والی بھی حضرت عتبہؓ ہی مقرر ہوئے۔

**اخلاق** تقویٰ، زہد، جفاکشی اور خاکساری آپ کے خصوصی اوصاف ہیں۔ آپؓ نے بصرہ کی جامع مسجد میں ایک خطبہ دیا تھا یہاں اُس کے چند فقرے نقل کئے جاتے ہیں۔ ان سے آپ کے خوفِ قیامت زہد اور خاکساری کا اندازہ ہوگا:۔

"صاحبو! دُنیا گزر جانے والی، آنے جانے والی ہے۔ اس کا بڑا حصّہ گزر چکا ہے اور اب اُس کا تھوڑا سا حصّہ باقی ہے جس طرح

کہ برتن کا پانی پھینک دینے کے بعد آخر میں کچھ دیر تک قطرات
کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ہاں تم اِس دُنیا سے ایک دوسری جگہ
منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہیں، تو پھر کیوں نہیں اپنے
ساتھ بہتر سے بہتر تحائف لے جاتے ہو؟ مجھ سے بیان کیا گیا ہے
کہ اگر پتھر کا کوئی ٹکڑا جہنم کے کنارے سے لُڑھکایا جائے تو
ستر برس میں بھی وہ اُس کی گہرائی کو طے نہیں کرسکتا۔ لیکن
اللہ کی قسم! تم اُس جہنم کو بھر دو گے۔ کیا تم اِس پر تعجب
کرتے ہو؟۔

اللہ کی قسم مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جنّت کے دروازے
اِس قدر وسیع ہوں گے کہ چالیس سال میں اُس کی مسافت
طے ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کہ
اُن پر سخت ازدحام ہو گا۔

میں جب ایمان لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ صِرف چھ آدمی تھے، عسرت و ناداری کی یہ حالت
تھی کہ درخت کے پتّوں پر گزارہ تھا جس سے آنتوں میں
زخم پڑ جاتے تھے۔ مجھے ایک دفعہ ایک چادر مل گئی جس کو
چاک کر کے میں نے اور سعد نے تہبند بنایا۔ لیکن ایک دن
یہ بھی آیا کہ جب ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔
میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اُس کے نزدیک
حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہو چکی

ہے، انجام کار بادشاہت قائم ہوگی۔ اور تم عنقریب ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔

(سیر الصحابہؓ ج ۲ مہاجرین حصہ اول ص۱۱۷)

**ف :** سبحان اللہ، کیا ہی عمدہ خطبہ ہے، جس کے ہر فقرہ میں نصیحت و عبرت کا سامان موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیحت و عبرت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

**وفات :** ۱۷ھ میں وفات ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہ۔

## حضرت سیدنا مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

**نام، نسب و حالات** مصعب نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام خناس بنت مالک تھا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مکہ کے ایک نہایت حسین و خوش رو نوجوان تھے، گھر کے بہت مالدار تھے، نہایت ناز و نعمت میں پلے تھے، عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اُس زمانہ میں میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اُن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ مکہ میں مصعبؓ سے زیادہ حسین، خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت کوئی نہیں ہے۔

**اسلام** اللہ تعالیٰ نے حُسن ظاہری، سلامت ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ آئینۂ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا۔ صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دلربا خط و خال نے شرک سے متنفر کردیا اور آستانۂ نبوت

پر حاضر ہو کر اُس کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی۔ حضرت مصعبؓ چھپ چھپ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ لیکن اُن کا راز کھل گیا اور اُنکی ماں اور خاندان والوں نے سختی شروع کر دی اور مجرم توحید کے لئے شرک کی عدالت نے قیدِ تنہائی کا فیصلہ سنایا۔

حضرت مصعبؓ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے لیکن قید خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترک وطن پر مجبور کیا اور امن وسکون کے طالبین کے ساتھ سرزمین حبشہ کی راہ لی۔ اِس نازپروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم ونازک کپڑوں کی حاجت تھی نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش وتنعم کی فکر تھی۔ صرف جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی سازوسامان سے بے نیاز کر دیا تھا. غرض ایک مدت کے بعد حبشہ سے پھر مکہ واپس آئے۔ ہجرت کے مصائب سے وہ رنگ وروپ باقی نہ رہا تھا. خود اُن کی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشاں حالی پر رحم آگیا اور مظالم کے اعادہ سے باز آگئی۔

اِس عرصہ میں اسلام مدینہ منورہ تک پہنچ چکا تھا. اور مدینہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، اُنھوں نے دربارِ نبوت میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم وتلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے۔ چنانچہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ جوہر شناس نے اِس خدمت کیلئے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو منتخب کیا، اور چند زریں نصائح کے بعد

مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت مصعبؓ مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر قرآن و اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اُن کی تعلیم و تلقین سے کلمہ گویوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوگئی۔

**فضل و کمال** حضرت مصعبؓ نہایت ذہین اور خوش بیان تھے۔ مدینہ منورہ میں جس سُرعت کے ساتھ اسلام پھیلا اس سے اُن کے ان اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید اُس وقت تک جس قدر نازل ہوچکا تھا، اُس کے حافظ تھے۔ مدینہ میں نماز جمعہ کی ابتدا آپ ہی کی تحریک سے ہوئی اور آپ ہی سب سے پہلے امام مقرر ہوئے۔

**اَخلاق** آپ کے اخلاق نہایت بلند تھے، جور و ستم نے مصائب کے برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ خصوصاً ملک حبشہ کی صحرا نوردیوں نے جفاکشی، استقلال اور استقامت کے نہایت زریں اسباق دیئے تھے اور اچھی طرح سکھا دیا تھا کہ دشمنوں میں رہ کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلموں کی تعلیم و تربیت اور اشاعتِ اسلام جیسی اہم خدمات پر آپ کو مامور فرمایا تھا۔

مزاج قدرتاً نہایت لطافت پسند تھا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے تھے، حضرمی جوتا جو اُس زمانہ میں صرف اُمرا کے لئے مخصوص تھا وہ اُن کے روزمرہ کے استعمال میں آتا تھا۔ لیکن جب دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے تو شرابِ توحید

نے کچھ ایسا مست کر دیا کہ تمام تکلفات بھول گئے۔ ایک روز دربارِ نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف ایک کھال کا ٹکڑا تھا جس میں جابجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو سب نے عبرت سے گردنیں جھکالیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الحمدللہ، اب دنیا اور تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہئے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ میں کوئی نازپروردہ نہ تھا۔ لیکن نیکوکاری کی رغبت اور اللہ و رسولؐ کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔

**ف:** سبحان اللہ، یہ مرشدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مسترشد اور تلمیذ رشید کے کمالِ محبت وصلاح کی کتنے بلند کلمات میں شہادت دی جو یقیناً حضرت مصعبؓ کے لئے اس سے بڑھ کر کونسی کرامت وسعادت ہوسکتی ہے۔
ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔ (مرتب)

**وفات** ۳ھ غزوۂ اُحد میں مرتبۂ شہادت سے فائز المرام ہوئے۔ اس زمانہ میں غربت وافلاس کے باعث شہیدانِ ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی نعش پر صرف ایک چادر تھی کہ جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہوجاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈالی گئی۔

رضی اللہ عنہ ونور اللہ مرقدہٗ۔

(سیر صحابہ ص ۳۷۵ ج ۲)

# حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** خالد نام، ابو ایوب کنیت، والد کا نام زید، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ نجار سے تھے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اس خاندان کے رئیس تھے۔

**اسلام** حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اُن منتخب بزرگانِ مدینہ میں سے ہیں جنھوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ مکہ سے دولتِ ایمان لے کر لوٹے تو اُن کی فیاضیٔ طبع نے گوارا نہ کیا کہ اِس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں، چنانچہ اہلِ خانہ، اعزہ و اقربا اور دوست و احباب کو ایمان کی تلقین کی اور اپنی بیوی کو حلقۂ توحید میں داخل کیا۔

**حاملِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی** مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر تقریباً چھ مہینہ تک قیام پذیر رہے۔

**غزوات اور عام حالات** حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح برابر کے شریک رہے اور اس التزام سے کہ کسی ایک غزوہ میں بھی شرکت سے محروم نہیں رہے۔

**اخلاق** حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مجموعۂ اخلاق میں تین چیزیں سب سے

زیادہ نمایاں تھیں۔ حُبِّ رسولؐ، جوشِ ایمان اور حق گوئی۔ حُبِ رسولؐ کا مظاہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کے دوران بار بار ہوا۔ جوشِ ایمان کا یہ عالم تھا کہ غزواتِ نبویؐ میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہ تھے اسی برس کی عمر میں وہ مصر کی راہ سے بحرِ روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اعلاءِ کلمۃ اللہ میں مصروف تھے۔

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت و امارت کا دبدبہ و شان بھی اُن کو حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہنیؓ نے جو خود صحابی تھے، کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کر دی۔ حضرت ابو ایوبؓ نے اُٹھ کر پوچھا " ماھٰذا الصَّلٰوۃ یا عقبۃ " (عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟) حضرت عقبہؓ نے کہا، کہ ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا، آپ صحابیٔ رسول ہیں آپ کے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت نماز پڑھتے تھے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ مغرب کے وقت تعجیل (جلدی کرنے) کی تاکید فرمائی ہے۔

## وفات

۵۱ سنہ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ قسطنطنیہ میں شریک تھے، وہیں بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا، اُسی جگہ مدفون بھی ہیں۔ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (سیر صحابہ ج ۳)

# حضرت سیّدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

**نام، نسب و اسلام** سعید نام، والد کا نام عامر بن خدیم، والدہ کا نام اروی تھا۔ غزوۂ خیبر سے قبل مشرف باسلام ہوئے اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آگئے اور سب سے پہلے غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ پھر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

**حمص کی گورنری** عیاض بن غنم رضؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی جگہ سعید بن عامر کو حمص کی گورنری پر مامور کیا۔

**فقر و درویشی** ابن عامرؓ کا زہد و تقویٰ درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ حمص کی گورنری کے زمانہ میں اِس فقیرانہ شان سے رہتے تھے کہ اُن میں اور عام مساکین میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حمص گئے تو وہاں کے فقرار کے معاش کا انتظام کرنے کیلئے اُن کی فہرست طلب کی۔ فہرست تیار ہو کر آئی تو منجملہ اور ناموں کے ایک نام سعید بن عامر کا بھی تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ سعید بن عامر کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا، امیر المومنین! ہمارے اور آپ کے امیر۔ آپؓ نے حیرت سے پوچھا، تمہارا امیر اور فقیر؟ آخر وظیفہ جو ملتا ہے وہ کیا کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا، اُس کو وہ ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ حضرت عمرؓ یہ زہد و ورع سُن کر رونے لگے اور فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی سعید بن عامرؓ کے پاس بھیجی کہ اِس کو اپنی ضروریات میں صَرف کریں۔ حضرت سعیدؓ نے اُس کو دیکھتے ہی اِنّا

لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا۔ بیوی نے پوچھا "خیریت ہے؟ کیا امیرالمومنین کو خدانخواستہ کوئی گزند پہنچا؟" فرمایا، اس سے زیادہ اہم حادثہ ہے۔ بیوی نے کہا، کیا قیامت آگئی ہے؟ فرمایا، قیامت سے بھی زیادہ خطرناک۔ اُنھوں نے کہا، آخر معاملہ کیا ہے؟ فرمایا، دُنیا فتنوں کو لے کر میرے پاس آئی ہے۔ وہ بولیں، پھر کوئی تدارک کرو۔ اُنھوں نے یہ تدارک کیا کہ پوری رقم ایک بڑے توبڑے میں ڈالدی اور ساری رات نماز پڑھتے رہے۔ صبح کو جب اسلامی لشکر ادھر سے گزرا تو ساری رقم اُٹھاکر اُسکی ضروریات کے لئے دے دیا۔

## محکوموں کی ہمدردی

محکوموں کی ہمدردی اور غمخواری آپ کا نمایاں وصف تھا۔ جہاں حاکم رہے وہاں کی رعایا آپکی ہمدردی کی گرویدہ رہی۔ شام کی رعایا آپ سے بہت خوش رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ سے دریافت کیا، شام والے آپ سے اس قدر محبت کیوں کرتے ہیں؟ کہا، میں اُن کی نگہبانی کے ساتھ اُن کی غمخواری بھی کرتا ہوں۔ آپ نے خوش ہوکر دس ہزار کی گراں قدر رقم اُن کو دینا چاہی، اُنھوں نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کر دیا کہ میرے گھوڑوں اور غلاموں کی آمدنی میرے لئے کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا کام فی سبیل اللہ کروں۔ حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ اس کو لے لو، واپس نہ کرو، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کچھ مال دیا تھا، میں نے بھی تمھاری طرح یہی جواب دے کر واپس کرنا چاہا، تو آپ نے فرمایا۔ اگر بغیر سوال کے اللہ دے تو اُس کو لے لیا کرو، وہ اُس کا عطیہ ہے۔ (سیر الصحابہ ج ۲ مہاجرین حصہ دوم صفحہ ۲۲۶)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالے کی طرف سے بغیر طلب و سوال کے

کوئی عطیہ آئے تو اُس کا قبول کرنا مذموم نہیں ہے اور نہ یہ اشراف نفس (جو ممنوع ہے اُس) میں داخل ہے۔ یہ بات مولانا اشرف علی تھانوی رح نے دارالعلوم دیوبند کے علماء کے درمیان فرمائی جو پسند کی گئی۔ بلکہ اِس مسئلہ میں کسی قدر جو اشکال و اشتباہ تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔ کما افادہ حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب

**وفات** سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض ۱۹ سنہ ھ اور بعض ۲۱ سنہ ھ بتاتے ہیں۔ وفات کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ (سیر صحابہ ص۲۲)

---

## حضرت سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

**نام، نسب و اسلام** زید نام، ابو طلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں۔ مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے مکہ روانہ ہوا تھا اُس میں ابو طلحہ بھی شامل تھے۔ اس بیعت میں حضرت ابو طلحہ رض کو یہ شرف مزید حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو انصار کا نقیب (محافظ) تجویز فرمایا۔

**دینی و اخلاقی حالات** حضرت ابو طلحہ رض کے ایک لڑکے کی وفات کا واقعہ نہایت پُر اثر ہے۔ ایک دن اُس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابو طلحہ رض مسجد نبوی آ گئے اور اُدھر وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ اُنکی بیوی اُمّ سلیم رض نے اُس کو دفن کر دیا۔ اور گھر والوں سے تاکید کر دی کہ ابو طلحہ سے اِس واقعہ کا ذکر نہ کرنا۔ حضرت ابو طلحہ رض مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ رض ساتھ تھے،

پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ اُمِّ سلیم رضؓ نے کہا پہلے سے اچھا ہے۔ ابو طلحہ رضؓ صحابہؓ سے باتیں کرتے رہے، کھانا آیا سب نے کھایا، جب صحابہؓ چلے گئے تو ابو طلحہ رضؓ اندر آئے اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پہ آرام کیا۔ اخیر رات میں اُمِّ سلیم رضؓ نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ اللہ کی امانت تھی اُس نے لے لی، اِس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ ابوطلحہؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور صبر کیا۔ (یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں مُوتِرا ور مختلف طور پہ مذکور ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ رضؓ کے دینی جذبہ اور محبت کی بے حد قدر کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپؐ حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال تو اور لوگوں میں تقسیم ہو گئے اور بائیں طرف کے کُل موئے مبارک حضرت ابو طلحہ رضؓ کو مرحمت فرمائے حضرت ابو طلحہ رضؓ اِس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آگیا۔

**بیرِ حاء کا صدقہ فرمانا** جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ (آل عمران ۸۱)

جبتک تم اُس میں سے نہ خرچ کرو جو تم کو محبوب ہے، نیکی نہیں پا سکتے۔

تو اُمرائِ انصار نے کیسوں کی مُہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیں۔ حضرت ابو طلحہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو اللہ کی راہ میں وقف کیا۔

بیرحا اُن کی نہایت قیمتی جائداد تھی۔ اُس میں ایک کنواں تھا اُسکا پانی

---

عہ یہ حقیر جب ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۸ء میں حج کیلئے گیا تھا تو مدینہ منورہ میں مولوی مجداللہ صاحب گورکھپوری کے مکان میں مہینوں قیام رہا تو وہ کنواں مکان کے سامنے ہی معمولی احاطہ کے اندر موجود تھا اسلئے اُسکی زیارت ہوئی۔ مگر اب وہ مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا ہے (مرتب)

نہایت شیریں اور خوشگوار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو بہت شوق سے پیتے تھے۔ یہ اراضی حضرت ابوطلحہ رضؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی۔

ایک مرتبہ ایک شخص آیا، اُس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اِس کو جو اپنے یہاں مہمان رکھے اُس پر اللہ رحم کریگا حضرت ابوطلحہ رضؓ نے اُٹھ کر کہا، میں لیئے جاتا ہوں۔ گھر میں صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا، حضرت ابوطلحہ رضؓ نے بیوی سے کہا، بچوں کو سُلا دو اور چراغ درست کرنے کے بہانے بجھا دو، اِس طور پر وہ مہمان کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر مُنہ چلاتے رہیں گے۔ غرض اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر تمام گھر فاقہ میں پڑا رہا۔ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے اُن کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اُسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ — اور (اطعام وغیرہ میں) اُن کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ اُن پر فاقہ ہی ہو۔

اور آپؐ نے حضرت ابوطلحہ رضؓ سے فرمایا کہ تمھارے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔

**ف**: ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی سے بڑھ کر دینی و دُنیوی اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے جو حضرت ابوطلحہ کو اُن کے جود و سخا کے صلہ میں نصیب ہوئی۔

فللہ الحمد والمنۃ۔ (مرتّب)

## وفات

۵۱ھ میں حضرت ابوطلحہ رضؓ کی وفات ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیر صحابہ ص۱۶۱/۳)

# حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نام ونسب** حارث نام، ابوقتادہ کنیت، فارس رسول اللہ لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان مسلم سے ہیں۔ ہجرت سے تقریباً دس سال پیشتر مدینہ میں پیدا ہوئے۔ عقبۂ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

**اخلاق وعادات** اُخوتِ اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے پوچھا، اِس پر قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا، دو دینار ہیں۔ فرمایا، کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں۔ ارشاد ہوا، تم لوگ نماز پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں قرض ادا کردوں تو آپ نماز پڑھائیں گے؟ فرمایا، ہاں! چنانچہ اُنھوں نے قرض ادا کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی اُسوقت آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھائی۔

ایک مسلمان پر اُن کا کچھ قرض تھا۔ جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ جاتا۔ ایک روز گئے تو اُس شخص کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ پکار کر کہا، نکلو! مجھے معلوم ہوگیا ہے، اب چھپنا بیکار ہے جب وہ آیا تو چھپنے کی وجہ پوچھی۔ اُس نے کہا، بات یہ ہے کہ میں تنگدست ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ عیالدار بھی ہوں۔ پوچھا۔ واقعی تمھارا حال اللہ کی قسم ایسا ہی ہے؟ وہ بولا ہاں! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور اُس کا قرض معاف کردیا۔

فطرتاً نہایت نرم دل تھے۔ جانوروں تک پر رحم کرتے تھے! ایک مرتبہ

اپنے بیٹے کے گھر گئے۔ بہو نے وضو کے لئے پانی رکھا۔ بلی آئی اور منہ ڈالکر پینے لگی حضرت ابو قتادہ رضؓ نے بھگانے کے بجائے برتن اُسکی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے۔ بہو کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ کہا، بیٹی! اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، وہ نجس نہیں۔ وہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے۔ (سیر الصحابہ ج ۳۔ سیر انصار اول ص۱۹۶)

**وفات** حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ستر سال کی عمر میں مدینہ منورہ کے اندر ۵۴ھ میں وفات پائی۔ نوّر اللہ مرقدہ۔

## حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نام و نسب** سعد نام، ابو عمرو کنیت، سید الاوس لقب، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم "سید الانصار" کہتے تھے۔

**اسلام** حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے یہ بھی اسلام لائے تھے۔ غزوۂ بدر میں قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذؓ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

اُنھوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں اور جو مذہبی جوش اُن میں موجود تھا اُس کی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے۔ اُنکی کوششوں سے ان کا قبیلہ عبد الاشہل ایک مرتبہ میں سارا کا سارا اسلام لے آیا۔

**مناقب و اخلاق** اخلاقی حیثیت سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے درجہ کے انسان تھے۔ لیکن اپنے بارے میں وہ خود یوں کہتے

ہیں کہ "میں تو ایک معمولی آدمی ہوں، لیکن تین چیزوں میں جس رُتبہ تک پہنچنا چاہئے، پہنچ چکا ہوں۔ پہلی بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سُنتا ہوں اُس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا۔ تیسرے یہ کہ جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ (سیر الصحابہ ج ۲، سیر انصار دوم ص۱۳)

**ف:** سبحان اللہ کتنی بہترین خصلتیں ہیں جو ہر مومن مرد و عورت میں ہونی چاہئے اور اس کا سینہ اِن خصائل حسنہ سے آراستہ رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن خصلتوں سے نوازے۔ آمین! (مرتب)

**وفات** سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں ۵ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

**ف:** سُبحان اللہ، اس کم عمری میں شرفِ صحابیت کے علاوہ کتنے فضائل و مآثر سے مشرف تھے کہ اُنکے جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے نیز آپ نے فرمایا اُن کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں۔ نعش بالکل ہلکی ہو گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اُن کا جنازہ فرشتے اُٹھائے ہوئے تھے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

دفن کر کے واپس ہوئے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے ریشِ مبارک ہاتھ میں تھی اور اُس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن کی موت سے عرش مجید جنبش میں آ گیا۔ (سیر صحابہ ص۳۰)

**ف:** حضرت سعدؓ کی کتنی بڑی سعادت ہے جو ہفت اقلیم کے بادشاہوں کے لئے قابلِ رشک ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ (مرتب)

# حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لقب اُن کے تذکرہ میں آتا ہے کہ :-

كَانَ عَظِيْمَ الْقَدْرِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت تھے۔

حضرت عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے اور دربارِ رسالت کے شاعر تھے، کفر پر مشرکین کو عار دلانا اُن کا موضوع تھا۔

**اخلاق و عادات** نہایت زاہد، عابد، ریاضت کرنے والے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن رواحہ پر رحم کرے، وہ اُنہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں

**ف** : یقیناً وہی مجلسیں لائقِ مبارکباد ہیں جن میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا ذکر ہوتا ہے۔ اور یہی مجلسیں قابلِ فخر ہو سکتی ہیں فرشتوں کیلئے بھی اور انسانوں کے لئے بھی۔ (مرتب)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں میں ابن رواحہ کو یاد نہ کرتا ہوں، وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کر لیں۔ پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے اور کہتے یہ ایمان کی مجلس تھی۔

اُن کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے تو دو رکعت نماز پڑھتے

اور جب گھر واپس آتے تب بھی دو رکعت نماز پڑھتے۔ اس میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ جہاد کا نہایت شوق تھا۔ چنانچہ غزوۂ بدر سے لیکر غزوۂ موتہ تک اُن سے ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا۔

اسماء الرجال کے مصنفین اُن کے اِس ذوق و شوق کا اِن الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:۔

"عبداللہؓ غزوہ میں سب سے بیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے"۔ (سیر الصحابہؓ ج ۳، سیر انصار دوم ص۵۶)

**وفات** غزوۂ موتہ سنہ ۸ھ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اُٹھایا اور بہادرانہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (حوالۂ بالا)

---

## حضرت سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** عدی نام، ابو طریف کنیت ہے۔ مشہور زمانہ سخی حاتم طائیؔ کے بیٹے ہیں۔

**قبولِ اسلام** اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائیوں کے ایک فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمراں چلا آتا تھا اور ظہورِ اسلام کے وقت وہ خود حکمراں تھے۔ لیکن مسلمانوں کے خوف سے اپنے اہل و عیال کو لے کر ملک شام چلے گئے تھے۔ پھر اپنی ایک عزیزہ کے کہنے سے جو مسلمانوں کی قید سے رہائی پاکر عدی کے

پاس پہنچی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آئے۔ آپؐ نے اُن پر اسلام پیش کیا۔ اُنھوں نے عذر کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ کیا چیز تمھارے اسلام قبول کرنے میں مانع ہوتی ہے، اسلام کے متعلق تمھارا خیال ہوگا کہ اُس کے پیرو کمزور اور ناتواں لوگ ہیں، جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ اُن کا کوئی پُرسانِ حال۔ پھر آپؐ نے پوچھا، تم حیرہ کو جانتے ہو؟ عدی نے کہا، دیکھا تو نہیں ہے لیکن نام سُنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایک دن اللہ تعالیٰ اسلام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچائے گا اور اُس کی برکت سے ایک تنہا عورت بلا کسی حفاظت کے حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کرے گی۔ اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا۔ عدی نے استعجاباً پوچھا، کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا۔ ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگوں کو دیا جائیگا اور وہ لینے سے انکار کریں گے۔ اِس گفتگو کے بعد عدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوگئے۔

**امارت** آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اُس کے رُتبہ کے مطابق معاملہ فرماتے تھے اور اسلام سے پہلے جس کا جو رُتبہ ہوتا تھا اُس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے۔ عدی قبیلہ طے کے حکمراں تھے اس لئے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو طے کی امارت پر سرفراز فرمایا۔

**دیگر حالات** یوں تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی خالص مذہبی زندگی تھی، لیکن نماز اور روزوں کے ساتھ خاص شغف تھا۔ نماز کے لئے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے، نہایت

اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے تھے۔

**فیاضی** سخاوت و فیاضی وراثتہً ملی تھی، اُن کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لئے کُھلا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگیں مانگیں، حضرت عدیؓ نے اُنھیں بھروا کر بھیجا۔ اشعث نے کہا میں نے تو خالی مانگی تھیں، جواب دیا کہ میں عاریتہً بھی خالی دیگ نہیں دیتا۔

اُن کی فیاضی سے انسان تو انسان حیوان تک مستفید ہوتے تھے۔ چیونٹیوں کی غذا مقرر تھی، اُن کے لئے روٹیاں توڑ کر ڈالتے تھے۔ کہتے تھے، یہ بھی حقدار ہیں۔ (سیر الصحابہ ج ۶ ص ۲۱۵)

**ف:** سبحان اللہ، کیسی عام سخاوت تھی جو اُن کو والد سے وراثت میں ملی تھی۔ پھر اسلام نے اُس صفت میں چار چاند لگا دیئے اور سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ (مرتّب)

**وفات** عدی بن حاتم الطائیؓ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ۶۷ھ میں کوفہ کے اندر وفات پائی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ (حوالہ بالا)

## حضرت سیّدنا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

**نام، نسب، اسلام** قیس نام، ابو الفضل کنیت، قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ہجرتِ نبویؐ سے قبل مذہب اسلام سے مشرف ہوئے۔

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ اُن کے

والد حضرت سعد بن عبادہ رضؓ سے جھنڈا لے کر آپؐ نے اُنہی کو دیا تھا۔

غزوات کی علمبرداری کے علاوہ اُمورِ خلافت کے ایک اہم رُکن تھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "قیس رضؓ کا دربارِ رسالت میں وہ درجہ تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولیس کے افسرِ اعلیٰ کا ہوتا ہے۔

**اخلاق** جود و سخا، فیاضی و کرم اُن کی زندگی کا روشن ترین وصف ہے۔ اسماء الرجال کے مصنفین لکھتے ہیں کہ "حضرت قیس رضؓ صحابہؓ میں نہایت کریم اور سخی تھے۔

سخاوت ایک حد تک تو فطری تھی، یعنی طبعاً فیاض پیدا ہوئے تھے لیکن اُس میں ملک کی آب و ہوا، والدین کے طرزِ بود و باش اور خاندان کی قدیم خصوصیات کو بھی بڑی حد تک دخل تھا۔ "اسد الغابہ" میں ہے کہ قیس رضؓ کی سخاوت کے قصّے کثرت سے مشہور ہیں۔"

کثیر بن صلت رضؓ ایک صاحب کے قرضدار تھے۔ ادائیگی قرض کا کوئی انتظام نہیں تھا اور قرضخواہ کی طرف سے زبردست دباؤ تھا کہ یا تو قرض ادا کرو، یا اپنا مکان قرض کے بدلے دو۔ حضرت کثیر رضؓ مکان دینا نہیں چاہتے تھے۔ روپیوں کی فکر تھی لیکن تیس ہزار کی کمی تھی، سخت پریشان تھے کہ کہاں سے پورا ہو۔ اتنے میں قیس رضؓ کا خیال آیا۔ اُن کے مکان پر پہنچے اور تیس ہزار قرض مانگا۔ اُنھوں نے فوراً دے دیا۔ وہ روپے لیکر قرضخواہ کے پاس آئے۔ اُس کو رحم آگیا اور مکان اور روپے دونوں اُن کے حوالے کردیئے۔ وہاں سے اُٹھ کر قیس رضؓ کے پاس پہنچے اور تیس ہزار کی رقم واپس کی۔ قیس رضؓ نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ جو چیز ہم دے دیتے ہیں اُس کو پھر واپس نہیں لیتے۔ (استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۳۹)

ایک ضعیفہ اپنی مفلوک الحالی اور فقر کی شکایت لے کر آئی اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یعنی اناج نہیں ہے جسکی وجہ سے ہوں۔) فرمایا سوال نہایت عمدہ ہے، اچھا جاؤ، اب تمہارے گھر میں چوہے ہی چوہے نظر آئیں گے چنانچہ اُس کا گھر غلّہ، روغن اور دوسری کھانے کی چیزوں سے بھروا دیا۔

آبائی جا ' ؛ یں نہایت استغنا اور سیر چشمی ظاہر کی۔ آپ کے والد حضرت سعد رضی اللہ ۔ ہ شام روانہ ہوتے وقت اپنی تمام جائداد اولاد پر تقسیم کر گئے تھے۔ ایک لڑکا اُن کی وفات کے بعد پیدا ہوا، اُس کا حصّہ اُنھوں نے نہیں لگایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے قیسؓ کو مشورہ دیا کہ اُس تقسیم کو فسخ کر کے ازسرِ نو حصّہ لگائیں۔ اُنھوں نے کہا، میرے والد جس طرح حصّہ لگا گئے ہیں بدستور باقی رہیں گے۔ البتہ میرا حصّہ موجود ہے وہ میں اسکو دیدیتا ہوں۔ (استیعاب ج۲ ص۵۳۹)

**ف:** اس سے اپنے والد محترم کے وصیت کی کسقدر تعظیم وانقیاد کا جذبہ معلوم ہوا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اپنے والد کی وفات کے بعد بھائی کی کسقدر رعایت فرمائی کہ اسکو اپنا حصّہ دینے پر آمادہ ہو گئے جو یقیناً آخرت میں والد صاحب کی رضا وخوشنودی کا موجب ہوگا۔ (مرتب)

**وفات:** سنہ ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ

## حضرت سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** عمران نام، ابونجید کنیت۔ سنہ ہجرت کے ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے والد اور آپ کی بہن بھی اس شرف سے مشرف ہوئیں۔

**فضل وکمال** حضرت عمرانؓ فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز ترین

صحابہ میں تھے۔ علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ

كَانَ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ
حضرت عمران رضؓ فضلاء و فقہاء صحابہؓ میں تھے۔

بصرہ کی مسجد میں مستقل حلقۂ درس تھا۔ آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ بڑے بڑے صحابہؓ آپ کے تفقہ کے قائل تھے۔ جس راستہ سے گزرتے لوگ مسائل دریافت کرتے۔

عام طور پر لباس بہت سادہ استعمال کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی تحدیثِ نعمت اور اظہارِ شکر کے لئے بیش قیمت کپڑا بھی زیب تن کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ خلافِ معمول خز کی چادر اوڑھ کر نکلے اور کہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے پر احسان وانعام کرتا ہے تو اُس کا ظاہری اثر بھی اُس پر ہونا چاہیئے۔

**ف :** حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اِس مسئلہ پر برابر کلام فرماتے تھے کہ قیمتی لباس استعمال کر لینا سُنّت کے خلاف نہیں بلکہ عینِ سُنّت ہے۔ اور اِسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خز کی قیمتی چادر بھی استعمال فرمائی ہے تاکہ اُمراء کے لئے یہ سُنّت ہو جائے۔ مگر افسوس کہ اکثر وہ لوگ جو علماء ومشائخ سے کدر رکھتے ہیں اُن پر اعتراض کرتے ہیں۔

العیاذ باللہ (مرتب)

### مرنے کے وقت وصیّت

آخر عمر میں جب زندگی سے مایوس ہوگئے تو تجہیز وتکفین کے متعلق یہ ہدایات دیں:۔

"جنازہ جلدی جلدی لے کر چلنا، یہود کی طرح آہستہ نہ لے چلنا۔

جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ و نوحہ نہ کرنا، دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھانا۔

نالہ و نوحہ کے روکنے میں اتنی سختی برتی کہ اپنے متروکہ مال میں بعض اعزہ کو وصیت کی تھی مگر اُس وصیت میں یہ شرط رکھ دی تھی کہ جو عورت نالہ و شیون کرے گی اُس کے متعلق وصیت منسوخ ہو جائے گی۔

**ف**: سُبحان اللہ، سُنّتوں پر عمل کرنے کا آپ کو کس قدر اہتمام تھا جو ہم سب کے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

**وفات**: ۵۲ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

(سیر صحابہ ص ۱۷۵/۴)

## حضرت سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

**نام و نسب**: ۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سعید نام رکھا گیا۔ نسب نامہ یہ ہے: سعید بن العاص بن سعید بن عاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اُموی۔

**فضل و کمال**: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی کتابت کے لئے جو جماعت منتخب کی تھی، اُن میں ایک سعید بھی تھے۔ اور قرآن مجید کی کتابت میں صرف و نحو اور زبان کی صحت کی نگرانی ان ہی کے متعلق تھی۔ کوفہ اور مدینہ کے گورنر بھی ہوئے۔

**حکیمانہ اقوال**: حضرت سعید نہایت عاقل و زیرک تھے۔ اُن کے بہت سے حکیمانہ مقولے ضرب المثل ہو گئے تھے۔ کہا کرتے تھے:

شریف سے مذاق نہ کرو، اِس لئے کہ اس سے اسکو تکدر و انقباض ہوگا، تو وہ تم سے

جلنے لگے گا۔ اور کمینہ آدمی سے اس لئے مذاق نہ کرو کہ وہ تم پر جری و بیباک ہو جائیگا۔

کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کرنے میں بہت محتاط تھے، کسی چیز کے متعلق پسندیدگی و ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ دل بدلتا رہتا ہے، اس لئے انسان کو اظہار رائے میں احتیاط کرنی چاہئے اور ایسا نہ کرنا چاہئے کہ آج ایک چیز کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو، اور کل اُسکی مذمت شروع کردے (سیر الصحابہ ج، ص۲۶)

ف: سُبحان اللہ، کیسی حکیمانہ بات ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ آجکل عموماً جلد باز لوگ کسی شخص یا کسی مسئلہ میں سخت رائے قائم کر لیتے ہیں بلکہ اُس کے مطابق سخت رویہ اختیار کرلیتے ہیں، مگر بعد میں اکثر ان حضرات کو غلطی کا احساس ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں۔ مگر اب پچھتانے سے کیا فائدہ۔

(مرتب)

**وفات:** حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ (حوالہ بالا)

---

## حضرت سیّدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ

**نام، نسب اور اسلام** ہشام نام، والد کا نام حکیم تھا۔ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی۔

## امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ہشام کے صحیفۂ اخلاق میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عنوان بہت نمایاں ہے انھوں نے اس کو اپنا مقصدِ حیات قرار دے لیا تھا۔ تمام اربابِ سیر اس بات پر متفق ہیں کہ "کَانَ مِمَّنْ یَامُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ" یعنی ہشام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں میں تھے۔ اس فریضہ کی خاطر انھوں نے کسی سے دوستانہ تعلقات نہیں پیدا کئے۔ اور اہل وعیال کے جھگڑوں سے بھی آزاد رہے۔ ایک سیاح کی طرح چکر لگا کر ہر جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

اُن کی تبلیغ کا دائرہ غرباء کے جھونپڑوں سے لیکر اُمراء وعمال کے محلات اور ایوانِ حکومت تک یکساں وسیع تھا۔ عہد فاروقی رضؓ کے مشہور فوجی افسر اور والئ حکومت حضرت عیاض رضؓ نے فتوحات کے سلسلہ میں کسی کو کوڑے لگائے، ہشام رضؓ نے اُنھیں سخت تنبیہ کی۔ عیاض ایک ممتاز افسر تھے انکو ہشام کی یہ علانیہ تنبیہ بہت ناگوار ہوئی اور اس سے اُن کو بڑی تکلیف پہنچی چونکہ ہشام رضؓ کی اس میں کوئی ذاتی غرض شامل نہ تھی اس لئے دو تین دن کے بعد اُنھوں نے عیاض سے معذرت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ آخرت میں زیادہ عذاب اُس شخص پر ہوگا جو دُنیا میں لوگوں کو عذاب دے گا۔ عیاض نے کہا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو افعال دیکھے اور جو اقوال سُنے وہ میں نے بھی دیکھے اور سُنے۔ لیکن تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھول گئے کہ "جو شخص کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو اُس کو علانیہ نہ کرنا چاہئے، بلکہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے جاکر سمجھا دینا چاہئے۔ اگر وہ قبول

کر لے تو فبہا، ورنہ کہنے والا اس فرض سے سُبکدوش ہوگیا۔

ف: سُبحان اللہ، حضرت عیاضؓ نے بھی کیا ہی خوب تنبیہ فرمائی۔ اِس لئے ہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے اسکی رعایت ضروری ہے۔ (مترجم)

حضرت عمرؓ کو اُن کے اِس احتساب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے وہ ناپسند کرتے، تو فرماتے کہ جبتک میں اور ہشام زندہ ہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

**فضل و کمال** قرآن کریم کی بعض سورتوں کی تعلیم براہِ راست زبانِ وحی والہام سے حاصل کی تھی۔ اِس لئے بعض مرتبہ قرارت میں اُن کا علم کبارِ صحابہؓ کے مقابلہ میں زیادہ صحیح نکلتا تھا۔ ایک مرتبہ ہشامؓ نماز میں سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو اُنھیں عام قرارت سے اُن کی قرارت میں اختلاف معلوم ہوا۔ ہشامؓ نے سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے اُن کو چادر سے کس لیا اور پوچھا، اِس طریقہ سے تم کو کس نے پڑھایا؟ اُنھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم جھوٹ کہتے ہو، مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ آیتیں تعلیم دی ہیں، مگر اِس میں اور تمھاری قرارت میں اختلاف ہے۔ اور اُنھیں کشاں کشاں کھینچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر عرض کیا، یارسول اللہ! قرآن کی قرارت یہ ایسے حروف میں کرتے ہیں، جس کے خلاف آپ نے مجھے تعلیم دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو پڑھا کر سُنا اور فرمایا، اِن دونوں قراتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے، جو اُن میں آسان معلوم ہو، اُسے اختیار کرو۔

**وفات** حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا انتقال اُن کے والدؓ سے پہلے ہوا۔ اور اُن کے والد کا انتقال ۵۴ سنہ ھ میں ہوا۔
نور اللہ مرقدہٗ (سیر صحابہ صفحہ ۱۴۲)

## حضرت سیدنا حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** حنظلہ نام، ابوربعی کنیت ہے۔ اسلام لانے کے بعد مراسلاتِ نبویؐ کی کتابت کا عہدہ سپرد ہوا۔ اس لئے کاتب اُن کے نام کا جزو ہو گیا۔

**صفائے قلب اور قوتِ ایمانی** حضرت حنظلہؓ کی قوتِ ایمانی اور صفائے قلب کا اِس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اِس طرح جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا کہ اُس کے مناظر آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ حضرت حنظلہؓ بھی اِس خطبہ میں تھے۔ یہاں سے اُٹھ کر گئے تو فطرتِ انسانی کے مطابق تھوڑی دیر میں سب مناظر بھول گئے اور بال بچوں میں پڑ کر ہنسنے بولنے لگے۔ لیکن پھر تنبہ ہوا، عبرت پذیر دل نے ٹوکا کہ اتنی جلدی یہ سبق فراموش ہو گیا۔ اُسی وقت روتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا خیر تو ہے ؟ کہا، ابوبکر! حنظلہ منافق ہو گیا۔ ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں جنت و دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا اور آتے ہی سب کو بھلا کر بیوی بچوں اور مال و دولت کی دلچسپیوں میں مشغول ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے

فرمایا، میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ چنانچہ دونوں حضرات خدمتِ نبویؐ میں پہنچے۔ آپؐ نے دیکھ کر پوچھا، حنظلہ! کیا بات ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہوگیا۔ آپ نے جس وقت جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا اُس وقت معلوم ہوتا تھا کہ دونوں نگاہوں کے سامنے ہیں۔ خطبہ سُن کر گھر گیا تو سب بھلا کر بیوی بچوں اور مال و جائداد میں مصروف ہوگیا۔

یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حنظلہ! اگر تم لوگ اُسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت میں میرے پاس سے اُٹھ کر گئے تھے تو ملائکہ آسمانی تمہارے جلسہ گاہوں، تمہارے راستوں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے۔ لیکن حنظلہ! ان چیزوں کا اثر گھڑی دو گھڑی ہی رہتا ہے۔ (سیر صحابہ ۵/۱۴۳)

**ف**: سُبحان اللہ، ہم سب کیلئے کتنی تسلی کی بات ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس میں ساری اُمت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر کریں اور قلب پر نگاہ رکھیں، اور اگر کمی کوتاہی محسوس ہو تو ناامید بھی نہ ہوں بلکہ اللہ کے فضل کے امیدوار رہیں، کہ انشاء اللہ ایک نہ ایک دن ضرور اصلاح ہوجائیگی۔ (مرتب)

# وفات

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد ہوا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ (تقریب التہذیب صہ ۱۸۲)

# حضرت سیّدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ

**نام، نسب اور اسلام** سہیل نام، ابو یزید کنیت ہے۔ رؤسار قریش میں سے تھے صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت ان ہی کو سپرد ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین سے واپسی کے وقت اسلام لائے۔

**فتنۂ ارتداد کے وقت آپ کی مساعی** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اُٹھا تو بہت سے نئے نئے مسلمان ڈگمگا گئے تھے۔ لیکن سہیل رضؓ کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تذبذب نہ پیدا ہوا۔ اور اُنھوں نے قبائل مکہ کو اسلام پر قائم رکھنے کی بڑی کوششیں کیں۔ چنانچہ جب اُنھوں نے قبائلِ مکہ میں اسلام سے برگشتگی کے آثار دیکھے تو تمام قبیلہ والوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ :-

برادرانِ اسلام! اگر تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے تھے تو وہ دوسرے عالم کو سدھار گئے۔ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود برحق (اللہ) کی پرستش کرتے تھے، تو وہ حی وقیوم اور موت کی گرفت سے بالاتر ہے۔

برادرانِ قریش! تم سب سے آخر میں اسلام لائے ہو، اِس لئے سب سے پہلے چھوڑنے والے نہ بنو۔ محمدؐ کی موت سے اسلام کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہوگا۔ مجھ کو یقین کامل ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح اسلام ساری دُنیا میں پھیلے گا اور سارے عالم کو منور کرے گا۔ یاد رکھو! جس شخص نے دائرۂ اسلام سے باہر قدم رکھنے کا ارادہ کیا، میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔

حضرت سہیلؓ کی اس مؤثر، دلپذیر اور پرجوش تقریر نے مذبذبین کے دلوں کو پھر سے اسلام پر ثابت کر دیا۔ اور مرکزِ اسلام (مکہ) فتنۂ ارتداد کی وبا سے بچ گیا۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تصدیق ہوگئی کہ ممکن ہے سہیل سے کبھی پسندیدہ فعل کا ظہور ہو۔

فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے میں آپؓ کے گھر بھر نے بلیغ کوشش کی۔ چنانچہ یمامہ کی مشہور جنگ میں سہیلؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ شہید ہوئے۔

## قبولِ اسلام کے بعد کثرتِ عبادت

قبولِ اسلام کے بعد وہ ہمہ تن عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ سہیل بن عمروؓ اسلام کے بعد بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، صدقات دیتے تھے۔ صاحب" اسد الغابہ" کا بیان ہے کہ: اُن رؤسائے قریش میں جو بالکل آخر یعنی فتح مکہ میں شرف باسلام ہوئے سہیل بن عمروؓ سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا، روزہ رکھنے والا، صدقہ دینے اور آخرت کے دوسرے اعمال میں تندہی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ شدتِ ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے، رنگ و روپ بدل گیا تھا۔ اکثر رویا کرتے تھے، بالخصوص قرآن کی تلاوت کے وقت بہت گریہ طاری رہتا تھا۔ مشہور فاضل صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہتا رہتا تھا۔ (سیر الصحابہؓ)

## وفات

سعد بن فضا جو کہ شام کے جہاد میں سہیلؓ کے ساتھ تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سہیلؓ نے کہا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک گھڑی صرف کرنا گھر کے تمام عمر کے اعمال سے بہتر ہے۔ اس لئے اب میں شام کا جہاد چھوڑ کر گھر نہ جاؤں گا اور یہیں جان دوں گا۔ اس عہد پر اس سختی سے قائم رہے کہ طاعون عمواس میں بھی نہ ہٹے اور ۱۸ سنہ ھ میں اُسی وبا میں شام کے غربت کدہ میں جان دی۔ رضی اللہ عنہ (اصابہ ص۱۴۷ ج۳، سیر صحابہ ص۸۵ ج۴)

## حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

**نام، نسب اور اسلام** واثلہ نام، ابو قرصافہ کنیت ہے۔ ۹ سنہ ھ میں غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے قبول اسلام کے ارادہ سے مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا، جاؤ، پانی اور بیر کی پتیوں سے غسل کرو۔ اور زمانۂ کفر کے بالوں کو صاف کراؤ۔ یہ کہہ کر ان کے سر پر دست شفقت پھیرا

**غزوۂ تبوک** ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی غزوۂ تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ تمام مجاہدین اپنا اپنا سامان درست کر رہے تھے، واثلہؓ بھی تیاری کرنے کے لئے گھر گئے وہاں کچھ نہ تھا، اس لئے واپس آئے۔ اُن کی واپسی تک مجاہدین کا قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور اُن کے شرکت کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی، لیکن ذوق جہاد بے تاب کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے مدینہ کی گلیوں میں

پھر پھر کر صدا لگانا شروع کی کہ کون مجھ کو میرے مالِ غنیمت کے بدلہ میں تبوک لے چلتا ہے؟ اتفاق سے ایک انصاری بزرگ بھی باقی رہ گئے تھے، انھوں نے کہا، میں لے چلوں گا، کھانا میں دوں گا اور اپنی سواری پر بٹھاؤں گا، اللہ تعالیٰ کی برکت پر بھروسہ کرکے تیار ہو جاؤ۔ واثلہؓ کو تیاری ہی کیا کرنی تھی، فوراً ساتھ ہو گئے۔ انصاری بزرگ نے نہایت حسن سلوک اور شریفانہ طریقہ سے انھیں رکھا۔ اور وہ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد اُس کے مالِ غنیمت میں چھ اونٹنیاں واثلہؓ کے حصہ میں بھی آئیں، شرط کے مطابق وہ اُن اونٹنیوں کو انصاری بزرگ کے پاس لائے۔ انھوں نے ان اونٹنیوں کی چال ڈھال وغیرہ کو دیکھنے کے بعد کہا، تمھاری یہ سب اونٹنیاں نہایت اچھی ہیں۔ واثلہؓ نے کہا شرط کے مطابق سب حاضر ہیں، انصاری بزرگ نے کہا، بھتیجے! تمھاری اونٹنیاں تمھیں مبارک ہوں تم انھیں لے جاؤ، میرا مقصد صرف ثوابِ آخرت تھا۔

## فضل و کمال

واثلہؓ اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔ اصحابِ صُفّہ کا مشغلہ تعلیم و تعلّم تھا۔ اس لئے واثلہؓ کا بھی یہی شغل تھا۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کی بھی سعادت حاصل کرتے تھے۔ گو اس سعادت کی مدت سال سوا سال سے زیادہ نہ تھی، تاہم اس تقریب سے انھیں خدمتِ نبوی ؐ کی حاضر باشی اور استفادہ کا موقع مل جاتا تھا۔ اس لئے بہت سی احادیثِ نبوی ؐ ان کے حافظہ میں تھیں۔

## روایتِ حدیث میں واثلہؓ کا اصول

روایتِ حدیث میں واثلہؓ الفاظ کی

پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے، بلکہ روایت بالمعنی یعنی صرف حدیث کا صحیح مفہوم اور منشار بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے۔ اُن کی حدیث دانی کی وجہ سے شائقینِ حدیث اُن کے پاس سماع کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مکحول نے آکر کہا۔ ابو الاسقع! کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں آپ کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو، نہ اسمیں کوئی زیادتی ہو اور نہ کچھ بھولے ہوں۔ یہ شرائط سُن کر واثلہؓ نے حاضرین سے سوال کیا، تم میں سے کسی نے گزشتہ شب کو قرآن پڑھا ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں، لیکن ہم حافظ نہیں ہیں۔ بولے، جب قرآن کو جو تمھارے پاس لکھا ہوا موجود ہے صحیح طور پر حافظہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتے اور اُس میں تم کو کمی بیشی ہو جانے کا خوف رہتا ہے، تو حدیثیں جن کو بیشتر حالتوں میں ہم نے صرف ایک ہی مرتبہ سُنا ہے بعینہٖ کیونکر یاد رہ سکتی ہیں۔ روایت حدیث میں تمھارے لئے اتنا کافی ہے کہ حدیث کا مفہوم اور اُس کے صحیح معنی بیان کر دو۔

**عبادت** حضرت واثلہؓ اوراد و وظائف ماثورہ نہایت پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اُن کی صاحبزادی اسمار کا بیان ہے کہ میرے والد نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک قبلہ رُخ بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے تھے۔ اور اُس وقت جب کبھی میں اُن سے کسی ضرورت سے بات کرنا چاہتی تو بولتے نہ تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا، آپ بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد بغیر کسی سے بات کئے ہوئے سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ تلاوت کرے تو اُس کے اُس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ف: سبحان اللہ، اس وقت کے وظیفہ کی کیسی فضیلت ثابت ہوئی۔ مگر افسوس کہ اس سے عموماً بے التفاتی برتی جارہی ہے۔ (مرتب)

**فیاضی** ابتدا میں نہایت نادار تھے اسی لئے اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے تھے، بعد میں اللہ نے فارغ البال کیا۔ فارغ البالی کے زمانہ میں نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، صبح شام دونوں وقت برابر لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے تھے۔

ف: تمام فارغ البال لوگوں کو ایسی ہی فیاضی کا ثبوت دینا چاہیے مگر افسوس کہ بہت سے اصحاب ثروت بخل کا شکار ہو جاتے ہیں اور ضروری مواقع پر بھی خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب لوگوں کو خیر کے مواقع پر خرچ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

## وفات

۳۵ھ میں ایک سو پانچ سال کی عمر میں وفات پائی۔

رضی اللہ عنہ (سیر الصحابہ ج۴ ص۲۳۴)

## سید الشہداء حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** حمزہ نام، ابو یعلیٰ اور ابو عمارہ کنیت، اسد اللہ لقب، والد کا نام عبد المطلب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا کہ اُن کی والدہ ہالہ بنت وہیب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔

اِس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے۔

**اسلام** ایک روز حسب معمول شکار سے واپس آرہے تھے۔ کوہ صفا کے پاس پہنچے تو ایک لونڈی نے کہا، ابوعمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھتے۔ وہ خانۂ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت گالیاں دیں، اور بہت بری طرح ستایا، لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لوٹ گئے۔ یہ سننا تھا کہ رگ حمیت میں جوش آگیا۔ تیزی کے ساتھ خانۂ کعبہ کی طرف بڑھے۔ اُن کا قاعدہ تھا کہ شکار سے واپس آتے ہوئے کوئی راہ میں مل جاتا تو کھڑے ہوکر اُس سے ضرور دو باتیں کرلیتے تھے لیکن اُس وقت جوشِ انتقام نے مغلوب الغضب کردیا تھا، کسی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اور سیدھے خانہ کعبہ پہنچ کر ابوجہل کے سر پر زور سے اپنی کمان دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ یہ دیکھ کر بنی مخزوم کے چند آدمی ابوجہل کی مدد کے لئے دوڑے اور بولے، حمزہ! شاید تم بھی بددین ہوگئے۔ فرمایا جب اُس کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہوگئی تو کون سی چیز مجھے اُس سے باز رکھ سکتی ہے۔ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے۔ اللہ کی قسم! اب میں اِس سے پھر نہیں سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو۔ ابوجہل نے کہا۔ ابوعمارہ کو چھوڑ دو، اللہ کی قسم

میں نے ابھی اُس کے بھتیجے کو سخت گالیاں دی ہیں۔

یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور و ناتواں ہستیوں پر محدود تھا۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے دفعتہً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کا سدّباب ہوگیا۔ کیونکہ اُن کی شجاعت و جانبازی کا تمام مکہ لوہا مانتا تھا۔

## مواخات

مکہ کی مواخات میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت حمزہؓ کے اسلامی بھائی قرار پائے۔ اُن کو حضرت زیدؓ سے اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو اُن ہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

## شہادت

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ جنگ بدر میں چُن چُن کر اکثر صنادید (سرداروں) قریش کو تہِ تیغ کیا تھا، اس لئے تمام مشرکین قریش سب سے زیادہ اُن کے خون کے پیاسے تھے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم نے ایک غلام کو جس کا نام وحشی تھا اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام پر خاص طور سے تیار کیا تھا اور اُس کے صلہ میں آزادی کا لالچ دلایا تھا۔ غرض وہ جنگ اُحد کے موقع پر ایک چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دفعہ قریب سے گذرے تو اُس نے اچانک اپنا حربہ اس زور سے پھینک کر مارا کہ دو ٹکڑے ہوکر گر پڑے۔ اس اللہ کے شیر کی شہادت پر کفار کی عورتوں نے خوشی و مسرت کے ترانے گائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے ناک کان کاٹ کر زیور بنائے۔ نیز شکم چاک

کر کے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو پوچھا "کیا اس نے کچھ کھایا بھی ہے"؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں! فرمایا، اے اللہ! حضرت حمزہؓ کے کسی جزو کو جہنم میں داخل ہونے نہ دینا۔

## تجہیز و تکفین

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں، بھائی کی شہادت کی خبر سنی تو روتے ہوئے جنازہ کے پاس آئیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے نہ دیا اور تسلی و تشفی دے کر واپس فرمادیا۔ حضرت صفیہؓ اپنے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو دو چادریں دے گئی تھیں کہ اُن سے کفن کا کام لیا جائے۔ لیکن پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن تھی۔ اس لئے اُنھوں نے دونوں شہیدانِ ملت میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی۔ اُس ایک چادر سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھُل جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سے چہرہ چھپاؤ اور پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔ غرض اِس حیرت انگیز طریقہ سے سیدالشہداءؓ کا جنازہ تیار ہوا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز پڑھائی۔ اُس کے بعد ایک ایک کر کے شہدائے اُحد کے جنازے ان کے پہلو میں رکھے گئے اور آپؐ نے علیحدہ علیحدہ ہر ایک پر نماز پڑھائی۔ اِس طرح تقریباً ستر نمازوں کے بعد غازیانِ دین نے بصد اندوہ و الم اس اللہ کے شیر کو اُسی میدان میں سپرد خاک کیا۔ رضی اللہ عنہ۔

بعد ایک عرصہ کے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی جب اسلام قبول کر کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں دیکھ کر پوچھا، کیا تم ہی وحشی ہو؟ انھوں نے عرض کیا، ہاں! آپؐ نے پوچھا،

تم نے حضرت حمزہ رضؓ کو شہید کیا تھا؟ بولے، حضور کو جو کچھ معلوم ہوا وہ صحیح ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو؟ اگر ہوسکے تو ایسا کرو چنانچہ اُس کے بعد وہ تمام عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ گئے اور آپؐ کو اپنا چہرہ نہ دکھلایا۔

**ف** : اِس واقعہ سے دو اہم باتیں مفہوم ہوئیں جو قابلِ اتباع ہیں۔ (مرتب)

پہلی بات یہ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت وحشی رضؓ کی ساری خطائیں خود بخود عند اللہ معاف ہو گئیں۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر سے بھی ان کی جملہ لغزشیں محو ہوگئی تھیں۔ تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فطری اور طبعی محبت کی بنا پر غیر اختیاری طور سے حضرت وحشی رضؓ کو سامنے آنے سے روک دیا، تاکہ اُن کے دیکھنے سے قلب پر حزن وغم کا شدید اثر نہ ہو۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی مربی، شیخ، اُستاذ اور مقتدا وامام کسی ایسے کام کے کرنے کا امر فرمائے جو بظاہر طالب کے مزاج کے خلاف ہو، تب بھی اسکو بے چون وچرا مان لینا عینِ سعادت اور دین وشریعت کی اتباع ہے چنانچہ یقین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت سے خواہ ایک لمحہ ہی کی ہو، اِس سے صحابیت کا شرف تو حاصل ہو ہی گیا تھا جو ہزاروں قطبیت سے بالاتر ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشار و مرضی اور آپؐ کے صریح امر کے بعد حضورؐ سے آپ کی غایت عقیدت ومحبت کے باوجود آپؐ کی صحبت سے صبر کرنا انشاء اللہ مزید موجبِ شرف وکرامت عند اللہ ہوگا۔ (مرتب)

## حضرت وحشیؓ کا کارنامہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب مسیلمہ کذاب پر فوج کشی ہوئی تو حضرت وحشیؓ بھی اُس میں شریک ہوئے اِس امید پر کہ شاید میں اُس کو قتل کر کے حضرت حمزہؓ کے نقصان کی تلافی کر سکوں۔ چنانچہ وہ اپنے اِس ارادہ میں کامیاب ہوئے۔ اِس طرح اللہ تعالےٰ نے اُن کی ذات سے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچایا تھا اُس سے زیادہ فائدہ پہنچایا۔ رضی اللہ عنہ (سیر صحابہ ص۱۸۸ ج۲)

## حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہما

**نام ونسب** اُسامہ نام، ابو محمد کنیت، محبوب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لقب، والد کا نام زید تھا۔

**پیدائش، اسلام اور ہجرت** ہجرت سے چھ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے اُن کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے۔ اور ان کی ماں برکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی ہوئی تھیں۔ اس لیے ان کو ماں اور باپ دونوں طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا شرف ورثہ میں ملا تھا۔ اُنھوں نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لیئے اُن کی زندگی کا کوئی حصّہ کفر وشرک کی آلودگیوں سے ملوث نہ ہوا۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے خاص محبت** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان مبارک سے

اس کا اظہار فرمایا ہے اور اسامہؓ کے ساتھ آپؐ کا طرزِ عمل بھی اِس کا شاہد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلقین میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی لیکن حضرت اُسامہ بن زیدؓ وہ شخص ہیں جو اس محبت میں بھی شریک تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک زانو پر حضرت اُسامہؓ کو بٹھاتے اور دوسرے پر حضرت حسنؓ کو اور دونوں کو ملا کر فرماتے کہ اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں، اِس لئے تو بھی رحم فرما۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اِن دونوں سے محبت کرتا ہوں اِس لئے تو بھی محبت فرما۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسامہؓ مجھ کو سب لوگوں سے محبوب تر ہے۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ اس کا باپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اب یہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت دحیہ کلبیؓ نے کتان کا کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا۔ آپؐ نے وہ کپڑا حضرت اُسامہؓ کو پہنا دیا اور اُنھوں نے اپنی بیوی کو دیدیا۔ ایک دن آپؐ نے پوچھا، کتان کیوں نہیں پہنتے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اسے بیوی کو دے دیا۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اُس سے کہہ دو کہ نیچے سینہ بند پہن لے ورنہ بدن دکھائی دیگا۔

**ف** : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ستر عورت کا کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ مگر آج مسلمان عورتوں کا اس پر عمل تو کیا اِس سے بیزاری معلوم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے بے حیائی اور بے پردگی عام ہوتی

جارہی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (مرتب)

**خدمتِ رسول ﷺ** حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا شانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے آتے جاتے تھے اور اکثر سفر میں بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ اس لئے خدمتِ نبوی ﷺ کا زیادہ موقع ملتا تھا۔ اکثر وضو وغیرہ کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

**اطاعتِ والدین** والدین کی خوشنودی کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور اُس میں بڑی مالی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی، اُس زمانہ میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اُس کا مغز نکالا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ آجکل درختوں کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے اور تم اُس کو ضائع کر رہے ہو۔ کہا، میری ماں نے فرمائش کی تھی۔ اور وہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہیں اگر اُس کا حصول میرے امکان میں ہوتا ہے تو میں اُس کو ضرور پوری کرتا ہوں۔

**اخلاق وعادات** چونکہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ تربیت میں پرورش پائی تھی اس لئے اُن پر قدرۃً تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا اثر تھا۔

**پابندئ سنّت** سُنّت کی پابندی شدّت سے کرتے تھے۔ آخر عمر میں جبکہ قویٰ ریاضتِ جسمانی کے متحمل نہ تھے اُس وقت بھی مسنون روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غلام نے

کہا، اب آپ کی عمر ضعف و ناتوانی کی ہے، آپ کیوں دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزوں کا التزام کرتے ہیں؟ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی احادیث کا کافی ذخیرہ آپ کے سینہ میں موجود تھا۔ جس کی وجہ سے کبار صحابہؓ بھی آپ کی طرف رجوع کرتے تھے چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کو جب طاعون کے متعلق کوئی حکم نہ ملا تو اسامہؓ سے پوچھا، تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طاعون ایک قسم کا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر بھیجا گیا۔ اِس لئے جب سنو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جہاں یہ وبا پھیلے وہاں سے نہ نکلو۔

**وفات** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر زمانۂ امارت ۵۴ سنہ ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اُس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (سیر صحابہ ص۱)

## حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

**نام و نسب** خالد نام، ابوسلیمان کنیت، سیف اللہ لقب، والدہ کا نام لبابہ تھا۔ یہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قریبی عزیزہ تھیں۔

**اسلام** حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اسلام کا زمانہ ۶ سنہ ھ اور ۸ سنہ ھ کے درمیان ہے۔

**احترامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم** آپؓ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام تھا کہ کسی کی زبان سے آپؐ کی شان میں کوئی ناروا کلمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

**آثارِ نبویؐ سے عقیدت** آپؓ ہر اُس چیز کے ساتھ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ انتساب حاصل ہوتا والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ایک ٹوپی میں سلوا لئے تھے جس کو پہن کر میدانِ جنگ میں جاتے تھے۔

**جہاد فی سبیل اللہ** حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کتابِ زندگی کا سب سے روشن باب جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی میں گزرا۔ آپ کے اِسی ذوقِ جہاد اور شجاعت سے پُر کارناموں کے صلہ میں آپ کو دربارِ نبویؐ سے سیف اللہ کا لقب ملا۔ تقریباً سوا سو لڑائیوں میں آپ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو زخموں سے خالی ہو۔

**اشاعتِ اسلام** اِشاعتِ اِسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپؐ کے بعد بھی برابر اِس فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے جو سرایا[ع] بھیجے اُن میں سے متعدد سریے آپ کی سرکردگی میں کیے گئے۔

**وفات:** آخر عمر میں مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے اور کچھ دن

ع جمع ہے سریہ کی۔ جس جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں ہوئے اسکو سریہ کہتے ہیں۔ (مرتب)

بیمار رہ کر ۲۲ سنہ ھ میں وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ آپ کے جنازہ میں شریک تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (سیر صحابہ ج ۲ صفہ ۱۵)

# حضرت سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ

**نام ونسب** حسّان نام، ابوالولید کنیت، شاعرِ رسول لقب، والد کا نام ثابت، والدہ کا نام فریعہ تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔

**اسلام** حضرت حسان رضی اللہ عنہ حالت ضعیفی میں اسلام لائے۔ ہجرت کے وقت ساٹھ برس کا سن تھا

**دفاعی نظمیں** حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار رہے۔ انھوں نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے۔ لیکن اِس کے باوجود اُن کا کلام فحاشی سے بالکل پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

حسان اِاَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ — اے حسان! میری طرف سے جواب دو، اے اللہ! روح القدس کے ذریعہ اسکی تائید کر۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا:۔

اھجھم وجبریل — یعنی تم مشرکین کی ہجو کرو اور جبرئیل

معک۔ تمھارے ساتھ ہیں۔

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

انّ قولہ فیھم اشد من وقع النبل۔ حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) کا شعر اُن پر تیر ونشتر کا کام کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ اُس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوتے تھے۔ جب بنو تمیم کا وفد آیا اور حضرت حسّان رضؓ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے تو سب کے سب بول اُٹھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب ہمارے خطیب سے اور اُن کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔

اب شعراء رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ منتخب اشعار لکھے جارہے ہیں:۔

وَضَمَّ الْإِلٰہُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اِسْمِہٖ
اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْھَدُ

جس وقت پانچوں نمازوں میں مؤذن کہتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اُس وقت اللہ تعالےٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے اسم مبارک کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ کے کلمہ سے ملا لیتے ہیں۔

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ یَاْسٍ وَّفَتْرَۃٍ
مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے مایوسی کے بعد

اور رسولوں سے کافی وقفہ کے بعد، جبکہ روئے زمین پر بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

فَاَمْسٰی سِرَاجًا مُّسْتَنِیْرًا وَّهَادِیًا
یَلُوْحُ کَمَا لَاحَ الصَّیْقَلُ الْمُهَنَّدُ

پس ہو گئے آپؐ ایسے چراغ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور ہو گئے رہنما۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ چمکتا تھا جیسے ہندوستانی تیز چمکدار تلوار۔

وَاَنْذَرَنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً
وَعَلَّمَنَا الْاِسْلَامَ فَاللّٰهَ نَحْمَدُ

اور آپؐ نے ہم کو دوزخ سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبری سنائی۔ اور ہم کو اسلام کی تعلیم دی۔ لہٰذا ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔

(شعرار الرسول ص۱۵۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کیا ہی خوب فرمایا ؎

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ سے بہتر ذات کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ حسین وجمیل کبھی کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

آپؐ کو تمام عیوب سے پاک وصاف پیدا کیا گیا۔ لگتا ہے آپؐ کو

ویسا ہی بنایا گیا جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔

**اخلاقی نظمیں** ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے کی حیثیت سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا موضوع شاعری وعظ و نصیحت اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

## غدر اور خیانت کی برائی

یَا جَارُ! مَنْ یَّغْدِرْ بِذِمَّۃِ جَارِہٖ
مِنْکُمْ فَاِنَّ مُحَمَّدًا لَمْ یَغْدِرٖ

اے پڑوسی! تم میں جو ہمسایہ سے دھوکہ کرتا ہے۔ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔

**اخلاق و عادات** آپ کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ دربارِ نبوی کے شاعر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کیلئے دعا فرمائی کہ یا اللہ! روح القدس سے اُن کی مدد فرما۔ اس بناء پر بارگاہِ رسالت میں آپ کو خاص تقرب حاصل تھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو جواب دیا کہ میں تم سے بہتر شخص (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا کرتا تھا۔

**وفات:** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ ۵۴ سنہ ھ میں وفات پائی اُس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ (سیر صحابہ ص ۲۸۱/۳)

# سیدنا حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

**نام و نسب:** نام عامر، کنیت ابو عمرو۔ والد کا نام فہیرہ تھا۔

**اسلام:** آپ ابتدا رہی میں حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں، لیکن آخر وقت تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ کرم نے قیدِ غلامی سے نجات دلائی۔ (اسد الغابۃ صفحہ ۹۱ جلد ۳)

**ہجرت:** ہجرت کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تو حضرت عامر بن فہیرہ سے متعلق یہ خدمت تھی کہ وہ دن مکہ کی چراگاہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں چراتے، پھر شام کو غار کے پاس لے آتے، یہاں اُن بکریوں کا دودھ دوہ کر استعمال کیا جاتا۔ صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن ابی بکر جو عموماً شب کے وقت حاضر ہو کر مکہ کی سرگزشت سنایا کرتے، واپس جاتے تو بکریوں کو اُن کے نشانِ قدم پر لے چلتے، تاکہ مشرکین کو کچھ شبہہ نہ ہو۔ غرض جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور سے آگے بڑھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، مدینہ پہنچ کر وہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔ اور حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے۔ مدینہ کی آب و ہوا جن لوگوں کو راس نہ آئی اُن میں سے ایک حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ یہ اس قدر سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو جب مہاجرین کی علالت کی خبر ملی تو آپ نے دعا فرمائی۔
"اے اللہ! تو مدینہ کو مکہ کی طرح یا اُس سے بھی زیادہ ہمارے لئے پسندیدہ بنا اور اس کو بیماریوں سے پاک کر" دعا مقبول ہوئی اور حضرت عامر بن فہیرہ بستر علالت سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔
بئر معونہ: ۴ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر قاریوں کی ایک جماعت کو مشرکین بئر معونہ کی تبلیغ و تلقین پر مامور فرمایا۔ مشرکین نے اِن تمام حضرات کو شہید کر دیا۔ حضرت عامر بن فہیرہ بھی ان میں شامل تھے۔
صرف عمرو بن امیہ ضمریؓ زندہ گرفتار ہوئے۔ عامر بن طفیل نے اُن سے ایک لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ اُس نے کہا، میں نے اِن کو مقتول ہونے کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے، یہاں تک کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق نظر آئے، پھر زمین پر رکھ دئیے گئے۔

(بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

## تعجب انگیز شہادت

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے جس وقت جبار بن سلمی کا نیزہ پار ہوا تو بے ساختہ انکی زبان سے نکلا " فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ " (کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔)
لاش تڑپ کر آسمان کی طرف بلند ہوئی، ملائکہ نے تجہیز و تکفین کی اور روح اقدس کے لئے اعلیٰ علیین کے دروازے کھول دئیے گئے۔ اور یہ ۴ سنہ ھ کا واقعہ ہے
جبار بن سلمی کو اِس کرشمۂ قدرت نے سخت متعجب کیا اور متاثر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی صہ ۳۷، سیر الصحابہ ج ۲ صہ ۲۲۲)

# حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما

**فضل و کمال** | طبقۂ صحابہؓ میں علم و عمل کے مقتدا و امام اور بقول ابن الحنفیہ حبر الامۃ تھے۔ افعال و آثار نبویؐ کے اتباع و پیروئ سُنّت کا اُن کو بہت اہتمام تھا۔ مسلمانوں میں جو جھگڑے ہوئے ان سے بالکل کنارہ کش رہے۔ صحابہؓ میں اُن کا یہ مقام تھا کہ تحکیم کے موقع پر حضرت علیؓ و حضرت سعدؓ وغیرہما کے ہوتے ہوئے خلافت کے لیئے یہی سزاوار مانے گئے تھے۔ اور لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی درخواست کی مگر اُنھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں مسلمانوں میں ذراسی خونریزی کا بھی سبب نہیں بن سکتا۔

حضرت سفیان ثوری رحؒ کا یہ قول نہایت پسند کیا گیا ہے کہ جب مسلمان متفق ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سُنّت و روش قابلِ اقتدار ہے۔ اور جب آپس میں اختلاف ہو جائے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روش اختیار کرنی چاہیئے۔

ایک دفعہ کسی نے مسئلہ پوچھا، اُنھوں نے سر جُھکا لیا اور جواب نہ دیا۔ اُس نے سمجھا، سُنا نہیں، تو بولا شاید آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ آپ نے فرمایا سنا کیوں نہیں۔ لیکن تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ تم جو ہم سے پوچھتے ہو اُسکی بابت خدا کے یہاں ہم سے باز پُرس نہ ہوگی۔ ہم کو مہلت دو، ہم تمھارے سوال پر غور کریں، کوئی جواب ہمارے پاس ہوگا تو بتائیں گے، ورنہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم کو اِس کا علم نہیں ہے۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اکثر سوالوں کے جواب میں بے جھجک یہ کہہ دیتے تھے کہ میں نہیں جانتا۔

**ف**: سُبحان اللہ، اِس میں مفتی و مستفتی دونوں کے لئے کیسی ہدایت

ونصیحت ہے۔ (مرتب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ ممکن نہیں تھا کہ آپؐ کا ذکر آئے اور اُن کی آنکھیں نم نہ ہو جائیں۔ حضرتؐ کی اقامت گاہ کی طرف سے گزرتے تھے تو دل بے چین ہو جاتا تھا، آنکھیں بند کر لیتے تھے۔

جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ کتنی دفعہ ایک ایک مجلس میں اُنھوں نے تیس تیس ہزار درہم اللہ کی راہ میں دے ڈالے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سال ایک لاکھ درہم آپ کی خدمت میں بھیجے۔ سال پورا ہونے سے پہلے ہی آپؓ نے کل خرچ کر دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ جب تک آپ کے دستر خوان پر کوئی یتیم موجود نہ ہوتا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ (اعیان الحجاج ص۶۳)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے اولادِ آدم! اپنے جسم سے تو دُنیا کے ساتھ رہو مگر قلب و ہمت کے اعتبار سے اس سے علیحدہ رہو۔ (طبقات)

**وفات** آپ نے سنہ ۷۳ھ یا سنہ ۷۴ھ میں مکہ میں وفات پائی اور مقام فخ میں ذی طویٰ کے پاس مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر چوراسی سال تھی۔ (اعیان الحجاج ص۶۴ ج۱)

---

# حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

---

**نام و نسب** جندب نام، والد جنادہ بن قیس ... ال کا نام رملہ تھا۔ قبیلہ غفار سے تعلق تھا اسی لئے غفاری کہلائے۔ اور کنیت ابوذر ہے۔

آپ دن کا دن آخرت کے معاملہ میں غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ آپ ایک دن سے زیادہ کے نفقہ کے جمع کرنے کو حرام قرار دیتے تھے۔ آپ کے پاس جب کوئی حاضر ہوتا اور آپ کے گھر میں نظر دوڑاتا تو دنیا کے سامانوں سے کچھ نہ پاتا۔ (طبقات)

آپ کو مسیح الاسلام کہا جاتا ہے جو سرکار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے بموجب اِس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے بڑے سچے آدمی تھے۔

امام سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو! میں جندب غفاری ہوں ایک مہربان خیر خواہ بھائی کے پاس آؤ۔ یہ سُنتے ہی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ جب مجمع اکٹھا ہو گیا تو آپ نے فرمایا:۔

اَرَاَیْتُمْ لَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَرَادَ سَفَرًا اَلَیْسَ یَتَّخِذُ مِنَ الزَّادِ مَا یُصْلِحُہٗ وَیُبَلِّغُہٗ الخ (ترجمہ: لوگو! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے تو کیا وہ زادِ راہ کا سامان نہیں کرتا جس سے اُس کا کام چلے اور منزل تک پہنچ جائے) لوگوں نے کہا ضرور کرتا ہے۔ فرمایا کہ تو پھر قیامت کے سفر کا راستہ بڑی دور کا ہے۔ لہذا کارآمد سامان لے لو۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا۔ بڑی باتوں کے لئے ایک حج کر لو، اور روز قیامت کیلئے کسی سخت گرم دن میں روزہ رکھ لو، اور وحشتِ قبر کے لئے رات کی تاریکی میں دو رکعتیں پڑھ لو، پھر بھلی بات کہو یا بُری بات سے خاموش رہو۔ اُس بڑے دن کے وقوف کیلئے مال خیرات کرو، شاید اُس کی سختی سے نجات مل جائے۔ دُنیا کی زندگی کو دو مجلسوں میں تقسیم کرو، ایک مجلس حلال روزی حاصل کرنے کی، دوسری طلب آخرت کی،

تیسری مجلس مضر ہوگی اور نفع نہ دیگی، اُس کا ارادہ نہ کرو۔ اپنے مال کے دو حصّے کرو، ایک حصّہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور دوسرے کو زادِ آخرت بناؤ، تیسرا مضر ہوگا نفع نہ دیگا، لہٰذا ارادہ نہ کرو۔ پھر پوری آواز سے چلّا کر فرمایا کہ تم کو ایسی حرص نے مار ڈالا جس کو تم کبھی نہ پاؤ گے۔ (اعیان الحجاج ص۲۰)

## آپ کی وفات کا واقعہ

آپ کی حرم محترم نے وفات کے حالات بیان کئے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہوگئی تو میں رونے لگی، پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا، تم ایک صحرا میں سفرِ آخرت کر رہے ہو، یہاں تمھارے اور میرے استعمالی کپڑوں کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہیں جو تمھارے کفن کے کام آئے۔ فرمایا۔ رونا موقوف کرو، میں تم کو ایک خوشخبری سُناتا ہوں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں وہ آگ سے بچانے کیلئے کافی ہیں۔

آپ نے چند آدمیوں کے سامنے جن میں ایک میں بھی تھا، یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اُس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ میرے علاوہ اُن میں سے سب آبادی میں مر چکے ہیں۔ اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں۔ اِس لئے وہ شخص یقیناً میں ہی ہوں۔ اور میں بحلف کہتا ہوں کہ نہ میں نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے۔ اِس لئے گزرگاہ پر جا کر دیکھو، یہ غیبی امداد ضرور آتی ہوگی۔ میں نے کہا، اب تو حُجّاج بھی واپس جا چکے اور راستہ بند ہو چکا۔ فرمایا۔ نہیں، جا کر دیکھو۔ چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے جاتی تھی اور دوسری طرف بھاگ کر اُن کی تیمار داری کرتی تھی۔ یہی دوڑ دھوپ اور تلاش

وانتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دُور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ میں نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آکر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذرؓ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ میں نے کہا، ہاں! وہ لوگ فداہ ابی وامی کہہ کر ابوذرؓ کے پاس گئے۔ پہلے حضرت ابوذرؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سُنائی پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے تو اُسی کپڑے میں مجھ کو کفنانا۔ اور قسم دلائی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھ کو نہ کفنائے۔ اتفاق سے ایک انصاری جوان کے علاوہ اُن میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا، چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا! میرے پاس ایک چادر ہے، اُس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہیں اُن ہی میں آپ کو کفناؤں گا۔ فرمایا، ہاں تم ہی کفنانا۔ اس وصیت کے بعد وفات پائی۔

متعدد روایتوں کے باہم ملانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور کوفہ سے آرہے تھے۔ انہی کے ساتھ مشہور صحابی عبداللہ بن مسعود بھی تھے جو عراق جارہے تھے۔ بہرحال اُس انصاری جوان نے آپ کو کفنایا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور پھر سبھوں نے مل کر اُسی صحرا کے ایک گوشہ میں اُن کو سپردِ خاک کردیا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت ۳۲ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

(سیر صحابہؓ ج ۲ ص ۱۴۷)

# سیدنا حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نام ونسب** نام مقداد، کنیت ابوالاسود، والد کا نام عمرو کندی ہے۔

**اخلاق** حضرت مقداد رضؓ گوناگوں محاسن اخلاق کے مظہر اتم تھے۔ نہایت صاف گو اور سادہ مزاج تھے۔ آغاز اسلام کی عسرت وناداری نے اُن کو حد درجہ جفاکش اور قناعت پسند بنا دیا تھا۔ اُنھوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر جس جوش وشجاعت کا اظہار کیا وہ تمام صحابہؓ کیلئے قابل رشک تھا۔

**اسلام** حضرت مقداد رضؓ دراصل بہرا کے رہنے والے تھے۔ وہ مکہ میں اچھی طرح توطن گزیں نہ ہونے پائے تھے کہ صدائے توحید کانوں میں پڑی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ نے اُن کو اسلام کا شیدائی بنا دیا۔ یہ وہ پُرآشوب زمانہ تھا جب اسلام قبول کرنے کو شدید ترین جرم خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مقدادؓ نے اپنی بے بسی وغریب الوطنی کے باوجود اخفائے حق کو گوارا نہ کیا۔ اور اُن کا اُن صحابۂ کرامؓ کی صف میں شمار ہوتا ہے جنھوں نے ابتدا ہی میں اپنے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ (اسد الغابہ۔ تذکرہ مقدادؓ)

**ہجرت** حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد طرح طرح کے مصائب اور گوناگوں مظالم کا نشانہ بنائے گئے، یہاں تک کہ پیمانۂ صبر وتحمل لبریز ہوگیا اور مکہ چھوڑ کر عازم حبشہ ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد سرزمین حبشہ سے واپس آئے تو مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ ایک عرصہ تک اپنی بعض دشواریوں کے باعث مدینہ جانے سے مجبور رہے۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے اور کفر

واسلام میں فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو یہ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ ایک قریش متجسس دستۂ فوج کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عکرمہ ابن ابی جہل اس کا امیر عسکر تھا۔ راہ میں مجاہدین اسلام کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی حضرت عبیدہ ابن الحارث اس کے افسر تھے، یہ دونوں موقع پاکر مسلمانوں سے مل گئے اور مدینہ پہنچ کر حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی عدیلہ کے محلہ میں مستقل سکونت کے لئے زمین مرحمت فرمائی۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کی دعوت پر انھوں نے اسی حصہ میں رہنا پسند کیا تھا۔

**غزوات** حضرت مقداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ تیراندازی، نیزہ بازی اور شہسواری میں کمال رکھتے تھے۔ غزوۂ بدر میں تنہا آپ ہی شہسوار تھے۔ اصحاب سیر کا اتفاق ہے کہ اُن کے علاوہ کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔

فتح مصر کے وقت جب عمرو بن العاصؓ نے دربار خلافت سے مزید فوج کا مطالبہ کیا تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے تھے۔ اُن میں سے ایک افسر حضرت مقدادؓ بھی تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان چار افسروں میں سے ہر ایک دشمن کے لئے ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے پہنچتے ہی جنگ کا نقشہ بدل گیا اور الحمد للہ فتح نصیب ہوئی۔

**وفات:** حضرت مقدادؓ کی وفات ۳۳ سنہ ھ میں ہوئی جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اور آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ کے بقیع میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (سیر صحابہ ص ۳۹۸/۲)

# سیدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالےٰ عنہ

**نام ونسب** بلال نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام رباح، والدہ کا نام حمامہ تھا۔ یہ حبشی زاد غلام تھے۔ لیکن مکہ ہی میں پیدا ہوئے بنی جمح ان کے آقا تھے۔ (اسدالغابہ ج۱ ص۲۰۶)

**اسلام** حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ صورتِ ظاہری کے لحاظ سے گو سیہ فام حبشی تھے، مگر جن سات بزرگوں نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول فرمایا اُن میں سے ایک حضرت بلال حبشی بھی تھے۔

**ابتلا، واستقامت** حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی گوناگوں مصائب اور طرح طرح کے مظالم سے آزمائش ہوئی۔ تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے مشرکین کے لڑکوں نے آپ کی گردن مبارک میں رسّیاں ڈال کر بازیچۂ اطفال (کھلونا) بنایا لیکن آپ نے اِن تمام آزمائشوں کے باوجود توحید کی رسّی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا ابوجہل اُن کو منہ کے بل سنگریزوں پر لٹا کر اُن کے اوپر پتھر کی چکی رکھ دیتا اور جب آفتاب کی حرارت وسوزش اُن کو بیقرار کر دیتی تو ابوجہل ملعون کہتا کہ بلال! اب بھی محمدؐ کے معبود سے باز آجاؤ۔ لیکن اُس وقت بھی دہن مبارک سے یہی احد، احد نکلتا۔ (اسدالغابہ ج۱ ص۲۰۶)

**آزادی** حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک روز حسب معمول ظلم وستم سے دوچار تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس طرف سے گزرے تو یہ روح فرسا منظر دیکھ کر اُن کا دل بھر آیا۔ اور ایک گرانقدر رقم معاوضہ دے کر

اُنھیں آزاد کرا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ اے ابوبکر! مجھے بھی اِس میں شریک کرلو۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں تو آزاد کرا چکا ہوں۔ (بخاری، باب الاذان)

## تواضع وخاکساری

تواضع وخاکساری اُن کی فطرت میں داخل تھی۔ لوگ اُن کے فضائل ومحاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ میں تو صرف ایک حبشی ہوں جو کل تک معمولی غلام تھا۔ (طبقات ابن سعد ص۶۹ ج۳)

## غزوات

حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات میں شریک تھے۔ غزوۂ بدر میں اُنھوں نے اُمیہ بن خلف کو تہ تیغ کیا جو اسلام کا بڑا دشمن تھا اور خود اُن کی ایذا رسانی میں بھی اُس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا۔

(بخاری باب الاذان)

فتح مکہ میں بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپؐ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس مؤذنِ خاص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل تھا۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ (اسد الغابہ ص۲۷ ج۱)

اُنھیں حکم ہوا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر توحید کی پُرعظمت صدائے تکبیر بلند کریں۔ اللہ کی قدرت کہ وہ حریم قدس جس کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا، مدتوں صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی زاد کے نغمۂ توحید سے گونجا۔ (طبقات ابن سعد ص۱۶۷ ج۳)

## شام میں توطن

حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو شام کی سرسبز وشاداب زمین پسند آگئی تھی، اِس لئے اُنھوں نے وہاں مستقل اقامت اختیار کرلی تھی۔ ایک عرصہ تک شام میں متوطن رہنے

کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں، بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمھارے لئے وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ہماری زیارت کرو۔ اِس خواب نے گزشتہ زندگی کے پُرلطف واقعات یاد دلائے اور اُسی وقت مدینہ منورہ کی راہ لی اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا اور جوشِ محبت کے ساتھ جگر گوشہائے رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) یعنی حضرات حسنین رضؓ کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے۔ ان دونوں نواسوں نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیجئے۔ گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اذان نہ دیں گے۔ مگر اُن کی فرمائش کو ٹال نہ سکے۔ اور صبح کے وقت مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اُٹھا۔ اُس کے بعد نعرۂ توحید نے اُس کو اور بھی پُرعظمت بنا دیا۔ لیکن جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں بیقرار ہو کر پردوں سے نکل پڑیں۔ اور تمام عاشقانِ رسولؐ کے رُخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پُراثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ (اسد الغابہ ص۲۰۸ ج۱)

## ارشادات

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ تم کو کس عملِ خیر پر سب سے زیادہ ثواب کی امید ہے؟ تو عرض کیا کہ میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے (جس پر ثواب کی امید کروں) ہاں! ایک خاص عمل یہ ہے کہ ہر وضو کے بعد نماز ادا کی ہے۔ (بخاری)

آپ ایمان کو تمام اعمال حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے۔ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اُس کے بعد جہاد، پھر حج مبرور کرنا یہ بہتر عمل ہے۔

(بخاری صفحہ ۱۱۲۴، سیر الصحابہ حصہ اول، دوم صفحہ ۲۱۳)

## وفات

سن ۲۰ھ میں اُس مخلص باوفا نے اپنے محبوب آقا کی دائمی رفاقت کے لئے اس دُنیائے فانی کو خیرباد کہا۔ کم وبیش ساٹھ برس کی عمر پائی۔ دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (اسد الغابہ صفحہ ۲۰۹)

---

## آخری صحابی

## حضرت سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ

**نام ، نسب ، ولادت** عامر نام، ابو الطفیل کنیت، والد کا نام واثلہ بن عبد اللہ آپ کی ولادت ہجرت کے بعد ہوئی۔ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حجۃ الوداع میں اُس وقت حاصل ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کا اپنے عصا سے استیلام کر رہے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ |
| یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ وَیَسْتَلِمُ | آپ (سوار ہو کر) خانہ کعبہ کا طواف کرتے |
| الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَہٗ | تھے اور ایک خمدار سرے والی لکڑی سے |

وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۲۲۶) جو آپ کے ساتھ تھی، حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے اور اُس لکڑی کو چوم لیتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کی ولادت غزوۂ اُحد کے سال ہوئی اور آپ نے زیارتِ نبوی ؐ کا شرف حاصل کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور دیگر صحابہ کرام ؓ سے روایت کیا ہے۔ اور آپ نے طویل عمر پائی اور صحابہ کرام میں سب سے آخر میں سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: وھو اٰخر من مات من الصحابۃ۔ (تقریب التہذیب ص۲۸۵)

## مختلف مقامات پر آخر میں وفات پانیوالے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مکۃ المکرمہ میں حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، شام میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، کوفہ میں حضرت علقمہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور خراسان میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ (دلیل الفالحین)

**وفات** خلیفہ راوی نے کہا کہ اُنھوں نے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کی اور سنہ ۱۱۰ھ یا اُس کے قریب انتقال ہوا۔ اُنھوں نے ہی دوسرا قول سنہ ۱۰۷ھ کو نقل کیا ہے۔

نیز امام بخاری ؒ نے بھی دوسرے قول کی تائید کی ہے۔ وہب بن جریر (راوی) نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مکہ مکرمہ میں سنہ ۱۱۰ھ میں تھا تو میں نے ان کا جنازہ دیکھا تھا، تو میں نے اپنے والد جریر سے دریافت کیا کہ کس کا جنازہ ہے؟ تو اُنھوں نے کہا، ابو الطفیل ؓ کا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ (سیر اعلام النبلاء ص۴۶۷)

# صحابۂ کرامؓ کے اجمالی فضائل

صحابہ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور اُن کے اجمالی فضائل کے عنوان کے تحت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے "حکایات صحابہؓ" کے آخر میں بہترین کلام فرمایا ہے۔ ہم اُس کے آخری حصہ کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:۔

صحابی اُس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر ہی اُس کا خاتمہ ہوا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہو سکتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، اُن کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بُغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھتا ہے جو شخص اُن کو اذیت دے اُس نے مجھ کو اذیت دی، اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے صحابہؓ کو گالیاں دے اُس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اُس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھانٹا ہے اور اُن میں سے چار کو ممتاز کیا ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔ ایوب سختیانی رح کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکرؓ سے محبت کی اُس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اُس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا، اور جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے دین کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا۔ جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق، سنت کا مخالف ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہو یہاں تک کہ اُن سب کو محبوب رکھے اور اُن کی طرف سے دل صاف ہو۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے، علیؓ سے، عثمانؓ سے طلحہؓ سے، زبیرؓ سے، سعدؓ سے، سعیدؓ سے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ابوعبیدہؓ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو۔ اے لوگو! اللہ جل شانہٗ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی۔ تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور اُن لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں اُن کے

نکاح میں ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو۔ جو شخص اُن کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہٗ دنیا اور آخرت میں اُس کی حفاظت فرمائیں گے۔ اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بری ہیں۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ گرفت میں آجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے گا وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوضِ کوثر تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اور مجھے صرف دور ہی سے دیکھے گا۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہ کرے وہ حضور ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف و فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو اور میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو، میرے مشائخ کو، تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

زکریا عفی عنہ کاندھلوی
مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۲ شوال ۱۳۵۷ھ دوشنبہ

## اِنتباہ

اَب ہم اِن آخری ذوالمجد صحابی حضرت ابوالطفیل رضؓ کے بعد چند صحابیات مقدسات کے مختصراً احوال واقوال کو نقل کرنے کے سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

# تذکرہ

# حضراتؓ صحابیات

## رِضوانُ اللہ تعَالٰی علیہِنّ اجمعِین

# اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

**نام ونسب** خدیجہ نام، اُم ہند کنیت، طاہرہ لقب، والد کا نام خویلد قصی پر پہنچ کر ان کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔

**حالات قبل نبوت** جب تک نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی اُس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں، ابن سعد کہتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| مَکَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَخَدِیْجَۃُ یُصَلِّیَانِ سِرًّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھتے تھے۔ |

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس خاتون ہیں جنھوں نے نبوت سے پہلے بُت پرستی ترک کر دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوّت کی صدا بلند کی تو سب سے پہلے اُنھوں نے ہی اُس پر لبیک کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام کو اُن کی ذات سے جو تقویت تھی وہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک صفحہ سے نمایاں ہے۔

**مناقب** ابن ہشام میں ہے:۔ وکانت لہ وزیر صدق علی الاسلام وہ اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مشیر کار تھیں۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خود کرتی تھیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا برتن میں کچھ لارہی ہیں، آپ اُن کو میرا اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا دیجئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں بہت سی حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔ چنانچہ مروی ہے:۔

خیر نسائها مریم بنت عمران وخیر نسائها خدیجۃ بنت خویلد

عالم میں افضل ترین عورتیں حضرت مریم اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل ؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آئیں تو فرمایا

بشّرها ببیت فی الجنّة من قصب لا صخب فیه ولا نصب۔

ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتیوں کا ہوگا اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔

## اولاد

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہت سی اولاد ہوئیں۔ ابوہالہ سے جو اُن کے پہلے شوہر تھے دو لڑکے پیدا ہوئے، جن کے نام ہالہ اور ہند تھے۔ دوسرے شوہر یعنی عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام بھی ہند تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولاد ہوئیں، دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ اور چار صاحبزادیاں۔ ان سب کے نام

بالترتیب حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت سیدنا قاسم رضؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ اُنہی کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو القاسم کنیت فرمائی۔ صغر سنی میں مکہ میں انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

(۳) حضرت عبد اللہ رضؓ انھوں نے بھی بہت کم عمر پائی۔ چونکہ یہ دونوں صاحبزادے زمانۂ نبوت میں پیدا ہوئے تھے اس لئے طیب و طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (۴) حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۶) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ماشاء اللہ حضرت فاطمہؓ ہی سے آپؐ کی نسل دنیا میں پھیلی۔ (سیر صحابہ ج ۶ صفحہ ۳۰)

## فراست وبصیرت

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریش کی با اثر اور با رسوخ خاتون تھیں، فہم و فراست، اخلاق کریمانہ نیز مال و دولت کے لحاظ سے بھی نامور تھیں۔ جب بیوہ ہو گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔ اُس وقت اُن کی عمر چالیس سال تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب غار حرا میں پہلی مرتبہ فرشتہ وحی لے کر آیا تو آپ بتقاضائے بشریت خوف زدہ ہو گئے اور گھر اس حالت میں تشریف لائے کہ آپؐ کے شانہ مبارک پر کپکپی طاری تھی اور حضرت خدیجہ رضؓ سے فرمایا کہ زَمِّلُونِی زَمِّلُونِی یعنی مجھے جلدی کچھ اُڑھاؤ

مجھے جلدی کچھ اُڑھاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے اُڑھادیا۔ جب خوف وہراس جاتا رہا تو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا کہ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ (مجھے اپنی جان پر خطرہ محسوس ہورہا ہے۔) تو حضرت خدیجہ رضؓ نے بڑے یقین واعتماد کے لہجہ میں پوری قوت کے ساتھ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ | ہرگز نہیں! قسم اللہ کی۔ آپ کو اللہ تعالےٰ |
| اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ | کبھی ذلیل و رُسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں |
| وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ | رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں، دوسروں کا بوجھ |
| وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ | اُٹھاتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، مہمانوں |
| عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ | کی ضیافت و خاطر مدارات کرتے ہیں۔ راہ حق کی |
| (بخاری شریف) | تکالیف ومصائب میں مدد کرتے ہیں۔ |

حضرت خدیجہ رضؓ نے اِس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن واوصاف کا ذکر کرکے آپؐ کو جس طرح تسلّی دی اس سے معلوم ہوا کہ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتیں انسان کو کسی نقصان اور آفت میں پڑنے سے بچاتی ہیں۔ اور حق تعالےٰ اِن اوصاف ومحاسن کے طفیل میں امن وسلامتی عطا فرماتے ہیں۔ اِسی لئے حضرت خدیجہ رضؓ نے یہ دلیل پکڑی کہ آپ چونکہ بہت زیادہ انسانی خوبیوں اور اچھی خصلتوں کے حامل ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ آپ کو دین ودنیا کی ہر آفت ومصیبت سے محفوظ وسلامت رکھیں گے۔

اِس سے حضرت خدیجہ رضؓ کے بارے میں بھی ثابت ہوا کہ وہ انتہائی فراست وبصیرت، معرفت وفقاہت اور دوراندیشی وسمجھداری کے بلند وبالا مقام پر فائز تھیں۔ اور کیوں نہ ہوتیں جبکہ مدّتِ دراز تک آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت وخدمت میں رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حقیقی معنی میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اس وصف میں اُن کا کوئی شریک نہیں۔

**وفات** حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہِ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تین سال پہلے اور نبوت کے دس سال کے بعد ہوئی، جبکہ آپ کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال تھی اور مقام حجُون (جنت المعلیٰ) میں مدفون ہوئیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ (صفۃ الصفوہ ج ۲ ص۹)

## اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا

**نام ونسب** عائشہ نام، صدیقہ لقب، اُمّ المومنین خطاب، اُمّ عبداللہ کنیّت۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت الصدیق سے خطاب فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکپن میں کھیل کود کی بہت شوقین تھیں، محلہ کی لڑکیاں اُن کے پاس جمع رہتیں اور وہ اکثر اُن کے ساتھ کھیلا کرتیں لیکن اس لڑکپن اور کھیل کود میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ رکھتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

ایک موقع پر آپ نے یہ دعا مانگی۔ یا اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ قیامت میں اُٹھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا۔ مسکین دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو بغیر کچھ دیئے ہوئے واپس نہ کرنا، گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ مسکینوں سے محبت رکھو اور اُن کو اپنے پاس جگہ دیا کرو۔

اِن مختلف اخلاقی نصائح کے علاوہ نماز، دُعا اور دینیات کی اکثر باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو سکھایا کرتے تھے۔ وہ نہایت شوق سے اُن کو سیکھا کرتی تھیں، اور ہر ایک کی شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔

مدینہ میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پہلے تبرکاً وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لایا جاتا، وہ اُس کو دعائیں دیتیں۔ ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا تو اُس کے سر تلے ایک لوہے کا استرا نظر آیا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس سے بھوت بھاگتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استرا اُٹھا کر پھینک دیا اور بولیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شگون سے منع کیا ہے، ایسا نہ کرو۔

ف: آج بھی اِس قسم کی خرافات وبدعات معاشرہ میں موجود ہیں اِس لئے اُن کو ترک کرنا لازمی ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر اُن کے پاس

آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً ٹوکا کہ عبدالرحمٰن! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ وضو میں جو اعضاء نہ بھیگیں گے اس پر جہنم کی پھٹکار ہوگی۔

ف : اس سے وضو میں احتیاط کا کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس درجہ کا وضو ہوگا اسی درجہ کی نماز ہوگی۔ چنانچہ آپ اسباغ وضو یعنی مکمل طور پر اعضاءِ وضو کے دھونے کا التزام فرماتے تھے اور نماز بھی اُسی اہتمام سے ادا فرماتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو اور نماز کی تمامیت کے باوجود یہ دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَتَمَامَ رِضْوَانِکَ وَتَمَامَ مَغْفِرَتِکَ (مطالب عالیہ ص۲۵)

ترجمہ، اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں وضو کامل اور نماز مکمل کا اور پوری آپ کی رضا اور بھرپور مغفرت کا۔ (مرتب)

**فیاضی** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر انکی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی۔ دونوں بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحب کرم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تو تقسیم کر دیتی تھیں۔ اور حضرت اسماءؓ کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں اُٹھا نہیں رکھتی تھیں، فوراً تقسیم کر دیتی تھیں اس لئے اکثر مقروض رہتی تھیں۔

روایت ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رض کے پاس دو بڑے تھیلوں میں ایک لاکھ درہم کی رقم بھیجی۔ اُنھوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ لی اور اُس کو بانٹنا شروع کیا اور سب ختم کر دیا۔ اتفاق ایسا کہ وہ اُس دن بھی روزہ سے تھیں۔ شام ہوئی تو لونڈی سے افطار لانے کو کہا، اُس نے عرض کیا، اے اُمّ المومنین! کیا اُس رقم سے ذرا سا گوشت افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں؟ تو فرمایا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، تم نے اُسوقت کیوں یاد نہیں دلایا۔ ف: سبحان اللہ، کیسا زہد و تقویٰ تھا۔ (مرتب)

حضرت عروہ بن زبیر رض فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رض نے بھی ایک مرتبہ حضرت عائشہ رض کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجا۔ اللہ کی قسم! شام ہونے تک اُس کو تقسیم کر دیا۔ اِس پر اُنکی باندی نے کہا کہ اے کاش کہ اتنی بڑی رقم میں سے ایک درہم کا ہمارے لئے گوشت ہی خرید دیا ہوتا۔ تو فرمانے لگیں کہ تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا۔

عطار رض کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رض نے ایک لاکھ درہم کی مالیت کا ایک ہار حضرت عائشہ رض کی خدمت میں بھیجا۔ آپ رض نے اسکو اُمہات المومنین رض کے درمیان تقسیم فرما دیا۔

عروہ رح حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ستّر ہزار صدقہ کیا، حالانکہ اُنکی کُرتی میں پیوند لگا ہوا تھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔

ف: کاش کہ ہم مردوں اور عورتوں کو ایسی سُنتوں پر بھی عمل کی توفیق ہوتی تو کیا خوب ہوتا۔ چاہے اُس کا عشرِ عشیر یعنی سواں ہزاروں حصہ ہی کیوں نہ ہو، جب بھی غنیمت ہے۔ (مرتب)

**علم** حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی اشکال پیش آتا تو ہم اُس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے، اور اُن کے پاس اُس کے متعلق کوئی نہ کوئی علم ہمیں ضرور حاصل ہو جاتا۔

**ارشادات** فرمایا کرتیں: کاش میں درخت کا ایک پتہ ہوتی۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۲)

ف: یہ ارشاد آپ کی غایت تواضع و فنائیت پر دال ہے (مرتب)

آپؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا تھا کہ اما بعد! بندہ جب اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اُس کی تعریف کرنے والا اُسکی مذمت کرنے لگتا ہے۔

فرماتیں: تم اللہ کی بارگاہ میں قلتِ ذنوب سے بہتر کوئی اور چیز لے کر حاضر نہ ہوگے۔ آپ فرماتی تھیں کہ جو شخص اس سے خوش ہو کہ وہ (عبادات میں) مشقت اُٹھانے والوں اور محنت و سعی کرنے والوں پر سبقت لے جائے تو اُس کو چاہیئے کہ گناہوں سے اپنے نفس کو روکے۔ (صفۃ الصفوۃ)

آپ کے علم و عمل اور سیرت پاک پر مولانا سید سلیمان ندوی نے مفصل تصنیف "سیرتِ عائشہؓ" کے نام سے فرمائی ہے جو قابل دید ہے۔ اُس میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی، لیکن حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں، آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں کھانا خود پکاتی تھیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لاکر رکھتی تھیں۔ (سیرت عائشہؓ ص ۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر وہ بھی برابر

چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرے باپ بھی قبر سے اُٹھ کر آئیں اور منع کریں تو میں نہ مانوں۔ (سیرت عائشہؓ صفحہ ۵)

**نصائح:** حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ آپؓ کو خط لکھا کہ مجھ کو مختصر سی نصیحت کیجیے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں لکھا۔ "سلام علیکم۔ اما بعد، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی ناراضگی کی پروا نہ کرکے خدا کی رضا جوئی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ناراضگی کے نتائج سے اُسکو محفوظ رکھیں گے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے انسانوں کی رضامندی کا طلبگار ہوگا، اللہ تعالیٰ اُس کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دیں گے"۔

والسلام علیک (سیرت عائشہؓ ص ۱۴۱)

**ف:** آب زر سے لکھے جانے کے لائق نصیحت ہے۔ مگر افسوس، آج عمل اِس کے خلاف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ (مرتب)

ابن ابی السائب تابعی مدینہ کے واعظ تھے۔ واعظین گرمیٔ مجلس کے لئے نہایت مسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لئے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اُن سے خطاب کرکے کہا کہ تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو۔ ورنہ میں بزور تم سے بازپرس کروں گی۔ عرض کیا، یا اُمّ المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا

(۱) دعاؤں میں عبارتیں مسجع نہ کرو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے۔

(۲) ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کہا کرو، اگر یہ منظور نہ ہو تو دو دن اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔

(۳) لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اُکتانہ دو۔ ایسانہ کیا کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہوں آکر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کرکے اپنا وعظ شروع کر دو۔ بلکہ جب اُنکی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں تب کہو۔ (سیرت عائشہ رضؓ صـ۲۷۲)

## وفات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہؓ کی زندگی کا اخیر زمانہ ہے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۶۷ سڑسٹھ برس کی تھی، ۵۸ھ رمضان کے مہینہ میں بیمار ہوئیں، چند روز تک علیل رہیں، کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں، اچھی ہوں۔ جو لوگ عیادت کو آتے بشارت دیتے، فرماتیں اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضؓ کو تأمل ہوا کہ وہ آکر تعریف نہ کرنے لگیں۔ بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی حضرت ابن عباس رضؓ نے آکر کہا، آپ کا نام ازل سے اُمّ المومنین تھا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقار سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے۔ اللہ نے آپ ہی کے ذریعہ تیمم کی اجازت عطا فرمائی، آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب ومسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں۔ فرمایا، ابن عباس! مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی۔ (سیرت عائشہ صـ۱۴۴)

**ف**: سبحان اللہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ وبرکت اور فیض صحبت سے حضرت عائشہؓ فنا ونیستی کے اُس مقام بلند پر فائز تھیں کہ اپنے قطعی ویقینی کمالات وخصوصیات پر بھی نظر نہ تھی، بلکہ تحسینی کلمات کو

سُننا تک گوارہ نہ تھا۔ اور آپ تو ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایک مدت تک شب و روز رہی تھیں، تو اُن کو اس قسم کے مقامات کیونکر نہ حاصل ہوتے۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ ہر وہ صحابی جس نے ایک مرتبہ بھی ایمان و اعتقاد سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو وہ بعد والے اولیاء و اقطاب سے احوال رفیعہ و مقامات عالیہ کے اعتبار سے بھی بدرجہا بالا و برتر ہے۔ بلکہ بعد کے صوفیاء و اولیاء کو جو بھی حال یا مقام ملا ہے وہ سب اُنہی حضرات صحابہؓ کے طفیل میں ملا ہے۔ ع

نیا ورد م از خانہ چیزے نخست

۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(سیرت عائشہؓ ص۱۴۴)

---

## اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

**نام و نسب** ہند نام، اُمِّ سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں۔ والد کا نام ابو امیہ، والدہ بنو فراس سے تھیں۔

**نکاح** عبد اللہ ابن عبد الاسد سے جو زیادہ تر ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور ہیں اور جو اُمِّ سلمہؓ کے چچازاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے نکاح ہوا۔ آپ کی کئی اولاد شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئیں، جن کے نام یہ ہیں: عمرؓ، سلمہؓ اور زینبؓ۔

**اسلام** آغازِ نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں۔

**ہجرت حبشہ** اور اُنہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں کچھ زمانہ تک قیام کرکے مکہ واپس آئیں پھر یہاں سے مدینہ ہجرت کی۔ اہل سیر کے نزدیک یہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔

**ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد نکاح ثانی** کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بڑے شہسوار تھے۔ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں چند زخم کھائے، جن کے صدمہ سے جانبر نہ ہوسکے۔ جمادی الثانی ۴ھ میں اُن کا زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت سیدنا ابو سلمہؓ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے آنکھیں بند کیں، اور اُن کی مغفرت کی دعا مانگی۔

حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے وقت حضرت اُمّ سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد عدّت گذر گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن حضرت اُمِّ سلمہؓ نے قبول نہ کیا۔ اُس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر پہنچے۔ اُنھوں نے کہلا بھیجا مجھے چند عذر ہیں۔ اوّل یہ کہ میں سخت غیور عورت ہوں۔ دوّم صاحبِ عیال ہوں، سوّم میری عمر زیادہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سب زحمتوں کو گوارا فرمایا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کو اب کیا عذر ہوسکتا تھا۔ اپنے لڑکے سے (جن کا

نام عمر تھا) کہا، اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کردو۔

(سیر صحابہ ج ۶ ص ۵۶)

شوال ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی۔ حضرت ام سلمہؓ کو ابوسلمہؓ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کردیا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:۔

| | |
|---|---|
| فلمّا توفی ابوسلمۃ ذکرت الذی کان حدثنی فقلت فلمّا اردت ان اقول اللّٰھم عضنی خیرا منه قلت فی نفسی اعاض خیرا من ابی سلمۃ ثم قلتها فعاضنی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم (ابن ماجہ) | جب ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے، اور میں نے دعا شروع کی۔ تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ اے اللہ! مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر شوہر دے۔ تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے۔ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ |

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دو چکیاں، گھڑا اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی عنایت فرمایا۔ یہی سامان اور ازواج مطہرات کو بھی عنایت ہوا تھا۔

## حضرت ابن ام مکتوم ؓ سے پردہ کا حکم

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ قبیلۂ قریش کے ایک معزز صحابی اور بارگاہِ نبوی کے مؤذن تھے، اور چونکہ نابینا تھے اس لئے ازواج مطہرات کے

حجروں میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ سے فرمایا کہ اُن سے پردہ کرو، وہ بولیں کہ یا رسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، تم تو نابینا نہیں ہو، تم لوگ تو اُن کو دیکھتی ہو۔

**فضل و کمال** علمی حیثیت میں اگرچہ تمام ازواج مطہراتؓ بلند رتبہ تھیں، تاہم حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما کا اُن میں کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا اولا مثلا لعائشۃؓ وام سلمۃؓ۔ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں، تاہم عائشہؓ اور ام سلمہؓ کا اُن میں کوئی حریف و مقابل نہ تھا۔ |

مروان بن حکم اُن سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا تھا :۔

| | |
|---|---|
| کیف نسال احدا وفینا ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔ |

حضرات ابوہریرہ وابن عباس رضی اللہ عنہم جیسے دریائے علم ہونے کے باوجود اُن کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے۔ تابعین کرامؒ کا ایک بڑا گروہ اُن کے آستانۂ فضل پر پڑا رہتا تھا۔ قرآن اچھا پڑھتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے قرارت کرتے تھے؟ بولیں، ایک ایک آیت الگ الگ کرکے پڑھتے تھے اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ حدیث سننے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن

بال گوندھوا رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے زبان مبارک سے یا ایہا الناس (اے لوگو) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سُنا۔

**ف** : یہ اہتمام تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں اور ہدایتوں کے سننے کا۔ اور جب سُنا تو اُس کو سیکھا بھی اور ذہن میں محفوظ رکھا اور دوسروں کو سنایا بھی، سکھایا بھی، جیسا کہ اُن کی روایات شاہد ہیں۔ (مرتب)

**عادات** ہفتہ میں تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں۔ ثواب کی متلاشی رہتیں۔ اُن کے پہلے شوہر کی اولاد اُن کے ساتھ تھی اور وہ نہایت عمدگی سے اُن کی پرورش کرتی تھیں۔ اِس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں!"۔ اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ آیتِ تطہیر آپ ہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسنینؓ کو بلا کر کمبل اُڑھایا اور کہا۔" اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر، اور اِن کو پاک کر۔ حضرت اُم سلمہؓ نے یہ دعا سنی تو بولیں یارسول اللہ میں بھی اُن کے ساتھ شریک ہوں۔ ارشاد ہوا، تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں۔ نماز کے اوقات میں بعض اُمراء نے تغیر و تبدل کیا۔ یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہؓ نے اُنکو تنبیہ کی۔ ایک دن اُن کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی۔ چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے روکا کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ترب وجھك اللہ (تیرا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو۔) ۔ آپ نہایت فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کیطرف مائل کرتی تھیں۔

امہات المومنین میں سب سے آخر میں اُن ہی کا انتقال ہوا ہے۔ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت باحیات تھیں۔ خبر شہادت سے بیہوش ہو گئیں اور بیحد غمگین ہو گئیں۔ اُس کے بعد زیادہ دنوں زندہ نہ رہیں۔

یہ مہاجرین اوّلین میں سے تھیں اور اُن کا شمار فقہاء صحابیات میں تھا

## وفات

آپ کی وفات ۶۱ھ میں ہوئی۔ اُس وقت ولید بن عتبہ (حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا۔ چونکہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے۔ اِس لئے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ لہٰذا اُنھوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔ (سیر صحابہ ص ۹۵)

نوّر اللہ مرقدہا۔

# اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

## نام، نسب، اسلام

رملہ نام، اُمّ حبیبہ کنیت، والد کا نام ابوسفیان رض والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اور عبیداللہ بن جحش سے نکاح ہوا۔ اور اُن ہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی۔ حبشہ میں جاکر عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ اُمّ حبیبہ رض سے بھی کہا، لیکن یہ اسلام پر قائم رہیں۔ آخر اُن کا انتقال ہوگیا۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

عدت کے دن ختم ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو نجاشی نے اُمّ حبیبہ رض کو اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ سے پیغام دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمھارے نکاح کے لئے لکھا ہے۔ اُنھوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا۔ اور اِس مژدہ کے صلہ میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں۔ جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رض اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد حضرت اُمّ حبیبہ رض وہاں سے روانہ ہوئیں اور مدینہ کے بندرگاہ پر اُتریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔

**اولاد** پہلے شوہر سے ایک لڑکے حضرت عبداللہ اور ایک لڑکی حضرت حبیبہ تھیں۔ حضرت حبیبہؓ نے آغوشِ نبوت میں تربیت پائی ہے۔ اور داؤد بن عروہ بن مسعود سے منسوب ہوئیں جو قبیلۂ ثقیف کے رئیس اعظم تھے۔ (سیر صحابیات)

**نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب** ایک مرتبہ جب ابو سفیان مدینہ آئے، تاکہ صلح حدیبیہ کی مدت میں اضافہ ہو جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو وہ اپنی صاحبزادی حضرت اُم حبیبہؓ کے پاس گئے۔ پس جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنے چلے تو حضرت اُم حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا، بیٹی! اس بستر کو مجھ سے ہٹایا ہے یا مجھ کو بستر سے ہٹایا ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ نہیں! وہ رسول اللہ کا بستر ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔ انھوں نے کہا بیٹی! مجھ سے علیحدہ ہونے کے بعد تمھیں کچھ ہو گیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

**حدیث پر عمل** حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھے گا اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ فرماتی ہیں کہ فَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ (یعنی میں اُن کو ہمیشہ پڑھتی ہوں۔

وفات کے قریب حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور اُن کے لیے دعائے مغفرت کی۔

تو بولیں، تم نے مجھ کو خوش کیا، اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے۔

ف: سُبحان اللہ، اس سے معافی مانگنے کی اہمیت اور خوشدلی سے معاف کرنے کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی اس قسم کی بہت سی حکایات "اعترافِ ذنوب و قصور" میں اس حقیر نے نقل کردیا ہے۔ (مرتب)

**وفات** ۴۴ھ میں بعہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء، صفۃ الصفوۃ)

## اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

**نام و نسب** زینب نام، اُم الحکیم کنیت، والد کا نام جحش اور والدہ کا نام امیمہ تھا جو عبد المطلب جدّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ اس بنا پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

**اسلام** نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں۔ "اسد الغابہ" میں ہے كَانَتْ قَدِيْمَةَ الْإِسْلَامِ (قدیم الاسلام تھیں)۔

**نکاح** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ تھے اُن کا نکاح کر دیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کی اور طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

جَاءَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ

إِنَّ زَيْنَبَ اشْتَدَّتْ عَلَيَّ لِسَانُهَا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَلِّقَهَا۔ — یارسول اللہ! زینبؓ مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں۔ اور میں اُن کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اُن کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ۔ (احزاب ۵) — اور جبکہ تم اُس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں روکے رکھو اور اللہ سے خوف کرو

لیکن کسی طرح اُن دونوں کے مابین نباہ نہ ہوسکا اور آخر حضرت زیدؓ نے اُن کو طلاق دیدی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی دلجوئی کی خاطر خود اُن سے نکاح کرلینا چاہا۔ لیکن عرب میں اُس وقت تک متبنیٰ اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ تأمل فرماتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا اس لئے یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔ (احزاب) — اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کردینے والا ہے اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم زینبؓ کے پاس

میرا پیغام لے کر جاؤ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اُن کے گھر گئے تو وہ آٹا گوندھنے میں مصروف تھیں، چاہا کہ اُن کی طرف دیکھیں، لیکن پھر کچھ سوچ کر منہ پھیر لیا اور کہا، زینب! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہوں۔ جواب ملا، میں بغیر استخارہ کے کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔ یہ کہا اور مصلیٰ پر کھڑی ہوگئیں۔

اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی "فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا"، لہٰذا نکاح ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے اور بلا استیذان اندر چلے گئے۔ دن چڑھے دعوتِ ولیمہ ہوئی، جو اسلام کی سادگی کی اصل تصویر تھی، اُس میں روٹی اور سالن کا انتظام تھا۔ انصار میں حضرت ام سلیمؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں انھوں نے مالیدہ بھیجا۔

غرض سب چیزیں جمع ہوگئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا۔ تین سو آدمی شریک دعوت ہوئے۔ کھانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمیوں کی ٹولیاں کر دی تھیں۔ لوگ باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس جاتے۔ (سیر صحابیاتؓ)

**ف** : یہ تھا ولیمہ سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بلا تکلف جو میسر ہوا اُس کو کر ڈالا۔ کاش کہ ہم اُمتی اُس کی اتباع کرتے تو بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات پا جاتے۔ (مرتب)

اللہ تعالےٰ نے خود بغیر ولی اور بغیر شاہد کے اُن کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ اِسی وجہ سے وہ دوسری امہات المومنینؓ پر ناز کرتی تھیں اور کہتیں کہ تمھارا نکاح تمھارے گھر کے لوگوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ نے عرش کے اوپر کیا۔

اِنہی کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "اَسْرَعُکُنَّ لُحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" (یعنی تم میں جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی یعنی زیادہ صدقات کرنے والی ہوگی وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور جو کچھ حاصل ہوتا خیرات کر دیتیں۔ (سیر اعلام النبلاء)

## اخلاق

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "کَانَتْ زَیْنَبُ صَالِحَۃً صَوَّامَۃً قَوَّامَۃً" (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیک خو، بہت روزہ دار و نماز گزار تھیں۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں،۔

میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، اور اللہ تعالٰی سے خوب ڈرنے والی اور زیادہ سچ بولنے والی اور بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور بکثرت صدقہ کرنے والی، اور کثرت سے ایسے کام کرنے والی جس سے اللہ تعالٰی کا قرب حاصل ہو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا زہد و ورع میں یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام میں خود حضرت زینب رض کی بہن حمنہ شریک تھیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے حضرت عائشہ رض کی اخلاقی حالت دریافت کی، تو اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ "مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا" - (یعنی مجھے حضرت عائشہ رض کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔) جسکی وجہ سے حضرت عائشہ رض اُن کے صدق و خلوص کا اعتراف کرتی تھیں۔

عبادت میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں ایک مرتبہ آپؐ مہاجرین میں کچھ مال تقسیم کر رہے تھے، حضرت زینبؓ اِس معاملہ میں کچھ بول اُٹھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا تو آپؐ نے فرمایا، اِن سے درگزر کرو یہ اَوّاہ ہیں (یعنی خاشع اور متضرع ہیں)۔

نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں۔ خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی تھیں اور اُس کو اللہ کی راہ میں لُٹا دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء و مساکین میں سخت کھلبلی پیدا ہو گئی اور وہ گھبرا گئے۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۶۲)

**وفات** سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت آپ کی عمر ترپن ۵۳ برس کی تھی۔

(صفۃ الصفوۃ)

---

## اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

**نام و نسب** جویریہ نام، قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہیں۔ والد کا نام حارث ہے جو خاندان مصطلق کے سردار تھے۔

**نکاح** حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص۷۰)

حضرت جویریہ کا باپ (حارث) رئیسِ عرب تھا۔ حضرت جویریہؓ جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ

میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔ میں اپنے قبیلہ کا سردار اور رئیس عرب ہوں۔ آپ اس کو آزاد کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جاکر حضرت جویریہؓ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیری مرضی پر رکھا ہے۔ دیکھنا، مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کر لیا۔

**عمل** فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو میرے پاس تشریف لائے اور میں تسبیح پڑھ رہی تھی، اس لئے اپنی ضروریات کیلئے چلے گئے۔ پھر قریب دوپہر کے واپس آئے، تو فرمایا کیا تم مسلسل بیٹھی ہی ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! فرمایا۔ کیا میں تم کو ایسے چند کلمات نہ سکھا دوں کہ اگر وہ ان سے وزن کئے جائیں تو ان کے برابر اتریں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَۃَ عَرْشِہٖ تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَا نَفْسِہٖ تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ تین مرتبہ۔

**ف**: اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! واللہ الموفق۔ (مرتب)

## وفات

۵۰ھ یا ۵۶ھ میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء، صفۃ الصفوۃ)

# اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

**نام ونسب** حفصہ نام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اُس وقت قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا جو خاندانِ بنو سہم سے تھے۔

**اسلام:** ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔

**ہجرت اور نکاح ثانی** شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں خنیسؓ نے زخم کھائے اور واپس آکر اُنہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی۔ عدت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہؓ کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی، تو خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کی اور نکاح ہوگیا۔

**اخلاق** طبقات ابن سعد میں انکے اخلاق کے متعلق ہے: "اِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ" (یعنی حضرت حفصہؓ صائمُ النہار اور قائمُ اللیل تھیں۔) دوسری روایت میں ہے: "مَاتَتْ حَفْصَةُ حَتّٰی مَا تُفْطِرُ" (یعنی انتقال کے وقت تک صائمہ رہیں۔")

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی دوبدو گفتگو کرتیں اور برابر کا جواب دیتی تھیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ

جاہلیت میں عورتوں کو ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے۔ اسلام نے ان کو درجہ دیا اور قرآن میں اُن کے متعلق آیتیں اُتریں تو اُنکی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔ ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو رائے دی۔ میں نے کہا۔ تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ؟ بولیں، ابن خطاب! تم کو ذرا سی بات بھی برداشت نہیں حالانکہ تمھاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہاں تک کہ آپ دن دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔

میں اُٹھا اور حضرت حفصہؓ کے پاس آیا۔ میں نے کہا، بیٹی! میں نے سنا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہو؟ بولیں، ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ میں نے کہا، خبردار! میں تمھیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ تم اُس عورت (حضرت عائشہؓ) کی ریس نہ کرو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی۔ اُنھوں نے کہا کہ مجھکو حفصہؓ نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حفصہ! اللہ سے ڈرو۔ پھر حضرت صفیہؓ سے فرمایا کہ تم حضرت ہارون علیہ السلام جو نبی تھے اُن کے خاندان کی بیٹی ہو۔ تمھارے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پیغمبر تھے اور پیغمبر کے (یعنی میرے) نکاح میں ہو۔ اب اس کے بعد حفصہؓ تم پر کس بات میں فخر کر سکتی ہے۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۵۳)

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طلاق رجعی دے دیا تھا۔ اس پر حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ اُن سے رجوع کر لیجئے۔ یہ بہت روزہ دار عبادت گذار

ہیں اور یہ جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۳۰)

صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ (اکمال)

**وفات** حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان ۴۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مروان نے جو اُس وقت مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا۔ اُس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اُن کے لڑکوں عاصم، سالم، عبداللہ، حمزہ نے قبر میں اُتارا۔ (سیر صحابہ ج ۶ صفحہ ۵۰)

## ام المومنین حضرت سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا

**نام، نسب و نکاح** سودہ نام، والد کا نام زمعہ، قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا۔ آپ کا نکاح حضرت سکران بن عمروؓ سے ہوا جو آپ کے والد کے چچازاد بھائی تھے۔

**قبولِ اسلام** ابتدائے نبوت میں مشرف باسلام ہوئیں۔ اُن کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے۔ اِس بنا پر اُن کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حبشہ کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہؓ اور اُن کے شوہر مکہ ہی میں مقیم رہے۔ لیکن جب مشرکین کے ظلم و ستم کی کوئی انتہا نہ رہی اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت کے لئے آمادہ ہوئی تو اُس میں حضرت سودہؓ اور اُن کے شوہر بھی شامل ہوگئے۔ کئی برس

حبشہ میں رہ کر مکہ کو واپس آئیں۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

## حضرت سودہ کی فضیلت

ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے پہلے آپ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان و غمگین تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت خولہ رضؓ زوجہ عثمان بن مظعون رضؓ نے عرض کیا کہ آپ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں! گھر بار، بال بچوں کا انتظام سب حضرت خدیجہ رضؓ سے متعلق تھا۔ آپ کے ایماء سے وہ حضرت سودہ رضؓ کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا " انعم صباحا " (صبح اچھی ہو) پھر نکاح کا پیغام سنایا۔ اُنھوں نے کہا، ہاں! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شریف کفو ہیں۔ غرض سب مراتب طے ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے اور حضرت سودہ رضؓ کے والد نے نکاح پڑھایا۔ چار سو درہم مہر قرار پایا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں ہوا۔ اُن کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سودہ رضؓ نے اپنے پہلے شوہر کی زندگی میں ایک خواب دیکھا تھا۔ اُن سے بیان کیا تو بولے کہ شاید میری موت کا زمانہ قریب ہے اور تمھارا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ چنانچہ یہ خواب حرف بحرف پورا ہوا۔

**عام حالات** نبوت کے تیرہویں سال جب آپؐ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو حضرت زید بن حارثہؓ کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہؓ وغیرہ کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت زیدؓ کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

سنہ ۱۰ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو حضرت سودہؓ بھی ساتھ تھیں۔ چونکہ وہ بلند وبالا اور فربہ اندام تھیں اور اسی وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ اور لوگوں کے مزدلفہ روانہ ہونے سے قبل اُن کو چلی جانا چاہئے۔ کیونکہ اُن کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف ہو گی۔

**اخلاق** حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ما من النّاس امراۃ احبّ الیّ ان اکون فی مسلاخھا عن سودۃؓ (یعنی حضرت سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اُس کے قالب میں میری روح ہوتی۔)

اطاعت اور فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہراتؓ سے ممتاز تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لئے نہ نکلیں۔ فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔

سخاوت اور فیاضی بھی اُن کا ایک نمایاں وصف تھا اور حضرت عائشہؓ

کے سوا وہ اِس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی، لانے والے سے پوچھا، اِس میں کیا ہے؟ وہ بولا، درہم۔ بولیں کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں؟ یہ کہہ کر اُسی وقت سب کو تقسیم کر دیا۔

ایثار میں بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں، لیکن چونکہ اُن کی عمر بہت زیادہ تھی، اِس لئے جب بوڑھی ہو گئیں تو اُن کو خیال گزرا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں طلاق دیدیں اور وہ شرفِ صحبت سے محروم ہو جائیں، اِس بنا پر اُنھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدی اور اُنھوں نے خوشی سے قبول کر لی۔

بایں ہمہ ظرافت اِس قدر تھی کہ کبھی کبھی اِس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ہنس پڑتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ آپؐ نے (اِس قدر دیر تک) رکوع کیا کہ مجھ کو نکسیر پھوٹنے کا شبہہ ہو گیا اِس لئے میں دیر تک ناک پکڑے رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس جملہ کو سُن کر مسکرا اُٹھے۔ (سیر صحابہ ج ۶ صا۳)

**وفات** ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا؟ فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ لوگوں نے ظاہری معنی سمجھے، ہاتھ ناپے گئے، تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپؐ کا مقصود سخاوت اور فیاضی

تھی۔ بہر حال "واقدی" نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا سال وفات ۵۴؁ھ بتایا ہے۔ لیکن ثقات کی روایت یہ ہے کہ اُنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانۂ خلافت میں انتقال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۳؁ھ میں وفات پائی ہے، اس لئے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا سال ۲۲؁ھ ہوگا۔ خمیس میں یہی روایت ہے اور سب سے زیادہ صحیح ہے۔

(سیر صحابہ ج ۶ ص ۳۱)۔

---

# اُمّ المومنین حضرت زینب اُمّ المساکین رضی اللہ عنہا

**نام ونسب** زینب نام، والد کا نام خزیمہ تھا۔ چونکہ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں، اس لئے اُمّ المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوگئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے جنگ اُحد میں شہادت پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی سال ان سے نکاح کر لیا۔

**وفات** نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف دو تین مہینہ ہی رہنے پائی تھیں کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد صرف یہی ایک بی بی تھیں جنھوں نے وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ نوّر اللہ مرقدہا۔

وفات کے وقت اُنکی عمر تیس سال تھی۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص۵۵)

# اُمّ المومنین حضرت میمُونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

**نام و نسب** میمونہ نام، قبیلہ قریش سے ہیں۔ والد کا نام حارث ہے۔ والدہ قبیلہ حمیر سے تھیں اُن کا نام ہند بنت عوف تھا۔

**نکاح** پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا۔ لیکن کسی وجہ سے علیٰحدگی اختیار کرنی پڑی۔ پھر ابو رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ابو رہم نے ۷ھ میں وفات پائی تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ ۷ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تھے، اُسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نکاح کے متولی ہوئے تھے۔

ابو رافع (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مقام سرف پہنچے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے آخری بیوی تھیں۔

**اخلاق** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

انها كانت اتقانا الله وادصلنا للرحم۔ — حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔

احکام نبویؐ کی تعمیل ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ ایک دفعہ ان کی کنیز بدیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر گئیں۔ تو دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہوئے ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید کچھ رنجش ہوگئی ہے، لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (بیوی کے ایام کے زمانہ میں) اپنا بستر اُن سے الگ کرلیتے ہیں۔ آکر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ تو بولیں، اُن سے جاکر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے اِس قدر کیوں اِعراض ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرماتے تھے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کبھی کبھی قرض لیتی تھیں۔ ایک بار زیادہ رقم قرض لی۔ کسی نے کہا کہ آپ اِس کو کس طرح ادا کریں گی؟ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالےٰ خود اُس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔

**ف** : سبحان اللہ، حضرت میمونہ رضؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کس قدر یقین تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اِس قسم کی صفات حسنہ سے جملہ صحابہؓ وصحابیات موصوف تھیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو بھی ان صفات حسنہ سے متصف فرمائے۔ آمین! (مرتب)

**وفات** یہ عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں اُن کا نکاح ہوا تھا اور سرف ہی میں اُنھوں نے وفات بھی پائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اُتارا۔ صحاح میں ہے کہ جب اُن کا جنازہ اُٹھایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ آہستہ آہستہ لے چلو۔ سالِ وفات کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اُنھوں نے

سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص ۸۵)

# اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

**نام و نسب** اصلی نام زینب تھا۔ لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئی تھیں، اور عرب میں غنیمت کے ایسے حصّہ کو جو امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے، اس لئے وہ صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

حضرت صفیہ کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سیادت حاصل ہے۔ باپ کا نام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں جس کا نام ضرد تھا سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنی اسرائیل کے اُن تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جنھوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصّوں میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔

**نکاح** حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ سلام نے طلاق دی تو کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو ابورافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی۔ انھوں نے حضرت صفیہؓ کو

منتخب کیا لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ آپ نے رئیسہ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہؓ کو دے دیا، وہ تو صرف آپ کے لئے سزاوار ہے۔ مقصود یہ تھا کہ رئیسۂ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں۔ چنانچہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا میں رسم عروسی ادا کی۔ اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا اُس کو جمع کر کے دعوتِ ولیمہ فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو آپؐ نے اُن کو خود اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور اپنی عبا سے اُن پر پردہ کیا۔ یہ گویا اِس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہو گئیں۔

**حلیہ واخلاق** کوتاہ قامت اور حسین تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا میں بہت سے محاسنِ اخلاق جمع تھے۔ "اسد الغابہ" میں ہے:۔

| | |
|---|---|
| كانت عاقلة من عقلاء النساء۔ | عقلمند عورتوں میں سے نہایت عاقل عورت تھیں |
| كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة | اس کے ساتھ ہی نہایت صاحبِ عقل اور صاحبِ علم و حلم تھیں۔ |

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں، کاش! آپؐ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی۔ ازواجِ مطہرات نے اُن کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُن کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہر موقع

پر اُن کی دلجوئی فرماتے تھے۔

ایک بار آپؐ سفر میں تھے۔ ازواج مطہرات بھی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا اونٹ اتفاق سے بیمار ہوگیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ ایک اونٹ حضرت صفیہؓ کو دے دو۔ اُنھوں نے کہا، کیا میں اُس یہودیہ کو اپنا اونٹ دیدوں؟ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے اِس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینہ تک اُن کے پاس نہ گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن کے قدو قامت کی نسبت بطور طعن کے کچھ کہہ دیا۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو وہ اُس کو گدلا کردے۔

سفر حج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا تھا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے گزرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپؐ نے ردار اور دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔ (سیر صحابہ ج ۶ صفحہ ۹۰)

**وفات** حضرت صفیہؓ نے رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں۔ اُس وقت اُنکی عمر ساٹھ سال تھی۔ ایک لاکھ ترکہ چھوڑا (درہم یا دینار؟)۔ اور ایک ثلث اپنے یہودی بھانجے کیلئے وصیت کر گئیں۔

ف: سبحان اللہ، اس سے معلوم ہوا کہ ترکہ میں مال چھوڑنا دُنیاداری نہیں ہے۔ (مرتب)

# سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا

**ولادت** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس برس پہلے آپ کی ولادت ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تیس سال تھی۔

**نکاح** حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں حضرت ابو العاص ابن الربیع سے ہو گیا تھا۔ حضرت ابو العاص ابتداء میں اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے، مگر مشرکین کے کہنے پر حضرت زینب کو طلاق نہیں دی، جس پر خوش ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو العاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا ہے۔

**اولاد** حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دو اولاد چھوڑی۔ علی اور امامہ رضی اللہ عنہما۔ علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ بچپن میں وفات پائی۔ لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص ۹۵)

**ہجرت** حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۲ سنہ ھ میں غزوہ بدر کے بعد مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ پھر چند سالوں کے بعد حضرت ابو العاص بن الربیع بھی مدینہ تشریف لائے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا دوبارہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ اور تادم آخر اُنہی کے نکاح میں رہیں۔ (رسول اللہ کی صاحبزادیاں ص ۱۶ مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ)

**وفات** ؁ میں انھوں نے انتقال کیا۔ حضرت اُمّ ایمن، حضرت سودہ، حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہن نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے اور اپنی لختِ جگر کو سپردِ خاک کیا۔ اُس وقت چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص ۹۵)

---

## سیّدہ حضرت رُقیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

**ولادت** یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو ۳۳ سنہ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں

**نکاح** پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ یہ قبل نبوت کا واقعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضؓ کی شادی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمھارے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

**عام حالات:** نبوت کے پانچویں سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

حبشہ کی طرف ہجرت کی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ گئیں، جب واپس آئیں تو مکہ کی سرزمین پہلے سے زیادہ خونخوار تھی۔ چنانچہ دوبارہ ہجرت کی مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے اُن دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بیوی کو لے کر ہجرت کی ہے۔

اس مرتبہ حبشہ میں زیادہ عرصہ تک مقیم رہیں۔ جب یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں، تو چند بزرگ جن میں حضرت عثمان و حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں مکہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی، جہاں اُنھوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام کیا۔

**اولاد** حبشہ کے زمانۂ قیام میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا۔ چھ سال تک زندہ رہا۔ ایک مرتبہ ایک مرغ نے اُس کے چہرے پر چونچ ماری، وہ جاں بحق ہو گیا۔ عبداللہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی

**حلیہ** حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا خوب رو اور موزوں اندام تھیں۔ زرقانی میں ہے:۔ کانت بارعة الجمال (یعنی وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبصورت تھیں۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص ۹۹)

**وفات**: ۲ھ میں غزوۂ بدر کا سال تھا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے

دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس زمانہ میں بدر کی تیاریاں کر رہے تھے۔ غزوہ کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیمارداری کے لئے چھوڑ دیا۔ عین اسی دن جس دن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آکر فتح کا مژدہ سنایا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی وجہ سے اُن کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔ لیکن جب واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہوکر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ "عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پہلے جاچکے، اب تم بھی اُن کے پاس چلی جاؤ۔" اس فقرہ نے عورتوں میں کہرام برپا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوڑا لے کر مارنے کے لئے اُٹھے۔ آپؐ نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا رونے میں کچھ حرج نہیں، لیکن نوحہ شیطانی حرکت ہے اس سے قطعاً بچنا چاہئے۔

سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں۔ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر روتی جاتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے سے اُن کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ رضوان اللہ تعالےٰ علیہن اجمعین۔

## سیدہ حضرت اُمِّ کُلثوم رضی اللہ عنہا

**نام ونسب** یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں اور کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔

**نکاح** حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ ابھی رُخصتی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے

ماں باپ کے کہنے سے طلاق دے دی۔ ۳ سنہ ھ میں جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، تو ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ میں نکاح کر لیا۔ حضرت عثمان رضؓ کو یہ شرف امتیازی حاصل ہے۔ اِسی وجہ سے وہ ذوالنورین کہلاتے ہیں۔ حضرت اُمّ کلثوم رضؓ نے چھ برس تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہ کر ملکِ بقا کا سفر کیا اور اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

**وفات** شعبان ۹ سنہ ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت ابوطلحہ، حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قبر میں اُتارا۔

نور اللہ مرقدہا۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص۱)

---

# سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

**نام، نسب، ولادت** فاطمہ نام۔ آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔

الاصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے اکتالیسویں سال ہوئی۔

مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اُس وقت ہوئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس ۳۵ سال تھی، اور اُس وقت قریش

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے اور سید الکونین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے ساتھ مشغول تھے۔

## جرأت و بہادری

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربّ العزّت کی جانب سے تبلیغ کا حکم ہوا اور آپؐ نے بامرِ الٰہی توحید کی دعوت دینا شروع کیا تو قریشِ مکہ آپؐ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے لگے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کے قریب نماز کی نیت باندھی۔ وہیں قریش مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک بدبخت نے حاضرینِ مجلس سے کہا کہ بولو، تم میں سے کون اِس کام کو کر سکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اونٹ ذبح کیا ہے اس کی اوجھڑی اور خون اور لید لے آئے اور پھر جب یہ سجدے میں جائیں تو ان کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔

یہ سن کر ایک بدبخت اُٹھا جو اُس وقت حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا، اُس نے یہ سب گندی چیزیں لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیں اور آپؐ سجدہ میں رہ گئے۔ آپؐ کا یہ حال دیکھ کر اُن لوگوں نے بے خود ہو کر ہنسنا شروع کیا اور اِس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

کسی نے یہ ماجرا دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر خبر دی (اُس وقت وہ نوعمر تھیں) وہ خبر پا کر دوڑی چلی آئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں سے وہ غلاظت اُٹھا کر پھینکی اور اُن لوگوں کو بُرا کہنے لگیں۔ پھر جب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے تین مرتبہ

بد دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی دعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ آپؐ نے اول تو قریش کے لئے عام بد دعا کی۔ اللّٰھُمَّ علیك بقریش (اے اللہ! تو قریش کو سزا دے) اور اُس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ بد دعا فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

**نکاح** سنہ ۲ھ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چار سو مثقال چاندی پر کر دیا۔ اُس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ (الاستیعاب)

رخصتی کے روز عشار کی نماز سے قبل سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا۔ پھر نماز کے بعد خود اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ وہ ایک پیالہ میں پانی لائیں۔ آپؐ نے منہ میں پانی لیا اور پھر اُس پانی سے ان کے سینہ اور سر پر چھینٹے دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی :۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اے اللہ! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھنے کیلئے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

---

عہ چنانچہ ان سب کے متعلق آپ کی بد دعا قبول ہوئی۔ (مرتب)

اس کے بعد ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اس پانی کے چھینٹے دیئے
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانی منگایا اور اس میں کلّی کر کے اُن کے سر اور سینہ
اور دونوں کندھوں کے درمیان چھینٹے دیئے اور وہی دعا دی جو لختِ جگر حضرت
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔ اس کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
بھی حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی تفصیل
نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور عبد الرحمٰنؓ اور چند انصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
کو بلا لاؤ۔ چنانچہ میں بُلا لایا۔ جب یہ حضرات حاضر ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ
بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اُس کے بعد
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ فاطمہؓ کا
نکاح کر دوں۔ تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے چار سو مثقال چاندی مہر میں مقرر کر کے
حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا
نکاح کر دیا، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہوں۔ اُسوقت حضرت علی
رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ بعض روایتوں میں پانچسو درہم بھی آیا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبق میں خشک کھجوریں
(یعنی چھوہارے) منگائے اور حاضرین سے فرمایا کہ جس کے ہاتھ چھوہارے
پڑیں لے لے۔ چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُسی وقت حضرت علیؓ
پہنچ گئے۔ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ بیشک
اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ فاطمہؓ کا نکاح چار سو مثقال چاندی

مہر مقرر کر کے کر دوں۔ کیا تم اس پر راضی ہو؟ انھوں نے عرض کیا، میں راضی ہوں یا رسول اللہ! جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رضامندی ظاہر کر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ جَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَکُمَا وَ اَعَزَّ جَدَّکُمَا وَبَارَكَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْرًا طَیِّبًا۔ اللہ تمھیں جوڑے رکھے اور تمھارا نصیب اچھا کرے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم سے بہت سی پاکیزہ اولاد ظاہر فرمائے۔

**جہیز** "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک بچھونا، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور دو مشکیزے عنایت فرمائے۔ ایک روایت میں چار تکیے آئے ہیں۔

**ولیمہ** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے روز ولیمہ کیا، جس میں سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جَو کی روٹی، کھجوریں، حریرہ پنیر، مینڈھے کا گوشت تھا۔

**ولیمہ کے بعد کام کی تقسیم** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ گھر کا کام دونوں میاں بیوی مل کر کر لیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا کام اس طرح تقسیم فرما دیا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کے کام کیا کریں، مثلاً آٹا گوندھنا، کھانا پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا وغیرہ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کے کام انجام دیا کریں۔

**اولاد** : جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، حضرت سیدنا علی

رضی اللہ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں جو صاحبزادے تھے وہ قبل از بلوغ ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ نیز حضرت زینب وحضرت رقیہ رضی اللہ عنہما سے جو اولاد ہوئی تھی اُن سے بھی نسل نہیں چلی۔ جس قدر بھی سادات ہیں جن کے فیوض سے شرق وغرب مستفید ہیں، سب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں۔

سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا نام حسن تجویز فرمایا۔ خود ہی اُن کے کان میں اذان دی اور عقیقہ کے روز حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو۔ حضرت فاطمہؓ نے وزن کیا تو ایک درہم (چونی بھر) یا اس سے کم وزن اُترا۔

پھر اُس کے بعد جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا نام حسین رکھا۔ ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا عقیقہ فرمایا۔

پھر جب تیسرے صاحبزادے پیدا ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام محسن رکھا۔ اور یہ تینوں نام حضرت ہارون پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تینوں بچوں کے نام ہیں۔ اُن کے ایک بچہ کا نام شبرؔ، دوسرے کا شبیرؔ، اور تیسرے کا نام مشبرؔ تھا۔ (حسن، حسین اور محسن ان کا ترجمہ ہے۔)

**ف** : اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت معلوم ہوئی کہ صالحین کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھے جائیں تو مستحسن ہے۔ (مرتب)

## حضرت فاطمہؓ کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا تو آپؐ اُس روز رات کو ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اُن کے گھر جاتے رہتے تھے اور اُن کے حالات کی خیر وخبر رکھتے تھے اور ان کے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ بدمزگی ہو گئی تو حضو اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر جا کر صلح کرادی اور جب باہر تشریف لائے تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آپ جب اُن کے گھر میں داخل ہوئے تو چہرے پر کوئی خوشی کا اثر نہ تھا اور اب جبکہ آپ باہر تشریف لائے ہیں تو چہرے پر خوشی کے آثار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کیوں خوش نہ ہوں جبکہ میں نے اپنے دو پیاروں کے درمیان صلح کرادی

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا۔ صاجزادی سے دریافت کیا وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ ہماری آپس میں کچھ رنجش ہو گئی تھی لہذا وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور میرے یہاں قیلولہ نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا، ذرا دیکھنا وہ کہاں ہیں؟ اُنھوں نے جا کر تلاش کیا اور واپس آکر عرض کیا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ سو رہے ہیں اور اُن کے پہلو سے چادر گر گئی ہے جس کی وجہ سے

ان کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا، قُمْ اَبَاتُرَاب، قُمْ اَبَاتُرَاب (او مٹی والے، اُٹھ! او مٹی والے، اُٹھ!)

صاحب فتح الباری نے اِس حدیث سے کئی مسئلے ثابت کئے ہیں۔ مثلاً جو غصہ میں ہو، اُس سے ایسا مذاق کرنا جس سے اُس کو مانوس کیا جاسکے درست ہے۔ اپنے داماد کی دلداری کرنا اور ناراضگی دور کرنا بہتر عمل ہے۔ باپ اپنی بیٹی کے گھر میں بغیر داماد کی اجازت کے داخل ہوسکتا ہے، جبکہ یہ معلوم ہو کہ اُسکو گرانی نہ ہوگی۔

## دینی تربیت

حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُمت کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لئے تشریف لائے تھے تربیت اور تزکیۂ نفس میں آپؐ کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔ اپنی ازواج، اولاد، عزیزوں اور قرابت داروں سبھی کو اللہ تعالٰی سے ڈراتے اور آخرت کا فکرمند بناتے تھے۔

جب آیت کریمہ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو اور خاندان والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔ اور قبیلوں اور بعض رشتہ داروں کا نام لے کر فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچاؤ، میں تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل رح) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں)

## آپ کی فطری شرم وحیا

حضرت فاطمہ رض نے اسماء بنت عمیس رض سے کہا کہ عورتوں کی نعش پر جو یہ کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس سے ان کے بدن کا حجم نمایاں ہوتا رہتا ہے مجھے بہت برا

معلوم ہوتا ہے۔ اُنھوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول کی صاحبزادی! کیا میں آپ کو ایک چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی؟ پھر انھوں نے کھجور کی چند ٹہنیاں منگائیں اور ان کو ٹیڑھی کر کے ان پر کپڑا ڈال دیا۔ اس کو دیکھ کر حضرت فاطمہؓ نے فرمایا، یہ تو بہت ہی بہتر اور بہت ہی اچھا ہے۔

ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ آپ پہلی خاتون تھیں جنکی نعش کو اسلام میں سب سے پہلے اس طرح ۔ ہ سے ڈھانکا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۲۸)

**ف** ۔ اِس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی غایتِ حیاء اور پردہ کا انتہائی اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ جو اس اُمت کی عورتوں کے لئے موجبِ عبرت و نصیحت ہے بلکہ اُن کے لئے موجبِ ننگ و عار ہے جو نیم عریاں بے محابا گھوما کرتی ہیں پھر بھی سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی محبت اور اُن کے ماننے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

**مژدۂ جانفزا** حضرت مولانا سید ابو الحسن حسنی ندویؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "المرتضیٰ" میں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہایت ذوق و کیف سے فرمایا ہے، جس کو پڑھ کر اس حقیر کے دل کو کیف و سرور نصیب ہوا۔ اگرچہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ مکمل لکھا جا چکا ہے تاہم اس کے اضافہ کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ واللہ الموفق۔

اب حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کا مضمون ملاحظہ فرمائیں:-

" آپ فاطمہ زہرا ہیں، جگر گوشۂ رسولؐ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اور سب سے زیادہ محبوب، روایت ہے کہ آپ کی ولادت بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔ مدائنی نے بھی اسکی توثیق کی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اُن کی ولادت

بعثت سے ایک سال چند دن پہلے ہوئی۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ان کا شروع محرم ۲ سنہ ھ میں عقد ہوا[1]۔

شیخ ابو جعفر الطوسی کی الامالی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے موقع پر اُن کا جہیز تیار کرنے، پسند کرنے اور خریداری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا ہاتھ تھا[2]۔

اِسی طرح حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ نے اُن کا جہیز تیار کرنے اور حضرت علیؓ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کا مسکن تیار کرنے میں خاصا حصہ لیا تھا[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل صرف اُنہی سے قائم ہے۔ جس وقت حضرت علی بن ابی طالبؓ سے انکی شادی ہوئی اس وقت اُن کی عمر پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ فاطمہ کے پدر بزرگوار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) کے بعد اُن سے بہتر میں نے قطعاً کسی کو نہیں دیکھا۔

عبد الرزاق، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور سب میں زیادہ آپؐ کو محبوب تھیں۔ ابو عمر (جن کی تصدیق سے دل مطمئن ہے) نے کہا کہ ان صاحبزادیوں میں سب سے بڑی

---

[1] الاصابہ ج۴ ص۵۴ (مطبوعہ دار نصفہ مصر قاہرہ) یہی روایت صحیح ہے جیسا کہ باب دوم میں گزر چکا (بحوالہ شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ) اور اس بنا پر کہ حضرت حسنؓ کی ولادت ۳ سنہ ھ میں ہوئی۔

[2] ملاحظہ ہو کتاب الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی (شیعی) ج۱ ص۳۹ طبع نجف آخری ایڈیشن۔

[3] ابن ماجہ کتاب النکاح باب الولیمہ منقول از کتاب "رحماء بینھم" از مولانا محمد نافع۔

زینبؓ تھیں، پھر رُقیہؓ، اُن کے بعد اُم کلثوم اور اُن کے بعد فاطمہ تھیں۔
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ (مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی)

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی نعیم ابوسعید الخدریؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ "جنتی خواتین کی بزرگ مخدومہ خاتون حضرت فاطمہؓ ہیں۔ (سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ) صحیحین میں مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا گیا

فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِنِّیْ، یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا وَیُرِیْبُنِیْ مَا رَابَھَا۔

فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جس سے اُسکو اذیت پہنچتی ہے اُس سے مجھے بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اور جس نے اُسکو رنج دیا اُس نے مجھے رنج دیا۔

حضرت عائشہ اُم المومنینؓ سے روایت ہے کہ میں نے فاطمہؓ کو ایک مرتبہ آتے دیکھا تو اُنکی چال بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کے مشابہ تھی۔

جب تک وہ زندہ رہیں حضرت علیؓ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا۔ عقبہ بن یریم ابوثعلبہ الخشنی سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کا یہ معمول تھا کہ مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے، اُن کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے ملتے۔

عائشہ بنت طلحہؓ حضرت اُم المومنین عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ "حضرت عائشہؓ نے فرمایا، میں نے بات چیت کے انداز و گفتگو میں فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا۔[عہ]

---

عہ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر القرطبی ج ۴ صفحہ ۳۷۷-۳۷۴

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی و خوشی کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، اور آپ کی رضا و خوشنودی سے زیادہ کسی بات کو عزیز نہیں رکھتی تھیں۔ شفقتِ پدری اور اولاد کی طبعی محبت کا جو فطری تقاضا ہے اس کے بہت سے مظاہر ہیں۔ جس کے بہت سے واقعات میں سے صرف چند کا ذکر کرتے ہیں :۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے، تو آخری کام جو کرتے وہ یہ ہوتا کہ حضرت فاطمہؓ سے ملتے۔ اور جب واپس آتے تو پہلا کام یہ ہوتا کہ فاطمہؓ کو جاکر دیکھتے۔

جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے لئے ایک مقنعہ (سر کو ڈھکنے کا چھوٹا رومال، کسابہ) خریدا ہے اور اُسکو زعفران سے رنگا ہے۔ اور اپنے دروازہ پر ایک پردہ لگایا ہے، یا (راوی کو شبہ ہے) اپنے گھر میں ایک فرش ڈالا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو واپس تشریف لے آئے اور مسجد میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر کہا، جاکر معلوم کیجئے کہ میرے گھر آکر آپ دروازہ سے واپس کیوں چلے گئے؟ چنانچہ حضرت بلالؓ آئے اور دریافت کیا (کہ آپ صاحبزادی کے دروازہ سے واپس آگئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ یہ چیزیں وہاں دیکھیں، حضرت بلالؓ نے آکر بتایا۔ حضرت فاطمہؓ نے اُسی وقت پُرتکلف پردہ جو دروازہ پر ڈالا تھا نکال دیا اور جو بھی نئی بات آپؐ نے اُن کے یہاں دیکھی تھی، جو کپڑے پہنے تھے اُتار دیئے اور اپنی معمولی پوشاک (پیوند لگی چادر) اوڑھ لی۔ حضرت بلالؓ نے جب اسکی خبر دی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا، اسی طرح رہا کرو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کے گھر کی طرف گئے، مگر اندر داخل نہیں ہوئے، باہر ہی سے واپس تشریف لے گئے، جب حضرت علیؓ آئے تو انھوں نے یہ بات بتائی۔ علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ دیکھا۔ ہمارا (ہمارے گھرانہ کا) دنیا سے (یعنی دنیا کی آرائشی چیزوں سے) کیا واسطہ؟ راوی کہتے ہیں کہ وہ چادر منقش تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ علیؓ نے یہ بات فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتائی، انھوں نے عرض کیا کہ آپ (یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) جو پسند فرمائیں اس کا حکم دیں (اسکی تعمیل کروں گی) حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے جاکر ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پردہ فلاں کے گھر بھیج دو۔ اُن لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔ (حوالہ بالا)

۳۔ حضرت ثوبانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو روانگی کے وقت سب سے آخری کام جو کرتے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوتی، اور اسی طرح واپسی میں پہلا کام یہی کرتے کہ فاطمہؓ کو دیکھتے۔ ایک مرتبہ کسی غزوہ سے واپس آئے تو فاطمہؓ

---

؎ الامام حماد بن اسحٰق بن اسمٰعیل (۱۹۹۔۲۶۷ھ) کتاب ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والسبل التی وجهها فیها۔ تحقیق ڈاکٹر ضیاء العمری (مطبوعہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) ط ۱، ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء ص ۵۶ (بحوالہ صحیح بخاری، ابوداؤد) ابن شاہین نے القلوسی کے واسطہ سے بھی نقل کیا ہے۔

کے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا دیکھا اور یہ دیکھا کہ حسنؓ و حسینؓ کو چاندی کے کنگن نما (مردانہ) زیور پہنا دیئے گئے ہیں[۵۵]۔ یہ دیکھ کر آپ نے توقف فرمایا اور اندر نہیں تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ کس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر نہیں تشریف لائے۔ چنانچہ اُسی لمحہ پردہ اُتار دیا اور بچوں کے ہاتھ سے وہ چاندی کے زیور اُتار دیئے، تو وہ دونوں رونے لگے اور روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ نے اُن دونوں سے کنگن لے لئے اور فرمایا اے ثوبان یہ (مدینہ کے ایک گھرانہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ) فلاں (یا ابو فلاں) کو دے آؤ۔ یہ لوگ (اشارہ فاطمہ، حسن اور حسین کی طرف) میرے اہل بیت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اس دُنیاوی زندگی میں مزے اُڑائیں۔ اے ثوبان! فاطمہؓ کے لئے کھجور کے پتّوں کا بنا ہوا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن[۵۶] لے آؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو عمیق اور جذباتی تعلق تھا وہ ہر طرح قرینِ قیاس ہے کہ آپ والد بھی تھے، اُن کے نبی و مطاع بھی اور سارے عالم کے نبیؐ مطاع و محبوب تھے۔ آپؐ کی وفات پر اُن کا ایک جملہ پُر درد و طویل مرثیہ سے زیادہ بلیغ اور اثر آفریں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آگئی تو فرمایا: "اے انسؓ! کس طرح آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی[۵۷] ڈالی گئی؟"[۵۸]

---

۵۵ القُلب کے معنی کنگن کے ہیں (لسان العرب از ابن منظور)

۵۶ ایضاً ص۵۵،۵۶ (سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل اور ابن ماجہ کی روایت)

۵۷ یعنی کس دل سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر مٹی ڈالی۔

۵۸ صحیح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ،

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اطمینان دلایا تھا کہ آپؐ سے سب سے پہلے وہی (دارِ آخرت میں) آکر ملیں گی۔ نیز یہ بھی اُن سے فرمایا تھا، "کیا تم کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم خواتینِ جنت کی سردار ہوگی"۔

عبدالرزاق جو ابن جریج سے راوی ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپ کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ ابوعمر کہتے ہیں جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ کہ آپ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ، پھر حضرت رقیہؓ، ان کے بعد حضرت اُمِ کلثومؓ اور آخری حضرت فاطمہ تھیں۔ رضی اللہ عنھن۔

**وفات:** امام مالکؒ اس سند سے جو حضرت جعفر صادقؒ سے شروع ہو کر سیدنا زین العابدین پر ختم ہوتی ہے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مغرب وعشاء کے درمیان ہوا۔ انتقال کی خبر سنکر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تشریف لائے۔ جب جنازہ نماز پڑھنے کیلئے لایا گیا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ نماز پڑھائیے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ہاں! آگے بڑھیے، واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی۔ اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی۔[۳]

---

[۱] البدایۃ والنہایہ ج ۶ ص ۳۳۳)

[۲] مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی

[۳] الموافقہ روایت البصری وابن السمان (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۹ ج ۸ دار صادر بیروت)

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ مطرف بن عبداللہ الیساری نے خبر دی کہ ہم سے عبد الاعلیٰ بن ابی مساور نے حماد سے اور انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ ابو بکر صدیق رضؓ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔[ہ]

واقدی کی روایت کے مطابق آپ کی وفات ۱۱ھ میں رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو ہوئی اور شب سہ شنبہ ۳ رمضان کو تدفین عمل میں آئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اُن کی اولاد میں حسن، حسین، محسن، ام کلثوم اور زینب ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو۔ اور اُن کے درجے بلند فرمائے۔ (البدایہ والنہایہ ج۵ ص۲۹۳، المرتضیٰ ص۱۴۴ تا ۱۴۶)

---

[ہ] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۸ ص۲۹ دار صادر بیروت

[ہ] الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ج۴ ص۳۸۰

# حضرت اُمِ سُلیم بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا

**نام ونسب** سہلہ یا رملہ نام، اُم سلیم کنیت، ماں کا نام ملیکہ بنت مالک باپ کا نام ملحان تھا۔

**فضل وکمال** حضرت ام سلیم رضؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو حضرت انس رضؓ، حضرت ابن عباسؓ، زید بن ثابتؓ، ابو سلمہؓ، اور عمرو بن عاصم رضؓ نے ان سے روایت کیا ہے۔ لوگ اُن سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ اور زید بن ثابت رضؓ کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تھا تو ان بزرگوں نے انہی کو حکم مانا تھا۔ ان کو مسائل پوچھنے میں عار نہ تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا، یارسول اللہ! حق بات سے اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا۔ کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہوتا ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ یہ سوال سن رہی تھیں بے ساختہ ہنس پڑیں کہ تم نے عورتوں کی بڑی فضیحت کی، بھلا کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیوں نہیں! ورنہ بچے ماں کے ہمشکل کیوں ہوتے۔

**ف:** سبحان اللہ، حضرت ام سلیم رضؓ کے سوال سے کئی اہم حقیقتوں کا انکشاف ہوگیا۔ فجزاہا اللہ تعالیٰ۔ (مرتب)

**اخلاق** حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا میں بڑے بڑے اخلاق جمع تھے وہ نہایت صابرہ اور مستقل مزاج خاتون تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضؓ ان کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھوکے ہیں۔ اس لئے کوئی کھانے کی چیز ہو تو بھیج دو۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر پیش کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے حضرت انسؓ کو دیکھ کر پوچھا، کیا ابوطلحہؓ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہاں! فرمایا، کھانے کے لئے؟ کہا ہاں! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کو لے کر ابوطلحہؓ کے مکان پر آئے۔ ابوطلحہؓ (مجمع دیکھ کر) گھبرا گئے اور ام سلیمؓ سے کہا، اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ اِن باتوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے تو حضرت ام سلیمؓ نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی عجب شان کہ اُس میں بڑی برکت ہوئی اور سب لوگ کھا کر سیر ہوگئے۔

**نکاح** حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے اُمّ سلیم رضؓ کو پیغامِ نکاح دیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا، اے ابوطلحہ! کیا تم یہ نہیں جانتے، کہ تم جس معبود کو پوجتے ہو وہ ایک لکڑی ہے جو زمین سے اُگی ہے، جس کو بنی فلاں کے حبشی نے چھیل اور سنوار کر بنا دیا ہے۔ انھوں نے کہا ہاں! اُم سلیمؓ نے کہا، تو پھر کیا تمھیں ایک ایسی لکڑی کی عبادت کرنے سے شرم نہیں آتی جو زمین سے اُگی ہو جس کو بنی فلاں کے حبشی نے چھیل کر بنا دیا ہو؟ اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تم سے اس کے سوا کچھ اور مہر نہ طلب کرونگی

اُنھوں نے کہا کہ میں اپنے معاملہ میں غور کر لوں۔ پھر وہ چلے گئے۔ پھر غور و فکر کرنے کے بعد آئے اور کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ تو اُمّ سلیم رضؓ نے کہا اے انس! ابو طلحہ سے میرا نکاح کر دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ابو طلحہ رضؓ کا ایک لڑکا بیمار تھا۔ ابو طلحہ رضؓ باہر گئے اور اُس لڑکے کی روح پرواز کر گئی۔ جب ابو طلحہ رضؓ واپس آئے تو دریافت کیا لڑکا کیسا ہے؟ اُم سلیم رضؓ نے کہا، پہلے سے بہتر حالت میں ہے اور رات کا کھانا اُن کے سامنے رکھا۔ اُنھوں نے کھایا، پھر ان سے شب باشی کی۔ جب فارغ ہو گئے تو اُمّ سلیم رضؓ نے کہا کہ آپ لوگ بچے کو دفن کر دیجئے۔

جب صبح ہوئی، ابو طلحہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو واقعہ سے مطلع فرمایا۔ آپ نے فرمایا، تم نے رات کی شب باشی کی؟ انھوں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا، اے اللہ! اِن دونوں کو برکت عطا فرما۔ چنانچہ ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو ابو طلحہ رضؓ نے مجھ سے کہا کہ اِس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور اس کے ساتھ چند کھجوریں بھی بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمھارے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں! کھجوریں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں لے کر چبائیں اور اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر اُس کی تحنیک کی اور ان کا نام عبداللہ رکھا۔

(بخاری و مسلم بحوالہ صفۃ الصفوۃ ج ۲ صـ٦٧)

**اولاد** اُنھوں نے دو نکاح کیے۔ پہلے شوہر سے حضرت انس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اور حضرت ابو طلحہؓ سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ابو عمیر

اور عبداللہؓ۔ ابوعمیر صغرسنی میں وفات پاگئے اور عبداللہ سے نسل چلی۔
(سیر الصحابہ ج ۶ ص ۱۳۱)

**وفات** حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی شہادت ۳ھ میں غزوۂ اُحد میں ہوئی۔ آپ عورتوں کی جماعت کے ساتھ غزوہ میں شریک تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔ (عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین ص ۱۴۵)

## حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہا

**نام و نسب** اسمار نام، ذات النطاقین لقب، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام قتلہ بنت عبد العزیٰ تھا۔ ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔

**نکاح، اسلام** حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ اپنے شوہر کی طرح اُنھوں نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔ ابن اسحٰق کے قول کے مطابق ایمان لانے والوں میں اُن کا اٹھارہواں نمبر تھا۔

**حق گوئی** حضرت اسمار رضی اللہ عنہا طبعاً نیکی کی طرف مائل تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسمار رضی اللہ عنہا نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں، جن میں ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی یہ دیکھ کر انھوں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے اِن سے زیادہ دیر تک کھڑے رہنا چاہیئے۔ لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوتی رہی، حضرت اسمارؓ کو غشی آ گئی،

اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔

ابن ملیکہ کا بیان ہے کہ اُن کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں، یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ اللہ معاف کرتا رہتا ہے وہ اِس سے کہیں زیادہ ہیں۔ حق گوئی اُنکا خاص شعار تھا۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں وہ بجائے خود اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ایک دن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ امیر کہاں ہے؟ جب معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں، اُس نے دیکھتے ہی کہا، تمھارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا، اس لئے اللہ نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا۔ تو جھوٹا ہے، وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم، پارسا اور شب بیدار تھا۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص۱۵۴)

**اِنفاق** حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی سخی تھیں۔ اوّل جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں، مگر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب نہ لگایا کرو۔ جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو۔ تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔ اور اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو۔ کیونکہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں، اسلئے کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے۔ اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو نقصان میں نہ رہو گی۔

**ف :** ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ وخیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت نکل آتی تھی۔ آجکل مسلمانوں میں افلاس وتنگی کی عام شکایت ہے۔ مگر شاید ہی کوئی ایسی جماعت نکلے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گزر کرتی ہو یا ان پر کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔ (حکایات صحابہ)

**وفات** حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا یہ جمادی الاخریٰ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔ اُس وقت آپ کی عمر سَو سال تھی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ (سیر صحابہ)

## حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا

**نام، نسب، اسلام** اسماء نام، اُم سلمہ کنیت، والد کا نام یزید۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔ اور چند عورتوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ اللہ نے آپؐ کو مرد وعورت سب کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کی پیروی کی ہے اور آپ پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن ہماری حالت مردوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ ہم پردہ نشین ہیں اس لئے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوسکتیں، مرد جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے ہیں، مریضوں کی

عیادت کرتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کو جاتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کرتے ہیں۔ لیکن اِن تمام صورتوں میں ہم گھر میں بیٹھ کر اُن کی اولاد کو پالتے ہیں، گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، کپڑوں کے لئے چرخہ کاتتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی ثواب ملے گا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے فرمایا، کیا تم نے کسی عورت سے ایسی گفتگو بھی سنی ہے؟ لوگوں نے کہا، نہیں! آپؐ نے اسماءؓ کو جواب دیا۔ کہ عورت کے لئے شوہر کی رضاجوئی نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر وہ فرائضِ زوجیت ادا کرتی اور شوہر کی مرضی پر چلتی ہے تو مرد کو جس قدر نیکیوں کا ثواب ملتا ہے عورت کو بھی اُسی قدر ثواب ملے گا۔

(سیر صحابہ ج ۶ ص ۱۶۹)

## اخلاق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ناقہ عضباء کی مہار تھامے تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ اُن کا بیان ہے کہ وحی کا اتنا بار تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں اونٹنی کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اکثر اوقات کاشانۂ نبوت میں حاضر رہتی تھیں ایک مرتبہ بیٹھی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ واپس آئے تو وہی حالت قائم تھی۔ فرمایا کیوں روتی ہو؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا، ہماری حالت یہ ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھتی ہے، ہم کو سخت بھوک ہوتی ہے وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بھوک سے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ پھر دجال کے

زمانہ میں جو قحط پڑے گا اُس پر کیونکر صبر کرسکیں گی ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس دن اللہ کی تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائے گی۔ پھر فرمایا کہ رونے کی ضرورت نہیں، اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا تو میں خود سینہ سپر رہوں گا اور اُس کا مقابلہ کروں گا۔ ورنہ میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا۔

ف: سبحان اللہ، ہم گنہ گاروں کیلئے کتنی تسلی کی بات ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِین۔ (مرتّب)

**وفات** آپ کی وفات بقول علامہ ابن کثیر سنہ ۶۹ھ میں ہوئی اور دمشق باب الصغیر میں مدفون ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔ (عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین ص۱۰۵)

## حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالےٰ عنہا

**نام ونسب** برکہ نام، اُمّ ایمن کنیت، والد کا نام ثعلبہ، حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں۔ بچپن سے حضرت عبداللہ کے ساتھ رہیں اور جب اُنھوں نے انتقال کیا تو حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی۔ حضرت آمنہ کے انتقال کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ یعنی اسلام کو قبول فرمایا۔

**نکاح** حارث بن خزرج کے خاندان میں عبید بن زید کے ساتھ عقد ہوا لیکن جب انھوں نے وفات پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے نکاح پڑھا دیا۔

**دیگر حالات** جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی گئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ واپس آئیں۔ غزوۂ اُحد میں شرکت کی۔ اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمار داری کرتی تھیں۔ غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

سلہ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ اُم ایمن رضی اللہ عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کے پاس بہتر سے بہتر چیز موجود ہے، اس لئے زیادہ رونے کی بات نہیں ہے، تو جواب دیا کہ یہ تو مجھے خوب معلوم ہے، اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور اس مبارک سلسلہ سے ہم لوگ محروم ہوگئے۔ ف: سبحان اللہ کیسی معرفت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی اُن کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے۔

سنہ ۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو جب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو بہت روئیں۔ لوگوں نے کہا، اب کیوں روتی ہو؟ بولیں کہ اب اسلام میں ضعف و کمزوری آگئی۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ کی وجہ سے اسلام کو قوت و شوکت حاصل تھی۔

**آپ کا بلند مقام:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نہایت عزت کرتے تھے۔

اور فرماتے تھے کہ ام ایمنؓ میری ماں ہیں۔ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے ایک مرتبہ تشریف لائے تو اُنھوں نے شربت پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی وجہ سے) تردد ہوا تو اس پر اُمّ ایمنؓ ناراض ہوئیں۔ (حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کا ناز تھا۔ یہ خفگی اسی محبت کی خفگی تھی۔

**وفات** علامہ ابن حجرؒ اور علامہ ذہبیؒ نے فرمایا کہ اُمّ ایمنؓ کی وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پانچ ماہ بعد ہوئی۔ رضی اللہ عنہا۔

(عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین ص۱۴۱)

## حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

**نام، نسب، اسلام** خولہ نام، والد کا نام ثعلبہ تھا۔ آپ کا اسلام شروع سے ان صالحین کے ساتھ تھا جنکو اللہ نے ہدایت بخشی اور ان پر ایمان کے ساتھ احسان وکرم فرمایا۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت خولہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیعت سے مشرف ہوئیں۔

**حالات** انصار کی خواتین میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فصیح وشیریں کلامی میں مشہور ومعروف تھیں۔ ان کو بلاغت، حسن بیان اور فیصلہ کن کلام کی صفات دی گئی تھیں۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ خلافت میں ان کا اونچا مقام تھا۔ اس بارے میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اُن کے پاس سے گزرے جبکہ آپ مسلمانوں کے اوپر خلیفہ تھے اور خود

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جارود عبری رضؓ بھی تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت خولہؓ کو سلام کیا۔ حضرت خولہؓ نے جواب دیا اور کہا اے عمرؓ بیٹھ جائیے۔ حضرت عمرؓ بیٹھ گئے اور ان کے قریب آگئے اور متوجہ ہو گئے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سختی سے وعظ و نصیحتیں فرمائیں اور حضرت عمرؓ بھی برابر سنتے رہے۔

چنانچہ فرمایا: اے عمر! کیا وہ زمانہ دور ہو گیا کہ تجھے (زمانۂ جاہلیت کے اندر بچپن میں) عُمیر (چھوٹا سا عمر) کہا جاتا تھا اور تو عکاظ کے بازار میں اپنی لاٹھی سے بھیڑیں چراتا تھا۔ اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ تو عالی مقام ہو گیا اور تجھے عمر کہا جانے لگا۔ اور پھر ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا کہ تجھے امیر المومنین کہا جانے لگا لہٰذا اپنی رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈر۔ اور جان لے کہ جو وعید (آخرت کے عذاب) سے ڈرا تو اُس پر بعید (مشکل کام) قریب ہو گیا۔ اور جس نے موت سے خوف کیا تو وہ فوت ہونے (ہلاکت) سے ڈرا۔

حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اے عورت! تو نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے جارود) ان کو چھوڑ دو۔ تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں؟ عرض کیا، نہیں! فرمایا: یہ وہ خاتون ہیں جن کے شکوے کو اللہ عزوجل نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنا۔ تو کیا تمام جہانوں کا پروردگار تو اُن کی بات کو سُنے اور عمر نہ سُنے؟ جب کہ اللہ کی قسم! اگر یہ ساری رات مجھ سے نہ ہٹیں تو میں بھی نہ ہٹوں گا یہاں تک کہ یہ اپنی بات پوری کر لیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ان انصار مومنات میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اور اس میں حضرت خولہؓ کا نام مجادلہ

رکھا گیا (یعنی جھگڑا کرنے والی، مراد کثرتِ کلام کرنے والی ہے) اور اسی نام سے پھر پوری سورت کا نام بھی مجادلہ رکھ دیا گیا جو اٹھائیسویں پارے کی پہلی سورت ہے۔ وہ آیات یہ ہیں، قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ الآیۃ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی۔

**وفات** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک تو یقیناً زندہ تھیں۔ اس کے بعد ان کی وفات کی تاریخ کا تعین نہ ہو سکا۔ واللہ اعلم بالصواب (عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین۔)

---

# انتباہ

بفضل اللہ تعالیٰ صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کے احوال و اقوال کا بابرکت تذکرہ اختتام کو پہنچا۔ اب ہم حضرات تابعین رحمہم اللہ کے احوال و اقوال نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس سلسلہ کو بھی تکمیل تک پہنچائے اور ان حضرات کے اسوہ کو اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ الَّذِیْنَ یَلُوْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

(مسلم، کتاب الفضائل)

# حضراتِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

## حالات و ارشادات

مذکورہ بالا حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارے لوگوں میں سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہ کرامؓ) پھر وہ جو اُن سے متصل ہیں (تابعینؒ) پھر وہ جو اُن سے متصل ہیں (تبع تابعینؒ)۔"

معلوم ہوا کہ دوسرا طبقہ اُن حضراتِ تابعینؒ کا ہے جنہوں نے براہ راست صحابہ کرامؓ سے کسبِ فیض کر کے اُن کی تعلیمات اور ہدایات کو مکمل طریقہ سے اُمت کو پہنچایا۔ اور اُمتِ مسلمہ کیلئے علم و عمل کے ہر شعبہ میں بہترین اُسوہ چھوڑا۔

فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

# حضرت امامنا الاعظم ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ تعالیٰ

**نام اور کنیت**

آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت بن زوطی ہے، اور ابوحنیفہ کنیت ہے۔ علامہ محمد بن یوسف دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اپنے دوست علامہ بدرالدین علائی حنفی سے سنا، وہ امام محی الدین محمد بن سلیمان کافی جی سے نقل کرتے ہیں، کہ عراقی زبان میں "حنیفہ" دوات کو کہتے ہیں۔ چونکہ امام ہمام ہر وقت اپنے ساتھ دوات رکھتے تھے، اس لئے لوگ آپ کو ابوحنیفہ کہنے لگے۔"

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی ایک لڑکی تھی جس کا نام حنیفہ تھا اس کے نام سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہوگئی۔

لیکن دوسرے محققین سے یہ روایت ہے کہ امام صاحبؒ کے یہاں صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام حماد ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی دوسری اولاد نہیں تھی۔

(تذکرۃ النعمان ص۴۳)

**ولادت، شکل وصورت**

آپ کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی اُس وقت عبدالملک بن مروان کی حکومت تھی

علامہ خطیب بغدادی رحؒ ابو نعیم رحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحؒ خوش رو خوش لباس، خوشبو پسند کرنے والے، خوش مجلس، نہایت کریم النفس اور اپنے رفقاء کے بڑے ہمدرد تھے۔

امام ابو یوسف رحؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ کا قد میانہ تھا، نہ بہت کوتاہ اور نہ بہت دراز۔ آپ نہایت حلیم و بردبار تھے، کسی دشمن کی بھی غیبت نہ فرماتے تھے۔ اور آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ مواسات و غمخواری کا معاملہ فرماتے تھے۔

## امام ابو حنیفہ رحؒ تابعی ہیں

علامہ خوارزمی رحؒ فرماتے ہیں: اِتفقَ العلماءُ علیٰ انه روی عن اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکنهم اختلفوا فی عددهم (یعنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ نے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے روایات نقل کی ہیں، لیکن صحابہ رضؓ کی تعداد میں اختلاف ہے۔)

(دفاع امام ابو حنیفہ رحؒ، تالیف مولانا عبد القیوم حقانی صـ ۵۲)

ابن خلکان رحؒ تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحؒ نے چار صحابہ رضؓ کو پایا اور اُن سے حدیثیں سنیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ و حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں، سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اور سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ کو مکہ مکرمہ میں۔

حافظ ذہبی رحؒ خود امام صاحبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بارہا دیکھا ہے۔ (سیر صحابہ ج، صـ ۶۰)

## عبادات وریاضات

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے فہم وفراست، علم و فقاہت میں کمال رکھتے تھے ویسے ہی عبادات وریاضات میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے، جس کی مثالیں آئندہ پیش کی جائیں گی۔ جو یقیناً ہمارے لئے قابل تقلید واسوہ حسنہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو ذات گرامی اتنی عبادت وریاضت سے نوازی گئی ہو وہ بھلا باطنی نسبت اور دولت معرفت سے کیسے محروم رہ سکتی ہے۔

## ہمارے ائمہ وفقہاء بھی صاحب نسبت تھے

اسی بناء پر حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ اور اولیائے کرامؒ اللہ تعالیٰ کی نسبت اور باطنی نعمت سے شاد تھے، ایسے ہی ہمارے فقہاء بھی اس نسبت الٰہیہ سے مالا مال تھے۔ کیونکہ بغیر اس کے دین کی اتنی اہم خدمات کی توفیق انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسّر ہی نہ ہوتی، چنانچہ ان کی عبادات وریاضات اور اخلاقیات سے یہ امر بالکل عیاں ہے۔ حضرت امام صاحبؒ کی عبادت کی کیفیت وکثرت کو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمیؒ نے یوں تحریر فرمایا ہے:-

آپ جب حج کے لئے جاتے تھے تو شب وروز طلب آخرت اور نجات اُخروی کی فکر میں منہمک رہتے تھے۔ ابن ابی رواد کا بیان ہے کہ میں نے دس دن تک ابو حنیفہؒ کو خیال کر کے دیکھا تو میں نے نہ ان کو رات میں سوتے دیکھا نہ دن میں ایک لحظہ آرام کرتے پایا۔ بس ہمہ وقت طواف یا نماز، یا تعلیم میں مصروف دیکھا۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ طواف کرنے، نفل پڑھنے اور مسائل بتلانے میں ابو حنیفہؒ سے زیادہ صابر (یعنی نہ اُکتانے والا) میں نے کسی کو نہیں پایا۔ (خیرات الحسان)

خارجہ کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر ایک رکعت میں چار شخصوں نے قرآن ختم کیا ہے، اُن میں سے ایک امام ابو حنیفہؒ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے اندر ایک پیر پر کھڑے ہو کر نصف قرآن اور دوسرے پیر پر دوسرا نصف پڑھا۔ اس کے بعد دعا کی کہ یا رب! میں نے اپنی بساط کے موافق تجھ کو خوب پہچان لیا، لیکن تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکا۔ لہٰذا کمالِ معرفت کے عوض نقصانِ خدمت سے درگزر فرمایا۔ بیت اللہ کے ایک گوشہ سے آواز آئی کہ تم نے اچھی طرح پہچانا اور خالص خدمت کی۔ ہم نے تمھاری اور تمھارے سچے متبعین کی مغفرت فرمائی (خیرات الحسان)

ابو مطیع کا بیان ہے کہ میں رات کے جس حصہ میں بھی مطاف میں پہنچا ہوں تو ابو حنیفہؒ اور سفیان کو طواف کرتے ہوئے پایا ہے۔ (اعیان الحجاج ص۱۱)

حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت زفرؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک رات ہمارے یہاں گزاری، پس پوری رات ایک آیت پڑھتے ہوئے گزار دی اور وہ آیت یہ تھی: "وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ" (اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔)

اور انہی سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو نماز عشاء میں سورہ "اذا زلزلت" پڑھتے سنا، اور آپ اُسکی اقتداء میں پیچھے تھے۔ پس آپ مسجد سے لوگوں کے نکلنے کے بعد ٹھہر گئے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اور کھڑے ہو کر اپنی ڈاڑھی پکڑے یہ کہہ رہے تھے "يَا مَنْ يَجْزِيْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا خَيْرًا، وَيَا مَنْ يَجْزِيْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا شَرًّا اَجِرْ عَبْدَكَ النُّعْمَانَ مِنَ النَّارِ"

(ترجمہ: اے وہ ذاتِ عالی! جو ذرہ برابر نیکی کا بدلہ نیکی سے دیگی اور اے وہ ذاتِ گرامی جو ذرہ برابر برائی کا بدلہ برائی سے دیگی، اپنے عبد نعمان کو آگ سے پناہ دیجئے۔) (اقامۃ الحجۃ ص۱۳)

**ف:** حضرت امام اعظمؒ کے اس عبرت آمیز و نصیحت آموز واقعہ سے بخوبی واضح ہوا کہ حضرت امام اعظمؒ علم و فقہ کی نعمت کے ساتھ غایت درجہ خشیتِ الٰہی سے بھی متصف تھے، جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ کے مطابق عام علماء ربانیین کی صفت ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد "وَاللّٰہِ اِنِّی لَاَعْلَمُھُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّھُمْ لَہٗ خَشْیَۃً" (بخاری ومسلم) (اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علم لوگوں میں سب سے زیادہ حاصل ہے، اسی وجہ سے خوف و خشیت بھی مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ حاصل ہے۔)

پس حضرت امام صاحبؒ کے اس واقعہ سے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری سُنتوں کے علم و معرفت اور اُنکی اتباع میں پیش پیش ہونے کی شہادت ملی، ویسے ہی آپؒ کی باطنی سُنتوں اور صفتوں کے غایت درجہ متبع و پابند ہونا بھی ثابت ہوا یعنی آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری و باطنی جملہ علوم و معارف اور احوال و اوصاف کے صحیح طور پر وارث و امین تھے۔

اسی لئے حضرت مرشدی مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ہم کو چاہئے کہ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی تقلید کو ہم ضروری سمجھتے ہیں ویسے ہی آپ کے احوال خوف و خشیت، تواضع و فروتنی وغیرہ صفات کی اقتدار کو بھی لازم سمجھیں۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

## مکارمِ اخلاق

اب ہم امام اعظمؒ کے اخلاق فاضلہ کے سلسلہ کے چند واقعات نقل کریں گے جن کا تعلق درحقیقت باطن و قلب ہی سے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے نَعْنِیْ بِالْاَخْلَاقِ مَاھُوَ مِنْ اَعْمَالِ الْقُلُوْبِ (کنز العمال) یعنی اخلاق اعمالِ قلبیہ کا نام ہے

ولید بن قاسمؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کے حالات معلوم کرنے میں بہت بے نظیر تھے، جو صاحب ضرورت ہوتا اس کی غمخواری کرتے، اور اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی تیمارداری کرتے، اگر ان میں سے یا رشتہ داروں میں سے کوئی مرجاتا تو جنازہ میں شرکت فرماتے اور اگر کسی پر کوئی مصیبت آپڑتی تو اس کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ بہت شریف الطبع انسان تھے۔

ابو محمد حارثی نے ابو معاذ سے روایت کی کہ امام ابو حنیفہؒ کو میرے سفیان ثوریؒ کی خدمت میں آنے جانے کا علم تھا، ان دونوں میں منافست تھی جو ہم زمانہ لوگوں میں ہوتی ہے۔ لیکن یہ منافست امام ابو حنیفہؒ کو میری ضروریات پوری کرنے سے اور مجھے قربت مرحمت فرمانے سے نہیں روکتی تھی۔ وہ بہت ہی بردبار، پرہیزگار اور صاحب وقار تھے۔ اللہ تعالٰی نے انکے اندر خصائل شرافت جمع کردی تھیں۔

**ف** : المعاصرۃ اصل المنافرۃ۔ مگر سچے علماء و مشائخ اس سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل حق ہوتا ہے اس لئے اسکو قبول کرتے ہیں، دوسری کسی غرض کو خاطر میں نہیں لاتے۔ جیسا کہ ہمارے جملہ اکابر کا معمول رہا ہے۔ (مرتب)

عاصم بن یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد کے کنارے کھڑے ہو کر امام ابو حنیفہؒ کو برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگا۔ امام صاحبؒ نے اپنی بات نہیں بند کی اور نہ اس کی طرف کوئی توجہ کی، نہ اسکو کوئی جواب دیا۔ بلکہ اپنے اصحاب کو بھی منع کردیا کہ اس سے کوئی بات کریں۔ جب امام صاحبؒ سبق سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو وہ آدمی پیچھے ہولیا۔ جب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور اس کی طرف رُخ کرکے فرمایا۔ نوجوان! یہ میرا گھر ہے، اگر آپ اپنی بات پوری

کرنا چاہتے ہیں تو بالکل خوف نہ کریں، اسے پوری کرلیں۔ یہ سن کر اُس نوجوان کو شرم آگئی۔

**ف**: یہ تھا حلم و بردباری، جو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خاص صفت تھی، جسکی آپ اتباع فرماتے تھے۔ (مرتب)

عبداللہ بن مرزبان سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا بعض مرتبہ ایسا ہوتا کہ والدہ محترمہ کو عمر بن ذر کی مجلس میں لے جاتا، ان کو وعظ میں کوئی شک ہوتا تو فرماتیں کہ عمر بن ذر کے پاس جا اور پوچھ کر آ۔ میں مسئلہ بتلاتا تو وہ تسلیم نہ کرتیں، اس لئے عمر بن ذر کے پاس آتا اور کہتا، میری ماں کو اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور اُنھوں نے حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آکر پوچھوں۔ اس پر وہ کہتے کہ آپ یہ مسئلہ مجھ جیسے سے پوچھتے ہیں؟ میں کہتا، میری ماں نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ وہ کہتے، اچھا آپ جواب مجھے بتلائیے، پھر میں آپ کو بتلادوں گا۔ چنانچہ میں ان کو جواب بتلاتا، پھر وہ مجھ کو بتلاتے۔ اور میں ماں کی خدمت میں آکر عمر بن ذر کیطرف سے بتا دیتا۔

**ف**: یہ تھی اطاعت ماں کی۔ جن کی اطاعت کا قرآن و حدیث میں تاکیدی امر ہے۔ (مرتب)

ابراہیم بن سعید جوہری سے روایت ہے کہ میں امیر المومنین ہارون رشید کی مجلس میں تھا کہ امام ابویوسفؒ تشریف لائے۔ ہارون رشید نے فرمایا ابویوسف! امام ابوحنیفہؒ کے اخلاق بیان کرو۔ امام ابویوسفؒ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ فرماتے ہیں "مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ" (ق ۱۸) (یعنی انسان کوئی لفظ نہیں بولتا جس کی حفاظت کرنے کے لئے اس کے پاس فرشتے منتظر تیار نہ رہتے ہوں)۔ نیز اللہ تعالیٰ ہر بولنے والے کی آواز کو سنتا جانتا ہے۔

میرا علم ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب سے شدّت کے ساتھ روکنے والے اور بہت ہی پرہیز گار تھے۔ اللہ کے دین کی بابت وہ بات ہرگز نہیں کہتے تھے جس کو وہ قطعی طور پر نہ جانتے ہوں۔ ان کو یہ بات پسند تھی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے، اُس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اہل دُنیا سے اپنے زمانہ میں دور رہے، دنیا کی عزت کی رغبت نہیں کی۔ لمبی خاموشی والے تھے۔ علم کے وسیع ترمیدان میں ہمیشہ غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ نہ بیہودہ گو تھے، نہ بکواسی۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور ان کو علم ہوتا تو جواب دیتے۔ اگر اُستاذ سے سُنا ہوا علم نہ ہوتا تو حق کے مطابق قیاس کرتے اور اس حق کی اتباع کرتے۔ وہ اپنے آپ کی اور دین کی حفاظت کرنے والے تھے۔ علم اور مال کو بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ اور تمام لوگوں سے غنی النفس تھے۔ لالچ کے قریب نہیں جاتے تھے۔ غیبت سے بہت دور تھے۔ جب بھی کسی کا ذکر کرتے تو اچھائی کے ساتھ کرتے۔ یہ سُن کر ہارون رشید نے کہا، یہی اللہ کے نیک بندوں کے اخلاق ہوتے ہیں۔

ابو مؤید خوارزمی نے معافی بن عمران موصلی سے روایت کی ہے، کہ امام ابو حنیفہؒ کے اندر دس ایسی خصلتیں تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی کے اندر ہو تو وہ اپنی قوم کا رئیس ہو جائے اور اپنے قبیلہ کی سرداری کرے (۱) پرہیزگاری (۲) راست گوئی (۳) فقہ (۴) لوگوں کی غمخواری (۵) ہمیشہ نفع دینے والی چیز کی طرف توجہ (۶) اکثر خاموش رہنا (۷) درست گوئی (۸) مصیبت زدہ کی مدد، دوست ہو کہ دشمن (۹) مروت (۱۰) صحیح غور و فکر۔ (تذکرۃ النعمان صـ۲۷۳)

**ف:** کیا خوب خصلتیں ہیں جو لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

آپ کا ایک پڑوسی یہودی تھا جس کے بیت الخلاء کی نالی امام صاحبؒ کے گھر میں گرتی تھی۔ آپ دس سال تک صبر کرتے رہے اور جو کچھ اُس نالی سے آپ کے گھر میں گرتا اُس کو ہر روز جھاڑ کر کوڑے خانہ پر پھینک دیتے تھے اور یہودی پڑوسی کو کبھی اِس کا علم نہ ہونے دیا۔ آخر دس سال کے بعد جب یہودی کو یہ بات معلوم ہوئی تو رونے لگا اور آپ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا۔

**ف** : غور فرمائیں کہ صبر و تحمل کا کتنا عمدہ ثمرہ مرتب ہوا۔ یہی وہ اخلاق ہیں جن سے اسلام پھیلا۔ اگر آج بھی اِن اخلاق کو ہم پیش کریں تو سارے عالم میں اسلام کا بول بالا ہوجائے اور بیگانے یگانے ہوجائیں۔ (مرتب)

## آپ کی فہم و فراست

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت اعمشؒ کی خدمت میں حاضر تھے جو قرارت اور روایت حدیث میں مشہور ہیں اور تابعی بھی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ فلاں فلاں مسئلہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ امام صاحبؒ نے کہا کہ میں ان کا اس طرح جواب دیتا ہوں۔ تو حضرت اعمشؒ نے سوال کیا کہ آپ کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی؟ حضرت امام صاحبؒ نے جواب دیا (۱) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی حضرت صالحؒ سے اور اُنھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے (۲) آپ نے حدیث بیان کی ابووائل سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے (۳) آپ نے حدیث بیان کی ابوایاسؒ سے اور انھوں نے حضرت ابومسعود انصاریؓ سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ عَامِلِہٖ (جس شخص نے کسی کار خیر کی طرف رہنمائی کی تو اُس رہنمائی کرنے والے کو بھی عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔

دوسرے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ آپ نے حدیث بیان کی ہم سے ابوصالح نے، انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا تھا تو اچانک ایک شخص میرے پاس آیا تو یہ مجھ کو اچھا لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ العَلَانِيَةِ (تمھارے لئے دو اجر ہیں، ایک عمل پوشیدہ رکھنے کا اور دوسرا عمل کے ظاہر ہونے کا۔)

اس کے بعد امام صاحبؒ نے تیسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ (۱) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی حکم سے انھوں نے ابومجلز سے، انھوں نے حذیفہؓ سے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (۲) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی ابوصالح سے انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (۳) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی ابوزبیرؒ سے انھوں نے حضرت جابرؓ سے انھوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (۴) آپ نے ہم سے حدیث بیان کی یزید رقاشی سے انھوں نے حضرت انسؓ سے، انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ تو اس وقت حضرت اعمش نے فرمایا حسبك، ما حدثتك فى مئة يوم حدثتني فى ساعة ما علمتُ اَنَّكَ تعمَلُ بهٰذه الاحاديث، يا مَعشَرَ الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة، وانتَ ايها الرَّجلُ اخذتَ بكِلا الطَّرفَين۔

(یعنی جو کچھ میں نے آپ سے سو دنوں میں بیان کیا تھا، آپ نے مجھ کو تھوڑے وقت میں بتا دیا مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ آپ ان احادیث پاک پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہاء کی جماعت تم لوگ اطبّاء ہو اور ہم لوگ دوا ساز ہیں، اور آپ دونوں کے جامع ہیں یعنی طبیب بھی ہیں اور دوا ساز بھی۔ (اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمۃ والفقہاء)

## آپ کی فراست کا ایک واقعہ

ابوالقاسم بن کاؤس حسن بن زیاد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی

نے مال دفن کیا اور جگہ بھول گیا کہ کہاں دفن کیا ہے۔ تلاش کیا، نہیں ملا، تو امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں آیا اور صورت حال بیان کی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا یہ کوئی فقہی مسئلہ ہے جو بتلاؤں؟ اچھا جاؤ اور آج ساری رات صبح تک نماز پڑھو تم کو یاد آجائے گا کہ کہاں دفن کیا ہے۔ وہ آدمی واپس گیا۔ رات آئی، اُس نے نماز شروع کی، ابھی چوتھائی رات بھی نہیں گزری تھی کہ مال یاد آگیا۔ امام صاحبؒ کو آکر خبر دی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا، مجھے یہ معلوم تھا کہ شیطان تم کو ساری رات نمازیں نہیں پڑھنے دے گا۔ بلکہ تمھیں مال یاد دلادے گا۔ تم نے ساری رات نمازیں کیوں نہ گزاری کہ اللہ کا شکر ادا ہوتا۔ (تذکرۃ النعمان)

حضرت امام اعظمؒ کی فہم و فراست کے باب میں ایک ملحد (دہریہ) کے سوال کا عجیب و غریب جواب نقل کرتا ہوں:۔

## امام صاحبؒ کا جواب ایک ملحد کو

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں کسی ملحد نے آپ سے کہا کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس دنیا کو اللہ نے پیدا کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ دنیا خود بخود بن گئی ہے۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ ہاں میں ثابت کردوں گا کہ یہ دنیا خود بخود نہیں پیدا ہوئی ہے، بلکہ اسے ایک اللہ نے پیدا کیا ہے۔ مگر یہ بات میں ایک مجمع کے سامنے ثابت کروں گا تاکہ تم کو انکار کرنے کی مجال نہ رہے۔ چنانچہ اس سے جگہ اور وقت مقرر ہوگیا۔ جو دن اور وقت اس کیلئے مقرر تھا، اس دن وہ ملحد اپنے حامیوں کے ساتھ وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ اور یہ سنکر کہ امام صاحبؒ ایک ملحد کا جواب دینگے ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ مگر امام صاحبؒ وقت مقررہ پر نہیں پہنچ سکے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو ملحد اور اس کے حامیوں نے کہنا شروع کیا کہ دیکھو بھائیو! امام صاحبؒ بھاگ کھڑے ہوئے وہ یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ امام صاحبؒ پہنچ گئے اور مجمع کے سامنے کھڑے ہو کہا کہ بھائیو! مجھے دیر ہوگئی، آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ مگر دیر کی وجہ بھی سن لیجئے۔ ہوا یوں کہ میں گھر سے چلا،

راستہ میں ایک دریا پڑا، دیکھا کہ کوئی کشتی نہیں نظر آرہی ہے، میں بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ اگر میں وقت پر نہیں پہنچ سکوں گا تو لوگ نہ جانے کیا کیا کہیں گے۔ بس اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ دریا کے کنارے ایک بڑا درخت اچانک کٹ کر گر پڑا۔ اور خود بخود اس کے تختے بن گئے اور تھوڑی دیر میں کشتی بن کر تیار ہوگئی۔ میں سوار ہوکر جلدی جلدی پار اترا، اور پھر آپ کے سامنے حاضر ہوگیا۔ یہ بات سنکر ملحد بولا کہ میں ایسے جھوٹے مکار آدمی سے بات نہیں کرسکتا جو اتنا بڑا جھوٹ بولتا ہو۔ کوئی درخت اپنے آپ سے گر تو سکتا ہے مگر کٹ کر تختے خود بخود نہیں بن سکتے اور نہ خود بخود کشتی بن سکتی ہے اور نہ بغیر ملاح کے خود بخود آر پار ہوسکتی ہے۔ وہ جب بات پوری کرچکا تو امام صاحبؒ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بھائیو! ان سے پوچھیے کہ جب ایک درخت خود بخود نہیں کٹ سکتا، تختے خود بخود نہیں جڑ سکتے، کشتی خود بخود نہیں چل سکتی اور وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے خود بخود نہیں جاسکتی، تو اتنی بڑی کائنات خود بخود کیسے بن سکتی ہے؟ اور اس کے اندر زمین و آسمان، چاند سورج سب اپنے آپ کیسے بن سکتے ہیں اور یہ سب برابر حرکت کر رہے ہیں اور لاکھوں کروڑوں برس سے ان کی حرکت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ امام صاحبؒ کا جواب ایسا تھا کہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اور مجمع نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور وہ ملحد بھاگ کھڑا ہوا۔

(بشکریہ "سہ ماہی صدائے مدینۃ العلوم" بردوان (مغربی بنگال)

## حضرت امام اعظمؒ کے کمالِ علم پر علماء کی شہادت

شداد بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر میں نے کوئی عالم نہیں دیکھا۔

مکی بن ابراہیمؒ نے امام صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ " وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے"۔

وکیعؒ فرماتے ہیں کہ " میں کسی عالم سے نہیں ملا جو ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ ہو اور ان سے بہتر نماز پڑھتا ہو"۔

نضر بن شمیلؒ کہتے ہیں۔ " لوگ علم فقہ سے بے خبر تھے۔ ابو حنیفہؒ نے آکر

اُنھیں بیدار کیا ہے۔"

یحییٰ بن سعید القطان رحؒ فرماتے ہیں، "ہم اللہ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ واقعی بات یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحؒ سے بہتر فقہ ہم نے کسی کی نہیں سنی۔ اسی لئے ان کے اکثر اقوال ہم نے بھی اختیار کر لئے ہیں۔"

یحییٰ بن معین رحؒ کہتے ہیں کہ "فتویٰ میں یحییٰ بن سعید کوفیوں کا قول اختیار کرتے تھے۔"

حضرت امام شافعی رحؒ فرماتے ہیں۔ "جسے علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہو اُسے لازم ہے کہ امام ابو حنیفہ رحؒ اور اُن کے تلامذہ کو نہ چھوڑے، کیونکہ تمام لوگ فقہ میں ان کے محتاج ہیں۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ "فقہ تو بس ابو حنیفہ رحؒ ہی کی ہے۔"

جعفر بن ربیع رحؒ کہتے ہیں۔" میں پانچ سال ابو حنیفہ رحؒ کی خدمت میں رہا اُن جیسا خاموش انسان میں نے نہیں دیکھا۔ ہاں جب اُن سے فقہ کا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اُس وقت کھل جاتے اور دریا کی طرح بہنے لگتے۔"

عبداللہ بن داؤد رحؒ فرماتے ہیں کہ" اہل اسلام پر فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد امام ابو حنیفہ رحؒ کے لئے دعا کیا کریں۔" اور اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ "اُنھوں نے اُمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتیں اور فقہ کے مسائل جمع کر دیئے ہیں۔

روح بن عبادہ رحؒ کہتے ہیں کہ میں ابن جریج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُنھیں امام صاحبؒ کے وفات کی خبر پہنچی، اُنھوں نے فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون کہا اور فرمایا، افسوس! بہت بڑا علم چلا گیا۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص۶۰۹)

**ف:** راس التابعین حضرت امام اعظم رحؒ کی مذکورہ ایمانی صفات،

کثرتِ عبادات، خوفِ آخرت و خشیتِ باری تعالےٰ جیسی صفات جن کا تعلق خاص اللہ رب العزت سے ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ خُلق، حلم و بردباری، عفو و درگزر کے واقعات کو پڑھ کر عیاناً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ جل شانہٗ کی معرفت اور آپ سے خاص نسبت و محبت حاصل تھی جس کی بنا پر عنداللہ قرب و قبول اور وجاہت و کرامت کے عالی مقام پر آپ فائز تھے۔

مزید معصر علمائے اعلام (جو درحقیقت شہداء اللہ فی الارض کے مصداق ہیں، ان) کی شہادات آپ کی عظمت و بزرگی پر اور ان کے فضائل و کمالات کا اعتراف آپ کی خاص ولایت پر مثل آفتاب کے روشن ہے۔ اب اگر اس کے باوجود کوئی معاند شخص یا جماعت ان کو طعن و تشنیع کا مورد بنائے تو میں بالیقین عرض کرتا ہوں کہ وہ حدیث قدسی " مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری ص۹۶۳) کے عین مقابلہ و نشانہ پر ہے۔ العیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

لہذا ایسے لوگوں سے بصد ادب گزارش ہے کہ حضرت امام صاحبؒ یا اُن جیسے دیگر ائمہ کرام کی جو درحقیقت اولیاء اللہ ہیں دلآزاری و ایذا رسانی سے پوری طرح اجتناب کریں، تاکہ دین و دنیا کے خسارہ بلکہ سوءِ خاتمہ سے محفوظ رہ سکیں۔ اور یہ بات درحقیقت بعض متدین عادل سلفی علماء مثلاً العلامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ان ائمہ اعلام و فقہاء کرام پر بھی تردید و تنقید سے اپنی تحریروں میں سختی سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب "کاروانِ زندگی ص۱۲۰" میں درج فرمایا ہے۔ اور اس حقیر نے "اقوالِ سلفؒ" (ج۷) العلامہ عبدالعزیز بن بازؒ کے تذکرہ میں اُس کو نقل کیا ہے۔ کاش اس تحریر کا رسالوں میں برابر اعادہ ہوتا رہتا

تو اُمت کو نفع ہوتا۔ اور بہت سی سوء ظنی بلکہ سوء ادبی سے حفاظت ہو جاتی۔
(مرتب)

## ارشادات حضرت امام اعظم رحمہ اللہ

فرماتے کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں اپنے شیخ حماد اور ہر اُس شخص کے لئے دعا نہ کی ہو جس سے میں نے پڑھا یا پڑھایا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے عیال ہیں آپ رات میں سوتے نہ تھے اور کثرتِ نماز کی وجہ سے ان کا نام وَتد (یعنی میخ و کھونٹی) رکھ دیا گیا تھا۔

آپ اپنے مقروض کی دیوار کے سائے میں بیٹھتے نہ تھے اور فرماتے تھے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا (یعنی قرض پر جو بھی نفع حاصل ہو وہ سود ہے)

آپ فرماتے تھے کہ جب قاضی نے رشوت لے لیا تو وہ معزول ہو گیا خواہ امام اُس کو معزول نہ کرے۔

آپ سے حضرت علقمہؓ اور حضرت اسودؓ کے متعلق سوال کیا گیا کہ کون افضل ہے؟ تو فرمایا کہ ہم تو اُن کے ذکر کرنے کے بھی لائق نہیں۔ چہ جائیکہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ اُن میں کون افضل ہے اور کون مفضول۔

**ف** : سبحان اللہ، کس قدر تواضع و ادب کی بات ہے۔ مگر آج کل اس میں عام ابتلاء ہے کہ باہم اکابر کے سلسلہ میں تفاضل کی باتیں بے دھڑک کی جاتی ہیں۔ جبکہ ان حضرات کے مقامات کی ہم کو ہوا بھی نہیں لگی ہے کاش کہ ہم اِس امر میں بھی حضرت امام اعظمؒ کی تقلید کر لیتے تو بہت سی

نزاعات کا سدِ باب ہو جاتا اور لایعنی اور بیہودہ باتوں سے نجات مل جاتی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرے کہ ستون جیسا ہو جائے، مگر اس کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے شکم میں حلال کھانا جارہا ہے یا حرام، تو اُس کی ایک عبادت بھی قبول نہ کی جائے گی۔

فرماتے تھے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا میں پرہیزگار عالم سے بڑھ کر کوئی عظیم و برتر نہیں ہے۔ (طبقات صفحہ ۲۶)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن صہیب کلبیؒ سے یہ روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عَطَاءُ ذِی الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمْ
وَسَيْبُهُ وَاسِعٌ يُرْجَىٰ وَيُنْتَظَرُ
أَنْتُمْ يُكَدِّرُ مَا تُعْطُونَ مِنْكُمْ
وَاللهُ يُعْطِي بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدَرٍ

(ترجمہ: اے مخاطب! اللہ رب العالمین کی عطاء تمہاری عطاء سے بہتر ہے اور اس کا فضل بہت ہی وسیع ہے، اسی کی امید لگائی جانی چاہئے اور اسی کا انتظار ہونا چاہئے۔

تم جو کچھ دیتے ہو تمہارا احسان جتانا اُس کو خراب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر احسان جتلائے اور بلا مکدر کئے عنایت فرماتا ہے۔)

صمیری رحؒ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

كَفٰى حزنًا لَا حَيَاةٌ هَنِيْئَةٌ
وَلَا عَمَلٌ يَرْضٰى بِهِ الْإِلٰهُ صَالِحٌ

**ترجمہ:** حزن وغم کے لئے یہی کافی ہے کہ نہ زندگی خوشگوار ہو اور نہ ایسا عمل صالح ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔

**ف:** یہ درحقیقت خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین! (مرتب)

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص ریاست قبل از وقت طلب کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور ذلت میں زندگی گزارتا ہے۔

ابو محمد حارثیؒ نے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس کے علم نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں روکا اور گناہوں سے باز نہیں رکھا تو وہ شخص خسارے میں ہے۔ (تذکرۃ النعمان ص۲۵۰)

**ف:** بیشک اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا۔ (مرتب)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ جب عورت اپنی جگہ سے اٹھے تو تم اُس کی جگہ پر اُس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔

**ف:** سبحان اللہ، اِس میں عورت کے خیال اور وسوسہ سے بھی پرہیز کرنے کی کیسی کچھ تعلیم فرمائی جو امام صاحبؒ کے تقویٰ و طہارت کی دلیل ہے۔ (مرتب)

ابو نعیم فضل بن دکین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر دنیا اور آخرت میں علماء اللہ کے ولی نہیں، تو پھر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔

**ف** : سبحان اللہ، یہ بھی کس قدر اہم حقیقت ارشاد فرمائی، ورنہ تو آجکل کے لوگ علماء کا ولایت و بزرگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں سمجھتے۔ (مرتب)

ابو عبداللہ صیمری رحؒ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صبح کی نماز کے بعد کچھ مسائل معلوم کئے گئے جن کا آپ نے جواب دیا، کسی نے کہا، کیا سلفؒ نماز فجر کے بعد کلام خیر کے علاوہ دوسری بات کو مکروہ نہیں جانتے تھے؟ تو حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا، اور کون سا کلام خیر اس سے بڑھ کر ہے کہ میں تم لوگوں کو بتلاؤں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

**ف** : اس سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد اگر بضرورت مسائل شرعیہ کے متعلق ضروری کلام ہو تو روا ہے، بلکہ کار خیر ہے۔ (مرتب)

روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب میں راستہ چل رہا ہوں تو مجھ سے دین کی کوئی بات مت پوچھنا۔ اور جب میں لوگوں سے ہمکلام رہوں اُس وقت بھی مت پوچھنا۔ جب میں کھڑا رہوں، یا ٹیک لگا کر بیٹھا رہوں اُس وقت بھی مت پوچھنا۔ اِس لئے کہ ان حالات اور ان مواقع میں آدمی کی عقل مجتمع نہیں ہوتی۔

**ف** : یہ آداب المعاشرت میں سے بھی ہے۔ مگر افسوس کہ اسکی عام طور پر رعایت نہیں کی جاتی۔ (مرتب)

ابو محمد حارثی رح نے زافر بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح سے حضرت علی و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور مقام صفین کے شہدا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خود کوئی ایسی چیز پیش کرنے سے ڈرتا ہوں جس کے بارے میں وہ مجھ سے سوال کرے۔ اور جب اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا، تو اُن لوگوں کے معاملات کی بابت مجھ سے کچھ بھی سوال نہ فرمائیگا بلکہ صرف اُن چیزوں کے متعلق سوال کرے گا جن کا مجھے مکلف بنایا ہے لہذا میرے لئے اُن ہی چیزوں میں مشغول ہونا بہتر ہے جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ مجھ سے سوال فرمائے گا۔ (حوالہ بالا)

**ف** : اِس سے لایعنی باتوں سے بچنے کا کس قدر اہتمام معلوم ہوا۔ (مرتب)

سہل بن مزاحم سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب سے فرمارہے تھے کہ اگر تم اِس علم سے خیر کا ارادہ نہ کروگے تو تم کو خیر کی توفیق نہیں دی جائے گی۔

**ف** : معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے یہاں نیت کا بہت بڑا مقام ہے۔ لہذا علماء و طلبہ کو بلکہ ہر دینی کام کرنے والے کو خیر کی نیت کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب)

سہل بن مزاحم سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رح کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اُس قوم پر بڑا تعجب کرتا ہوں جو ظن سے بات کرتی اور ظن پر عمل کرتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اِس کو پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ"

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اُس پر عمل آمدنہ کریں۔)

امام صاحبؒ کے بعض تلامذہ سے مروی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص علم دین دنیا کمانے کے لئے سیکھتا ہے وہ علم کی برکات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ علم اُس کے قلب میں راسخ نہیں ہوتا۔ اور وہ علم سے کوئی بڑا فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور جو شخص علم کو دین کے لئے سیکھتا ہے، اُس کے لئے علم میں برکت پیدا کر دی جاتی ہے، وہ اُس کے قلب میں راسخ ہو جاتا ہے اور اُس سے نفع اُٹھانے والے طلبہ نفع اُٹھاتے ہیں۔

امام اہل بلخ حسن بن محمد لیثی رحؒ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ، سب سے بڑی طاعت ایمان باللہ ہے اور سب سے بڑی معصیت کفر باللہ ہے۔ تو جس شخص نے اعظم طاعات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اعظم معاصی سے اجتناب کیا، تو اِن دونوں کے درمیان جو خطائیں اُس سے سرزد ہوں گی، مجھے اللہ تعالیٰ سے ان خطاؤں کی مغفرت کی امید ہے۔

**ف:** سبحان اللہ، کیسی رجاء و اُمید کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

سعید بن ابراہیم رحؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن ادہم رحؒ سے فرمایا کہ ابراہیم! تم کو جب اچھی عبادت کی توفیق دی گئی ہے تو مناسب ہے کہ علم کی طرف بھی توجہ رہے۔ اِس لئے کہ علم عبادت کی جڑ ہے اور اُسی سے کام بنتا ہے۔ (حوالہ بالا)

**ف:** غور فرمائیے کہ اِس سے علم کی کیسی فضیلت ثابت ہوئی۔ مگر اب عمل کی طرف تو کسی قدر توجہ ہے بھی، مگر علم کی طرف بالکل نہیں، اور جتنک

عمل کے ساتھ صحیح علم نہیں ہوتا کشود کار نہیں ہوتا اور نہ ترقی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے علم کیلئے عمل کی ضرورت ہے، ویسے ہی عمل صحیح کیلئے علم صحیح کی بھی ضرورت ہے (مرتب)

ابو رجا ہروی ؒ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص علم حدیث پڑھتا ہے لیکن فقہ حدیث کی طرف توجہ نہیں کرتا، اُس کی مثال اُس دوا فروش کی طرح ہے جو دوائیں تو جمع کرتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ کونسی دوا کس مرض کے لئے مفید ہے، جبتک کہ طبیب نہ بتلائے، ایسے ہی علم حدیث کے اصحاب حدیث کے مفہوم کو نہیں جانتے جبتک کہ فقیہ اُس کو واضح نہ کرے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عیسیٰ بن موسیٰ امیر کوفہ سے فرمایا ؎

كِسْرَةُ خُبْزٍ وَقَعْبُ مَاءٍ وَفَرْدُ ثَوْبٍ مَعَ السَّلَامَةِ
لَا خَيْرَ مِنَ الْعَيْشِ فِي نَعِيْمٍ تَكُوْنُ مِنْ بَعْدِهِ النَّدَامَةُ

(ترجمہ: روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک پیالہ اور ایک کپڑا سلامتی کے ساتھ بہتر ہے، اُن نعمتوں میں زندگی گزارنے سے جس کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔

**ف**: پس ایسی نعمت و خوشحالی کی زندگی کو غیرت مند آدمی کبھی گوارا نہیں کرسکتا، بلکہ اس کو موت سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (مرتب)

جعفر بن الاحمرؒ سے روایت ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ایک مسئلہ معلوم کیا، اُنھوں نے اُس کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا یہ شہر خیر و برکت میں رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو اِس شہر میں باقی رکھے گا۔ یہ سن کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدْتُ غَيْرَ مَسُوْدٍ
وَمِنَ الْعَنَاءِ تَفَرُّدِيْ بِالسُّؤْدُدِ

**ترجمہ:** سرداروں سے ملک خالی ہوگیا اِس لیے میں سردار بن گیا اور کوئی سردار نہیں رہا اِس لئے میری تنہا سرداری مصائب میں سے ہوگی۔ (حوالہ بالا)

**ف:** سبحان اللہ، کس قدر تواضع و عاجزی کا حال ہے نہ کہ اپنے علم و عمل پر فخر و غرور۔ پس یہ حال بھی ہمارے لئے قابلِ تقلید و اقتدا ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتّب)

مناقب کی بعض کتابوں میں ہے کہ محمد بن حفص بزاز بلخی نے کہا، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ موجود نہیں تھے، نماز کے وقت ان کے بیٹے حماد امامت کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں امام صاحبؒ آگئے اور اُن کو کھینچ کر پیچھے کر دیا اور دوسرے آدمی کو آگے بڑھا دیا۔ جب نماز ہوگئی اور باپ بیٹے گھر آئے تو حماد نے کہا، ابا جی! آپ نے آج مجھے سب کے سامنے رُسوا کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے خود اپنے آپ کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا تھا، میں نے بچا لیا۔ سنو! اگر تم نماز پڑھاتے اور کسی بنا پر کوئی آدمی کھڑا ہو کر یہ کہہ دیتا کہ لوگو! اس امام کے پیچھے جو نماز پڑھی گئی ہے اُس کو دُہرا لو۔ تو لوگ اِس کو اپنی کتابوں میں لکھ لیتے، تو پھر

یہ حکایت قیامت تک لکھی رہ جاتی۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحؒ نے فرمایا: دیکھو! عوام کے معاملات میں پڑنے سے بچو۔

**ف**: اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ حتی الوسع امامت سے بھی بچو، تاکہ کوئی معاند متہم نہ کرسکے۔ (مرتب)

محمد بن مقاتل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ریشم فروش تھے۔ ایک دن ایک عورت آئی اور ریشمی کپڑا مانگا۔ امام صاحبؒ نے غلام کو حکم دیا کہ ریشمی کپڑا نکالو۔ غلام نے ایک کپڑا نکال کر اُس پر ہاتھ مارا اور کہا "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ" امام صاحب غصہ ہوگئے اور فرمایا کہ تم میرے کپڑے کی تعریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر کرتے ہو؟ آج میں کپڑا نہیں بیچوں گا۔ اور اُس دن کوئی کپڑا فروخت نہ فرمایا۔

**ف**: سبحان اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کا کیسا ادب واحترام تھا جو بالکل عیاں ہے۔ (مرتب)

ابو یعقوب مکی نے سلیمان بن ابو شیخ سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا، مجھے کوفہ کے ایک شخص نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار کہا گیا کہ مسجد میں ایک حلقہ ہے وہ لوگ فقہ میں غور وخوض کررہے ہیں۔ امام صاحبؒ نے پوچھا، اُن کا کوئی اُستاذ ہے؟ کہا گیا نہیں! اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا، یہ لوگ کبھی بھی فقیہ نہیں ہوں گے۔ (تذکرۃ النعمان ۲۵۸)

**ف**: معلوم ہوا کہ فقیہ بننے کے لئے بھی استاذ کی ضرورت ہے۔ بغیر استاذ کے کوئی کسی درجہ کو نہیں پہنچتا۔ فقہ تو بڑی چیز ہے، معمولی صنعت وحرفت کا طریقہ بھی بغیر استاذ کے حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ

صاحبؒ حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ میں نے قلم بنانا اُستاذ سے نہیں سیکھا، اس لئے ابتک قلم بنانے کا ڈھنگ نہ آیا۔ (مرتب)

## امام صاحبؒ کی وفات

خاندانِ نبوت میں واقعۂ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلابِ حکومت کی کوشش کی، محمد ذوالنفس الذکیہ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کیا، امام صاحبؒ نے بَرملا اُنکی تائید کی۔ مشہور ہے کہ منصور نے امام صاحبؒ کے سامنے منصبِ قضاء کی پیشکش کی تھی، مگر امام صاحبؒ نے انکار کردیا جس کے نتیجہ میں منصور نے ۱۴۶ھ میں قید کرادیا۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ منصور نے اُن کے خلاف جو سخت کارروائی کی اُسکی وجہ عہدۂ قضاء سے انکار نہ تھا بلکہ محمد وابراہیم کی حمایت تھی، جس کا منصور کو علم تھا۔ بہرحال منصور نے آپ کو زہر دلوادیا جب اس کا اثر امام صاحبؒ نے محسوس کیا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں رجب سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص۵۴)

طبقات میں ہے کہ خلیفہ منصور نے امام صاحبؒ کو کئی مرتبہ قید سے نکالا اور دھمکی دی۔ مگر امام صاحبؒ ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ اے منصور اللہ تعالیٰ سے ڈر! اور قاضی اُس شخص کو بنا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، جب ہم رضا میں مامون نہیں تو پھر حالتِ غضب میں کیسے مامون رہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قضاء کو دو یا تین دن کے لئے قبول فرمالیا تھا مگر اُس کے بعد ہی بیمار ہوگئے اور چھ دن کے بعد سنہ ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (طبقات)

# خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

**نام و نسب** اویس نام، والد کا نام عامر، کنیت ابو عمرو قرنی ہے۔ آپ وطناً یمنی اور نسباً قبیلہ مراد سے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو پایا لیکن آپؐ کے دیدار کے شرف سے مشرف نہ ہو سکے۔

**آپ کی مقبولیت** آپ کی مقبولیت کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ وحی ترجمان نے دی ہے اور خیر التابعین کے لقب سے عزت بخشی ہے۔ "صفۃ الصفوۃ" میں ہے کہ جب شام ہوتی تھی تو حضرت اویسؒ کے پاس جتنا کچھ کھانا کپڑا ہوتا تھا سب صدقہ کر دیتے تھے۔ پھر کہتے تھے کہ اے اللہ! کوئی بھوک سے مرے تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیے گا، اور اگر کوئی کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو تو اسکی بھی باز پُرس مجھ سے نہ کیجئے گا۔

یہ بھی مذکور ہے کہ جب شام ہوتی تو کہتے کہ سجدہ کی رات ہے۔ اُس کے بعد سجدہ میں سر رکھتے تو صبح ہی کو سر اُٹھاتے۔ اور کسی شام کہتے کہ آج رکوع کی رات ہے۔ پھر نماز شروع کرتے اور رکوع ہی میں صبح کر دیتے۔ (سیر السلف)

**دیگر حالات** حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو اہل دنیا سے چھپانے کے لئے نہایت خستہ حال رہتے تھے۔ اکثر بدن ڈھانپنے کے لئے پورا کپڑا تک نہ ہوتا تھا۔ لوگ ننگے بدن دیکھ کر کپڑا اُڑھا دیتے ان کی ظاہری حالت پر ظاہر بیں عوام اُن کا مذاق اُڑاتے اور اُنھیں پریشان

کرتے، لیکن اہلِ نظر کی نگاہوں سے وہ چھپ نہ سکتے تھے۔ چنانچہ اُنکی روحانیت اہلِ دل کو دور دور سے کھینچ کر لاتی تھی۔

**علمِ باطن** آپ کے کمالات کا منبع اور سرچشمہ کاغذ کے اوراق کے بجائے صحیفۂ قلب تھا۔ آپ کی ذاتِ گرامی علوم باطن کا سرچشمہ تھی اور تابعین میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی کی ذات تصوف کا مرجع ہے۔ اور صوفیائے کرام کے بہت سے سلاسل آپ کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔

آپ صائم الدہر تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ افطار کے لئے کچھ میسر نہ آتا تو کھجور کی گٹھلیاں چن کر بیچتے اور اُس کی قیمت سے اپنے لئے قوت لایموت (یعنی اِتنی روزی کہ جس سے موت نہ آئے) حاصل کرتے۔ اگر خشک خرما مل جاتا تو اُس کو افطار کے لئے رکھ لیتے۔ اگر زیادہ مقدار میں مل جاتا تو گٹھلیاں بیچ کر اُس کی قیمت خیرات کر دیتے۔ (سیر صحابہ بحوالہ تذکرۃ الاولیاء ص۲۳)

**حلقۂ ذکر** کوفہ میں ذکر و شغل کا ایک حلقہ تھا، جس میں بہت سے سالکین جمع ہوتے تھے۔ حضرت اویس رح بھی اُس حلقہ میں شرکت کرتے تھے۔ اسیر بن جابر کا بیان ہے کہ ہم چند لوگ کوفہ میں ذکر و شغل کے ایک حلقہ میں جمع ہوتے تھے۔ اُویس بھی ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ اس حلقہ میں دلوں پر سب سے زیادہ حضرت اویس رح کے ذکر کا اثر پڑتا تھا۔ (اعیان الحجاج)

**ف** : اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کا حلقہ زمانہ خیرالقرون سے چلا آرہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو بھی ذکراللہ کرنے اور حلقۂ ذکر قائم کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

## ارشادات

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً یہ حدیث بیان کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ رضؓ کے باب میں میرا لحاظ رکھو۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اُمت کے پچھلے لوگ اگلوں کو بُرا کہیں گے۔ اُس وقت زمین اور زمین والوں پر اللہ کی ناراضگی نازل ہوگی۔ (اعیان الحجاج)

**ف:** چنانچہ اب ایسا ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کے آثار نمایاں ہیں۔ العیاذ باللہ تعالےٰ۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مومن کیلئے دوست نہ چھوڑا۔ ہم نے جب بھی عوام کو امر بالمعروف کیا تو اُنھوں نے ہماری بے عزتی کی اور اپنا معین و مددگار فسّاق کو بنالیا۔ اور قسم اللہ کی ان لوگوں نے ہم کو کبائر تک سے مطعون و متّہم کیا۔

ایک شخص نے آپؒ سے نصیحت طلب کی، تو ارشاد فرمایا کہ میری نصیحت یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسولوں کی سنت اور صالح مومنین کی صحبت کو لازم پکڑو۔ اور موت سے پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہ ہو۔ اور تمام اُمت کی خیر خواہی کرو۔ اور اہلِ سنّت والجماعت سے علٰحدگی اختیار نہ کرو۔ اِس لئے کہ ایسی صورت میں تم دین ہی سے جدا ہو جاؤ گے۔

ہرم بن حبان نے اُن سے وصیت طلب کی تو فرمایا کہ سوتے وقت موت کو تکیہ بناؤ اور جاگو تو موت ہی کو نصب العین بنائے رکھو۔

**ف:** یعنی موت کو ہر آن یاد رکھو۔ اِس لئے کہ اِس میں دنیا و دین ہر ایک کا نفع ہی نفع ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ کسی کے لئے پسِ پشت دعا کرنا اُس کی زیارت و ملاقات سے افضل ہے۔ اِس لئے کہ زیارت میں توریا و تزین کا بھی دخل ہو سکتا ہے بخلاف دعا کے۔ کیونکہ اِس میں ریا کا احتمال نہیں ہے۔

آپ کو دفن کر کے جب لوگ لوٹ آئے تو پھر آپ کی قبر لاپتہ ہو گئی۔ حتیٰ کہ اُس کی کوئی علامت باقی نہ رہی۔ (طبقات ج ۱ ص۱۶۴)

## وفات

حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ کو جب تک ظاہر بیں دنیا نے نہ پہچانا تھا اُس وقت تک وہ اہل دنیا میں نظر آتے تھے لیکن جب سے اُن کی حقیقت آشکارا ہوئی اُس وقت سے وہ ایسے روپوش ہوئے کہ پھر کسی نے نہ دیکھا۔ اس کے بعد جنگ صفین میں اُنکی شہادت کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کو اللہ کے راستہ میں شہادت کی تمنا تھی اور اس کے لئے وہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ۳۷ھ جنگ صفین میں اُنکی یہ آرزو پوری کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اُنکی حمایت میں شہادت پائی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ ونور اللہ مرقدہٗ۔

(سیر صحابہ ج، ص۲۴۵)

# حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

**نام و کنیت** عامر نام، ابو بردہ کنیت۔ والد کا نام عبداللہ تھا۔

**فضل و کمال** تابعین کرامؒ کا نمایاں اور مشترک وصف ان کا علم و عمل اور خدمت علم و دین تھا لیکن اُن میں ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی جس نے نہ صرف تمام دُنیاوی علائق کو چھوڑ دیا تھا بلکہ علم کی بساط بھی تہ کر کے محض عبادت و ریاضت، یادِ الٰہی اور تزکیۂ روح کو اپنا مقصد قرار دیا تھا۔ حضرت عامر بھی اُسی مختصر جماعت کے ایک ممتاز فرد تھے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ بڑے بلند مرتبہ اور مرتاض (ریاضت کرنیوالے) تابعین میں تھے حضرت کعب احبار خود ایک تارک الدنیا تابعی تھے، وہ حضرت عامرؒ کو امتِ محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والتحیہ کے راہب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

(احباب صفحہ ۸۶ بحوالہ تابعین صفحہ ۲۲۵)

**نماز و مناجات** شیخ عامر تمیمیؒ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ تو علم کی ترویج و تبلیغ کے لئے وقف کر دیا تھا، دوسرا حصہ عبادتِ الٰہی کے لئے وقف کیا اور زندگی کا تیسرا حصہ میدانِ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے لئے وقف کیا تھا۔

شیخ عامر بن عبداللہ کی مجاہدانہ زندگی کا ایک واقعہ اُن کا ایک پڑوسی بیان کرتا ہے، جو خود بھی اُس راہِ جہاد میں شریک تھا۔ کہتا ہے کہ میں شیخ عامر بن عبداللہ کے ایک قافلۂ جہاد میں شریک تھا۔ راہ میں ایک رات قیام کرنا پڑا۔ مجاہدین اپنے اپنے مقام پر استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ عامر بن

عبداللہ نے بھی اپنا سامان ایک جگہ رکھ دیا، اپنے گھوڑے کو ایک درخت کے نیچے چارہ ڈال کر ایک لمبی رسی سے اُس کو باندھ دیا، تاکہ وہ آزادی سے چرے پھرے اور دور نہ نکل جائے۔ پھر خود ایک جھاڑی کی طرف چل پڑے مجھ کو اُن کے دور نکل جانے نے شک میں ڈال دیا، میں نے مخفی طور پر اُن کا پیچھا کیا۔ وہ ایک گھنی جھاڑی میں داخل ہوئے اور مصلیٰ بچھا کر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ اب فارغ ہو گئے ہوں گے، لیکن اُن کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسے پُر سکون خشوع خضوع والی نمازیں کسی کو بھی پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ کی جناب عالی میں مناجات شروع کر دی۔ اور ایسی دلآویز اور روح پرور آواز سے اللہ کو پکارنے لگے کہ میرا دل پھٹنے لگا اور میں برداشت نہ کر سکا۔

**دُعا** اللہ کی حمد و ثنا پڑھ کر کہنے لگے، الٰہی! تیرے بندے عمر بن خطابؓ نے ہمیں اسلامی مہم پر روانہ کیا ہے۔ الٰہی! اِس مہم کو کامیاب فرما اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے شہر بصرہ کو اسلام کی مضبوط چھاؤنی بنا اور اس مرکز کو قبول فرما۔ الٰہی! اپنی زمین کے دور دراز علاقوں میں اسلام و ایمان کا کلمہ جاری فرما۔ الٰہی! ہم تیرے بندے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں الٰہی! اس اُمت کی نصرت فرما۔ الٰہی! آپ کی نصرت و تائید کے بغیر کسی کو قرار و ثبات نہیں۔ الٰہی! میں آپ کی تائید و توفیق کے بغیر اس عہد سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ الٰہی! دنیا کی ہر آزمائش آسان فرما اور اپنے ہر فیصلہ پر مجھ کو راضی کر دے۔ یَا لَطِیفُ یَا قَوِیُّ یَا مَتِینُ!

(شیخ عامر بن عبداللہ کا پڑوسی کہتا ہے) میں یہ منظر دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر نیند کے غلبہ سے میں تو سو گیا۔ پھر صبح فجر میں جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ شیخ عامر بن عبداللہ اب تک مناجات میں مشغول ہیں۔

شیخ عامر بن عبداللہؒ عبادت و ریاضت، زہد و ورع اور مجاہدۂ نفس کی اُس معراج تک پہنچ گئے تھے جہاں کسی دُنیاوی دلفریبی اور راحت و آرام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (سیر التابعین ص۳۱۵ مولانا عبدالرحمن صاحب مظاہری)

ف: سُبحان اللہ، یہ تھی ہمارے اکابر کی عبادت اور مناجات۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب)

**دشمن کے لئے دُعا** اُن کی زبان کسی کی بدی سے آلودہ نہ ہوتی اور نہ کسی کیلئے اُن کی زبان سے کبھی بددعا نکلی۔ اپنے دشمنوں کے لئے بھی دعا ہی کرتے تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے اُنھیں اُن کے وطن سے نکلوایا تھا اُن کے حق میں بھی دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! جن لوگوں نے میری چغلی کھائی ہے اور مجھ کو میرے وطن سے نکلوایا ہے اور میرے بھائیوں سے مجھ کو جدا کر دیا ہے۔ ان کی اولاد میں ترقی دے، اُنھیں تندرست رکھ، اور اُن کی عمریں بڑھا دے۔ (ابن سعد ج۱ ص۷۵)

ف: اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی خوش خُلقی ہمارے بزرگوں کا خاص شعار رہا ہے۔ (مرتب)

**ارشادات** آپ فرماتے تھے کہ اگر دنیا و مافیہا میرے قبضہ میں ہو اور اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ تم اس سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کرلو، تو خوش دلی سے اُس کا امتثال کروں گا۔

اُنھوں نے اپنے اوپر ایک ہزار رکعت لازم کر رکھا تھا۔ اور ایک روایت میں آٹھ سو رکعت ہے۔ آپ اُس وقت تک عبادت سے باز نہ آتے تھے جبتک کہ آپ کے قدموں و پنڈلیوں میں ورم نہ آجاتا تھا، پھر بھی اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے تھے کہ تو عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے لہذا تجھ سے ضرور کام لیتا ہوں گا۔ حتیٰ کہ بستر، تجھ سے کچھ بھی حصہ نہ پائے گا۔ (یعنی بستر پر تجھ کو لیٹنے یا سونے نہ دوں گا۔)

**ف** : سبحان اللہ، یہ تھی عزیمت، جس سے یہ حضرات اعلیٰ مراتب تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی عبادت کا ذوق اور اپنے خاص قرب و قبول سے نوازے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب سے اللہ تعالیٰ سے میں نے محبت کی تو مجھے کبھی پروا نہ ہوئی کہ کس حال میں صبح کی اور کس حال میں شام۔

نیز فرماتے تھے کہ جب سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی پھر میں کبھی کسی سے خوفزدہ نہ ہوا۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی سے رنجیدہ ہوتے اور بددعا فرماتے تو کہتے کہ اے اللہ! اُس کے مال کو بڑھا دیجئے اور اُس کے جسم کو صحتمند کر دیجئے اور اُس کی عمر کو طویل فرما دیجئے۔

**ف** : شاید یہ بددعا اِس لئے فرماتے تھے کہ وہ دنیوی نعمتوں کو پا کر اسی میں اُلجھ کر اللہ سے غافل ہو جائے گا۔ اور انسان کیلئے اِس سے بڑھ کر آفت و بلا اور کیا ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ جو منعم حقیقی ہے اسی سے غافل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس بلا سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! (مرتب)

آپ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ آپ سے بہتر کون ہے؟ تو فرمایا کہ وہ جس کا سکوت (اللہ کی خلق میں) تفکر ہو، اور کلام (اللہ کا) ذکر ہو اور چلنا (اللہ تعالیٰ کے آیات و انعامات میں تدبّر و تفکّر ہو، تو ایسا شخص یقیناً مجھ سے بہتر ہے۔

فرماتے تھے کہ اللہ کا ذکر شفا ہے اور اُس کے غیر کا ذکر بیماری ہے۔

فرماتے تھے کہ یہ آدمی کی انتہائی جہالت ہے کہ دوسروں کے گناہ سے تو خوف زدہ ہو مگر اپنے گناہوں سے مامون و مطمئن ہو۔

آپ پاگلوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ سے لوگ کہتے کہ وہ تو آپ کو جانتے بھی نہیں، پھر اُن کے کھلانے سے کیا فائدہ؟ تو فرماتے کہ اگرچہ وہ نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں کہ یہ ہمارے پاگل بندوں کو کھانا کھلا رہا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے اِس عملِ خیر کے لئے کافی ہے کہ اِس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔ اور ہم کو اِس پر اجر و ثواب ضرور مرحمت فرمائیں گے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ عام خدمت سے زیادہ ثواب سے نوازیں۔ (طبقات ص۲۴)

## وفات

حضرت عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کا انتقال ۲۴ھ میں ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(تقریب التہذیب)

# حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ

اسود نام، ابو عمر کنیت، والد کا نام یزید تھا۔ (سیر الصحابہ ج۲، ص۴۲)
آپ حضرات شیخین و حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے تلمیذ وصحبت یافتہ تھے۔ رمضان میں ہر دوسرے دن قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ حج سے اُن کو عشق تھا۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ "کان من العبادۃ والحج علی امر کبیر۔ (تذکرہ) یعنی حج اور عبادت کے بارے میں اُن کا معاملہ بڑا عظیم الشان تھا۔ (اعیان الحجاج ص۹۶)
اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی وجہ سے اُن کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔

(طبقات ص۲۵ ج۱)

## فضل و کمال

فضل و کمال اور زہد و عبادت کے لحاظ سے حضرت اسود کوفہ کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔

## نماز کا اہتمام

علم سے بڑھ کر آپ کا عمل یعنی زہد و تقوےٰ اور عبادت و ریاضت تھی۔ چنانچہ نماز آپ کی زندگی کا خاص مشغلہ تھا۔ سات سو رکعت نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص۴۳ ج۱)

نماز ہمیشہ اوّل وقت ادا کرتے تھے۔ اس میں اس قدر اہتمام تھا کہ کسی کام اور کسی حالت میں بھی ہوتے، نماز کا وقت آتے ہی کام چھوڑ کر فوراً نماز ادا کرتے۔ آپ کے سفر کے ہمراہیوں کا بیان ہے

کہ سفر کی حالت میں بھی خواہ کیسے ہی دشوار گزار راستے سے جارہے ہوں، نماز کا وقت آنے کے ساتھ سواری روک کر نماز پڑھتے تب آگے بڑھتے۔

(ابن سعد ج ۶ ص ۴۷)

## حج

حج کے ذوق کا یہی حال تھا۔ حجوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا شاید کوئی سال حج سے ناغہ نہیں ہوا۔ باختلاف روایت آپ کے حجوں اور عمروں کی تعداد ستر سے اسّی تک ہے۔

## حلیہ اور لباس

آخر عمر میں بال سفید ہو گئے تھے۔ سر اور ڈاڑھی دونوں میں زرد خضاب کرتے تھے۔ اونچی ٹوپی پہنتے تھے۔ سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اُس کا شملہ پیچھے پڑا رہتا تھا۔

(ابن سعد ج ۶ ص ۵۹، سیر الصحابہ ج ۷ ص ۴۳)

## وفات

۷۵ھ میں وفات پائی۔ معمولات کی پابندی میں یہ اہتمام تھا کہ مرض الموت میں بھی تلاوتِ قرآن میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ اُس وقت بھی جب جنبش کرنے کی سکت باقی نہ تھی اپنے بھانجے ابراہیم نخعیؒ کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے تھے۔ دمِ آخر ہدایت کی کہ مجھے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا تاکہ میری زبان سے آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نکلے۔

(ابن سعد ج ۶ ص ۵)

# حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ تعالیٰ

**نام ونسب** ربیع نام، ابویزید کنیت اور والد کا نام خیثم تھا۔
(سیر الصحابہ ج ۷، صـ ۱۲۲)

**فضل وکمال** آپ صاحبِ علم تابعین میں تھے۔ لیکن آپ کے علم کی روشنی کو زہد و ورع کے نور نے مدہم کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علم سے زیادہ تقویٰ میں مشہور ہیں۔ ورنہ جہاں تک آپ کے علمی کمالات کا تعلق ہے اُسمیں بھی آپ اپنے اقران میں ممتاز تھے آپ نے زمانہ ایسا پایا تھا جب علماء صحابہ رضؓ کی بڑی جماعت موجود تھی۔ چنانچہ صحابہ میں آپ نے عبداللہ بن مسعود اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فیض اُٹھایا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ صـ ۲۴۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ کے فضائل و کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ ابویزید! اگر تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو تم سے محبت فرماتے۔ جب میں تم کو دیکھتا ہوں تو متواضعین یاد آتے ہیں۔ (ابن سعد ج ۶ صـ ۱۲۷، سیر الصحابہ ج ۷، صـ ۱۲۲)

**خشیتِ الٰہی** اعمالِ حسنہ کا اصل سرچشمہ خشیت الٰہی ہے۔ ربیع پر اتنی خشیت طاری رہتی تھی کہ روتے روتے ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ عذابِ دوزخ کا معمولی نمونہ دیکھ کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ اعمش بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ربیع لوہار کی بھٹی کیطرف سے گزرے تو بھٹی دیکھ کر بیہوش ہو گئے۔ (ابن سعد ج ۶ صـ ۱۳۱)

**شب بیداری** آپ کی عبادت کا خاص وقت شب کی تاریکی تھا۔ ساری رات عبادت کرتے تھے۔ (تہذیب الکمال ص۱۱۵)

آیاتِ موعظت پڑھتے تھے اور شدتِ تاثیر، اِن کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے۔ آپ کے غلام نسیر بن ذعلوق بیان کرتے ہیں کہ ربیع رات کی تاریکی میں تہجد پڑھتے ہوئے جب اِس آیت پر پہنچے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ (جاثیہ ۲)

کیا جنھوں نے برائیاں کی ہیں، یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لوگوں کے برابر کریں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے اعمال کئے، جن کی زندگی اور موت برابر ہے وہ لوگ کیا ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔

تو اِس کو دُہراتے دُہراتے صبح کر دیتے تھے۔

**شدتِ احتیاط** حضرت ربیع رح کو اوامر و نواہی کی پابندی میں اتنا اہتمام تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں میں بھی اتنی احتیاط برتتے تھے کہ ہر شخص کا ذہن بھی اُن کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا۔ (سیر الصحابہ ج، ص۱۲۵)

**انکسار و تواضع** اِن کمالات پر انکسار و تواضع کا یہ حال تھا کہ بیت الخلاء تک اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، اِس کام کے لئے دوسرے لوگ موجود ہیں۔ جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ گھر کے کاروبار میں بھی حصہ لوں۔ اُن کی خاکساری کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ تم کو دیکھ کر

متواضعین کی یاد آجاتی ہے۔ (ابن سعد ص۲۷)

**ارشادات** فرماتے تھے کہ اے بھائی! اپنے نفس کے خود ناصح بنو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

آپ کو فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر آپ علاج کرتے تو شفایاب ہو جاتے۔ تو فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ علاج حق ہے۔ لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ عنقریب نہ مریض باقی رہ جائے گا نہ طبیب۔ پھر علاج سے کیا فائدہ۔

وہ عمل ایسے مخفی طور سے کرتے تھے کہ سوائے اُن کے گھر کے لوگوں کے کوئی مطلع نہ ہوتا تھا۔ ایک روز تلاوتِ قرآن کے وقت ایک آدمی اُن تک پہنچ گیا تو قرآن پاک کو اپنی آستین میں چھپا لیا۔

فرماتے تھے کہ ہر وہ عمل جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہ ہو وہ مضمحل ہو جاتا ہے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ جب لوگوں کے اختلاط کی وجہ سے اپنے اندر غفلت محسوس کرتے تو قبرستان چلے جاتے اور فرماتے اے قبرستان والو! ہم اور تم دونوں ساتھ ہی رہے۔ پھر ساری رات عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ صبح کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنی قبر سے اُٹھ کر آئے ہیں۔

آپ دو آدمیوں کی مدد سے نماز کے لئے جماعت کی مسجد میں تشریف لاتے تھے، تو لوگ کہتے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رخصت دی ہے، لہٰذا اتنی تکلیف سے آنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرماتے کہ میں اپنے رب کے منادی کو کیا کروں، کیونکہ جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ (آؤ نماز کی طرف) کہتا ہے تو مجھ سے بیٹھے رہا نہیں جاتا۔ آخر بیتاب ہو کر مسجد کے لئے روانہ

ہو جاتا ہوں۔

آپ گھر میں خود جھاڑو دیتے تھے اور گھر والوں کو اس کا موقع نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنے لئے خستہ حالی کو پسند کرتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے۔ جن کے مقابلہ میں ہم اپنے کو چور سمجھتے تھے۔

## وفات

آپ کی وفات ۶۷ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات ج ۱ ص۲۵)

# حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

**نام ونسب** ضحاک نام، ابو بحر کنیت، عرفی نام احنف ہے۔ عہد رسالت ہی میں ولادت ہوئی۔ مگر شرفِ دیدار سے محروم رہے، اس لئے تابعین ہی میں آپ کا شمار ہے۔

**فضائل** طبقۂ اولیٰ کے تابعین میں ہیں اور کمالِ عقل ودانائی، زہد وعبادت اور بے نفسی میں ضرب المثل ہیں۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو ایک سال تک اپنے پاس رکھ کر فرمایا کہ میں نے تمھاری خوب جانچ کر لی ہے، تم میں بھلائی کے سوا کوئی بات نہیں دیکھی۔ تمھارا ظاہر بہت اچھا ہے اور مجھے امید ہے کہ تمھارا باطن بھی

بہتر ہی ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا کہ احنف کو اپنے نزدیک رکھئے، اُن سے مشورہ لیجئے اور اُنکی بات سُنئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر بنو تمیم کا سردار بھی انکو کہا ہے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصلح کا کسی طالب کو اپنے پاس کچھ عرصہ کے لئے روک لینا کہ اُس کے حالات باطنی کا جائزہ لے اور اُس کی اصلاح و تربیت کرے۔ تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ سنّت فاروقی ہے۔ کما افادہ مرشدی مصلح الامت مولٰنا وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ (مرتب)

## احنف کے کمال کی شہادت

کسی نے خالد بن صفوان ؒ سے پوچھا کہ احنف اس درجہ پر کیسے پہنچے؟ خالد ؒ نے کہا کہ تم چاہو تو تین لفظوں میں بتاؤں، یا کہو تو دو میں، یا چاہو تو ایک لفظ میں اُس نے کہا تین کیا ہیں؟ خالد نے کہا "کَانَ لَا یَشْرَہُ وَلَا یَحْسُدُ وَلَا یَمْنَعُ حَقًّا" (وہ لالچی نہیں تھے، کسی پر حسد نہیں کرتے تھے اور کسی کا حق نہیں روکتے تھے) اُس نے کہا اچھا دو کیا ہیں؟ خالد نے کہا "کان موفقا للخیر معصوما من الشر" (وہ من جانب اللہ خیر و بھلائی کی توفیق دیئے جاتے تھے اور برائی سے بچائے جاتے تھے) اُس نے کہا اور ایک کیا ہے؟ خالد نے کہا "کان من اشد الناس سلطانا علیٰ نفسہ" (وہ اپنے نفس پر پورا پورا قابو رکھتے تھے)۔ (اعیان الحجاج) ف: معلوم ہوا کہ سب خوبیوں کی خوبی اپنے نفس کو اپنے تابع رکھنا ہے۔ دینی و دنیوی عافیت اسی سے میسر ہوگی۔ (مرتب)

"سیر اعلام النبلاء" میں ہے کہ احنف ؒ خراسان پر عامل تھے۔ ایک مرتبہ سردی کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی تو اپنے غلاموں کو بیدار نہ کیا

بلکہ خود برف کو توڑ کر غسل فرمایا۔

**ف**: یہ عمل میں عزیمت اور غلاموں کی رعایت پر دال ہے اور یہ دونوں ہی مستحسن ہیں۔ (مرتب)

**ارشادات** احنف فرماتے ہیں کہ میرے پاس سے جو کوئی اُٹھ گیا میں نے کبھی اُسکی برائی نہیں کی۔ انکے بھتیجے نے اپنے دانت کے درد کی تکلیف کا شکوہ کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ میری تو چالیس برس ہوئے آنکھ کی روشنی جاتی رہی ہے مگر میں نے کسی سے اُس کا ذکر نہیں کیا۔

کسی نے اُن سے کہا کہ آپ اُمراء کے پاس نہیں جاتے۔ تو اُنھوں نے ایک ٹوٹا ہوا گھڑا نکالا اور اُس کو اُلٹ دیا۔ اُس میں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے گرے۔ اُن ٹکڑوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جس کو یہ ٹکڑے کفایت کرتے ہوں وہ اُن کے پاس جا کر کیا کرے گا۔

**ف**: سبحان اللہ! ہمارے اکابر کے اندر کیسی قناعت تھی۔ (مرتب)

کسی نے آپ سے کہا کہ آپ میں اطمینان وسکون بہت زیادہ ہے؟ فرمایا۔ میں تو اپنے کو تین باتوں میں بہت جلد باز پاتا ہوں۔ نماز کے باب میں جب اس کا وقت آجائے اور جنازہ کے باب میں جب تک اُس کو دفن نہ کرلوں اور لڑکی کے نکاح کے باب میں جب اُس کا کفو مل جائے۔

آپ کی رات کی عبادت زیادہ تر دُعا تھی۔ کبھی کبھی وہ جا کر اپنی انگلی چراغ کی لَو پر رکھتے اور جلنے لگتی تو حَس کہہ کر ہٹا لیتے اور کہتے کہ احنف! تو نے فلاں دن یہ کیوں کیا اور فلاں دن وہ کیوں کیا؟

مروان اصفر نے حضرت احنف رحؒ کو یہ کہتے سنا، اَللّٰهُمَّ اِنْ تَغْفِرْ لِیْ فَاَنْتَ اَهْلُ ذَالِكَ وَ اِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَاَنَا اَهْلُ ذَالِكَ (اے اللہ! اگر

آپ میری مغفرت فرمادیں تو آپ اس کے لائق ہیں، اور اگر آپ مجھے عذاب دیں تو میں اُسی کا مستحق ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ بات چیت کر رہے تھے مگر حضرت احنف رح خاموش بیٹھے تھے۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے ابو بحر! آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کچھ بول نہیں رہے ہیں؟ فرمایا کہ اگر جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ سے ڈر ہے اور اگر سچ بات کہوں تو آپ لوگوں سے خوف ہے۔

حضرت احنف رح فرماتے تھے کہ مجھے تعجب ہے کہ جو دو مرتبہ پیشاب گاہ سے گزرا ہو وہ کیسے تکبّر کرتا ہے۔ نیز آپ فرماتے کہ تین خصلتیں میرے اندر ہیں جن کو میں اپنے خاص معتبر شخص سے بیان کرتا ہوں وہ یہ ہیں:۔

(۱) میں بادشاہوں کے در پر بغیر بلائے نہیں جاتا۔ (۲) دو آدمیوں کی بات میں دخل نہیں دیتا جبتک کہ وہی لوگ نہ شریک کریں۔ (۳) اور کوئی شخص جب میرے پاس سے جاتا ہے تو اُس کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتا ہوں۔

**ف:** یہ تینوں باتیں نقش قلوب کئے جانے اور لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

## وفات

فسوی نے کہا کہ آپ کی وفات ۶۷ھ میں ہوئی اور ان کے غیر نے کہا کہ ۷۱ھ میں ہوئی۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ عراق میں مصعب ابن زبیر کی خلافت میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۹۲، ۹۶)

# حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ

**نام و نسب اور فضل و کمال** سعید نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام مسیب اور اُنکی ماں قبیلہ اسلم کی تھیں۔ ابن مسیبؒ بڑے جلیل القدر تابعی اور اُن نفوس قدسیہ میں تھے جو اپنے علم وعمل کے اعتبار سے ساری دُنیائے اسلام کے امام و مقتدیٰ مانے جاتے تھے۔

**ولادت** آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات سے دو سال قبل ولادت ہوئی۔

**صحابہؓ سے ملاقات** آپ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور اُن سے احادیث سُنی ہیں۔

**اخلاق** علمی کمالات کے ساتھ ساتھ آپ اخلاق کی دولت سے بھی مالامال تھے اور اقلیم علم وعمل پر آپ کی فرمانروائی یکساں تھی۔

**زہد و ورع** وہ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ ابن حبانؒ لکھتے ہیں کہ ابن مسیبؒ فقہ، دینداری، زہد و ورع، عبادت و ریاضت جملہ فضائل میں ساداتِ تابعین میں تھے۔ امام نووی رحؒ لکھتے ہیں کہ اُنکی علمی جلالت و امامت اور اُن کی دینی عظمت و بزرگی پر سلف وخلف کے اقوال متفق ہیں۔

**عبادتِ شب اور محاسبۂ نفس** آپ کی عبادت کا اصل وقت تاریکیٔ شب میں تھا۔ اُس وقت وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ روزانہ رات گئے اپنے نفس سے خطاب کرتے کر اے برائیوں اور بدیوں کے سرچشمہ اُٹھ! میں تجھ کو اُس اُونٹ کی طرح خستہ کر کے چھوڑوں گا جو خستگی اور ماندگی سے لڑکھڑاتا ہے۔ یہ کہہ کر تہجد میں مشغول ہو جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے رہتے۔ رات بھر کھڑے کھڑے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے۔ صبح کو پھر نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے، تجھے اِسی کا حکم دیا گیا ہے اور تو اِسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

**روزے** ممنوعہ دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے مغرب کے وقت افطار کے لئے گھر سے پینے کی کوئی چیز آجاتی تھی اُس سے مسجد میں افطار کرتے تھے۔

**حج** قریب قریب ہر سال حج کرتے تھے۔ بعض روایتوں کے مطابق آپ کے حجوں کی مجموعی تعداد پچاس تک پہنچتی ہے۔

**تلاوت** قرآن پاک کی تلاوت کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی۔ سفر کی حالت میں بھی سواری پر تلاوت کرتے تھے۔

**محرماتِ الٰہی کا احترام** آپ تمام محترم چیزوں کی بڑی عظمت کرتے تھے۔ انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اتنا احترام تھا کہ اُن کے ناموں پر اپنے لڑکوں کے نام رکھنا پسند نہ کرتے تھے بیماری کی حالت میں بھی حدیث سناتے وقت اُٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے بیماری کی حالت میں آپ سے حدیث پوچھی، آپ لیٹے ہوئے تھے

فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ سائل نے کہا، میں چاہتا تھا کہ آپ زحمت نہ اُٹھاتے۔ آپ نے فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لیٹے لیٹے بیان کرنا بُرا سمجھتا ہوں۔

**نرمی و صلح پسندی** طبعاً بڑے نرم اور صلح پسند تھے۔ اختلاف اور جنگ وجدال کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ عمران بن عبداللہ خزاعیؒ کا بیان ہے کہ سعید بن مسیبؒ کسی سے جھگڑا نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص اُن کی چادر چھیننا چاہتا تو وہ اس کو خود اُسکی طرف پھینک دیتے۔

**شدتِ احتیاط** منہیات کے بارے میں اِس قدر محتاط تھے کہ بچّوں کے کھیل تک میں اس کا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنی لڑکی کو ہاتھی دانت کی گڑیا کھیلنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

**ذریعۂ معاش** اگرچہ ابن مسیبؒ بڑے عابد وزاہد اور دنیا سے کنارہ کش بزرگ تھے، لیکن اِس قدر ترکِ دنیا ناپسند کرتے تھے کہ جس سے انسان اپنی عزت قائم نہ رکھ سکے اور دوسروں کے ساتھ سلوک نہ کر سکے۔ اِس لئے کسبِ معاش کی خاطر تجارت کا پاک شغل اختیار کیا تھا۔ اور روغنِ زیتون کی تجارت کرتے تھے۔ (سیر الصحابہ ج، صفحہ ۱۹۲)

## ارشادات

آپ سے کسی نے پوچھا کہ عبادت کیا ہے؟ تو فرمایا، اللہ کے امر میں غور و فکر کرنا، حرام سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کا ادا کرنا۔

فرماتے تھے کہ جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز پنجگانہ پر محافظت و مداومت کی اُس نے خشکی و تری کو عبادت سے بھر دیا۔ (اعیان الحجاج ج۱ صفحہ ۱۸)

آپ فرماتے تھے کہ اُس شخص میں خیر نہیں ہے جو اس قدر دُنیا نہ حاصل کرے جس سے اپنے دین وجسم کی حفاظت کر سکے اور نہ اپنے اعزّہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکے۔

**ف**: اس سے معلوم ہوا کہ اتنا مال حاصل کرنا جس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے اور اعزہ واحباب کی مدد کر سکے مستحسن ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ چالیس برس سے کسی نماز کی جماعت مجھ سے فوت نہ ہوئی اور بیس برس ہو گئے کہ مؤذن جب اذان دی تو میں مسجد میں حاضر تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں اعمال کرتے رہتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کسی کو رُسوا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو اپنی حفاظت سے باہر نکال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اُس کی پوشیدہ باتیں لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

فرماتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے غنا حاصل ہو جاتا ہے تو لوگ اُس کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ مسیجد (چھوٹی مسجد) و مصیحف (چھوٹا مصحف) تصغیر کے ساتھ نہ کہو۔ کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے عظمت وجلالتِ شان کی حامل ہیں۔ اِس لئے ان کی تصغیر نہ کرو (بلکہ ہر طرح ان کی تعظیم وتوقیر کا لحاظ رکھو)

فرماتے تھے کہ کوئی شریف ہو یا عالم وفاضل سب میں کوئی نہ کوئی عیب رہتا ہے۔ پھر بھی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے عیوب کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ بس جس کی بھلائی برائی سے زیادہ ہو تو اُس کی

بھلائی کے عوض بُرائی بخش دینی چاہئے۔ یعنی برائی سے صَرفِ نظر کر لیا جائے۔ (طبقات)

فرماتے تھے کہ ظالموں کے اعوان و انصار کو نظر بھر کے نہ دیکھو بلکہ قلب سے اُن پر اِنکار کرتے رہو، ورنہ تمھارے اعمالِ صالحہ حبط ہو جائیں گے۔

**ف:** اس سے ظالم تو ظالم ان کے انصار سے بھی تعلق کی کس قدر قباحت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اللہ کی اطاعت کرنا بندوں کے لئے اپنے نفس کی سب سے بڑی عزت کرنا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی تحقیر اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔

ایک مرتبہ آپ سے بعض لوگوں کی کثرتِ عبادت کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ لوگ ظہر سے عصر تک برابر عبادت کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم، یہ عبادت نہیں ہے۔ تم جانتے بھی ہو، عبادت کِسے کہتے ہیں؟ عبادت کہتے ہیں امورِ الٰہی میں غور و فکر کرنے اور اُس کے محارم سے بچنے کو (ابن سعد جزء ۵ ص ۱۰۱)

## وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۰۵ھ میں یا اُس سے پہلے ہوئی۔ دونوں قول ملتے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (اعیان الحجاج)

# حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ

## نام ونسب، فضل وکمال

عروہ نام، ابو عبداللہ کنیت، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اِس طرح حضرت عروہ رح کی رگوں میں ایک جانب حواریٔ رسول ص حضرت زُبیر رض اور دوسری جانب صدیقِ رسول ص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خون تھا۔ گویا کہ حضرت عُروہ رح اُن اسلاف اور بزرگوں کی یادگار تھے جو علم وعمل کا مجمع البحرین تھے۔

## ولادت

آپ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آغاز عہدِ خلافت میں ہوئی۔ پہلی روایت زیادہ مرجح ہے۔

## تحصیل علم حدیث

حضرت عروہ رح نے اپنے والد، بھائی، والدہ اور خالہ حضرت عائشہ رض سب سے حدیث میں فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خرمنِ کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی۔ کھلیان

## فقہ

مگر اُن کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا۔ اِس فن کو بھی اُنھوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا تھا۔ اور اس میں ان کو اتنا کمال تھا کہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک فقیہ مانے جاتے تھے۔

**صحابہ کا استفادہ اور آپ کی احتیاط** آپ کا فقہی کمال اِس قدر مسلّم تھا کہ بڑے بڑے صحابۂ رسولؐ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ لیکن اِس کمال کے باوجود عروہؒ اُس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے بیان نہ کرتے تھے۔

**عبادت وریاضت** آپ بڑے عابد وزاہد تھے۔ ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ اُن کی ذات میں علم، سیاست اور عبادت سب جمع تھیں۔ تہجد اِس التزام کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایک شب کے سوا جب ایک مرض کے سلسلہ میں آپ کا پاؤں کاٹا گیا تھا اور کبھی ناغہ نہ ہوئی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے ممنوعہ ایام کے علاوہ باقی بارہوں مہینہ روزہ رکھتے تھے۔ سفر کی حالت میں بھی نہ چھوڑتے تھے۔ مرض الموت میں بھی اِس معمول میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ جس روز وفات ہوئی اُس دن بھی روزہ سے تھے۔ تلاوتِ قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ایک چوتھائی قرآن دن میں ناظرہ پڑھتے تھے۔ باقی رات کو تہجّد میں تمام کرتے تھے۔

**صبر واستقامت** آپ صبر واستقامت کا پیکر تھے۔ بڑی سے بڑی آزمائش اور تکلیف کے موقع پر زبان سے اُف نہ نکلتی تھی۔ ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے۔ اُن کے لڑکے محمد بھی ساتھ تھے، وہ شاہی اصطبل دیکھنے گئے، وہاں ایک جانور نے اُن کو ٹیخ دیا وہ اُسی وقت جاں بحق ہو گئے۔ اُس کے بعد ہی عروہؒ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہریلا زخم پیدا ہو گیا۔ اطبّاء نے پاؤں کاٹے جانے کا مشورہ دیا۔ اور نہ کاٹے جانے کی صورت میں تمام جسم میں زہر پھیل جانے

کا اندیشہ ظاہر کیا۔ عُروہؓ اگرچہ اُس وقت ضعیف ہو چکے تھے لیکن اُنھوں نے جوانوں سے زیادہ ہمت و استقلال کا ثبوت دیا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے طبیب نے کہا کہ تھوڑی سی شراب پی لیجئے، تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو۔ فرمایا جس مرض میں مجھ کو صحت کی اُمید ہو اُس میں بھی حرام شیٔے سے مدد نہ لوں گا۔ طبیب نے کہا، تو پھر غافل کر دینے والی دوا ہی استعمال کر لیجئے۔ فرمایا، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم کا کوئی عضو کاٹا جائے اور میں اُس کی تکلیف محسوس نہ کروں۔ پھر آپریشن کے وقت چند آدمی سنبھالنے کے لئے آئے۔ عروہؓ نے پوچھا، تمھارا کیا کام ہے؟ اُنھوں نے کہا، زیادہ تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، اِس لئے آپ کو سنبھالنے کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تمھاری مدد کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور نہایت استقلال کے ساتھ پاؤں کٹوا دیا۔ جس وقت پاؤں ٹخنوں سے الگ کیا گیا اُس وقت زبان پر تسبیح و تہلیل تھی۔

جب خون بند کرنے کے لئے زخم کو داغا گیا تو شدّتِ تکلیف سے بیہوش ہو گئے۔ لیکن جلد ہی ہوش آ گیا اور چہرے کا پسینہ پونچھ کر کٹے ہوئے پاؤں کو منگا کر دیکھا۔ اور اُس کو اُلٹ پلٹ کر فرمایا، اُس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اُٹھوایا، وہ خوب جانتا ہے کہ میں کسی حرام راستہ پر گامزن نہیں ہوا۔

**صبر و شکر** اِن حوادث اور مصائب کے باوجود آپ کی زبان شکوہ و شکایت سے آلودہ نہ ہوئی اور ہمیشہ اللہ کا شکر ہی ادا کرتی رہی۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ میرے

چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے۔ اور چار لڑکوں میں سے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے۔ اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے۔ اگر کچھ دن مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں رکھ چکا ہے۔ ف: سبحان اللہ، یہ تھا مقامِ شکر ہمارے اکابر کا۔ (مرتب)

## دولتِ دنیا سے بے نیازی

آپ کی نگاہ میں دولتِ دُنیا اور چند روزہ عیش و تنعُّم کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اِس لئے اُنھوں نے اللہ سے کبھی دُنیا نہ مانگی۔

## فیاضی و سیر چشمی

اللہ تعالیٰ نے عروہؓ کو جس طرح دولت عطا فرمائی تھی ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے۔ اُن کے کھجوروں کے باغات تھے، کھجوروں کی فصل میں باغ کی دیوار توڑوا دیتے تھے اور ہر شخص کے لئے صدائے عام ہوتی تھی۔ لوگ آکر کھاتے تھے اور باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ (سیر صحابہ ج، ص۲۹۰)

## ارشادات

فرماتے تھے کہ جب تم کسی سے بھلائی دیکھو تو اُسکی وجہ سے اُس سے محبت کیا کرو۔ اس لئے کہ اُس نیکی کے علاوہ اُس کی بہنیں (اور نیکیاں) بھی اُس کے پاس ہونگی۔ اسی طرح اگر کسی سے کوئی بُدی دیکھو تو اُس سے پُرحذر رہو، اِس لئے کہ اُس کے ساتھ مزید برائیاں بھی ہوں گی۔

فرماتے تھے کہ عالم کے علم سے سب سے زیادہ مستغنی ولاپروا اُس کے گھر والے ہوتے ہیں۔

ف: یعنی دوسرے لوگ تو خلوص اور طلب کی بنا پر اُس عالم کے

علم وعمل سے مستفید ہوتے ہیں، مگر اُس کے گھر والے اپنی بے طلبی کی بنا پر محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ (مرتب)

آپ نے جب اپنے محل میں جو مقام عقیق میں تھا گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور مسجد نبوی کا آنا جانا چھوڑ دیا۔ تو لوگوں نے اُسکی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے مسجدوں کو لہو ولعب، بازاروں کو لغو وبیہودہ اور گلی کوچہ کو فواحش سے پُر پایا۔ اور مجھے یہاں عافیت معلوم ہوئی۔ اس لئے یہیں خلوت گزیں ہوگیا۔

**ف:** حضرت عروہ تابعی ہیں اور آپ کا زمانہ صلاح و تقویٰ کا زمانہ تھا، پھر بھی مسجدوں و بازاروں کا یہ حال ہوگیا تھا۔ تو اب جبکہ زمانۂ نبوت سے بہت بُعد ہو چکا ہے اور فتنوں کا عموم و ہجوم اور گناہوں کا دور دورہ ہے، تو ایسی حالت میں کوئی شخص اپنے مخصوص ذوق ومزاج کی بنا پر اگر خلوت اختیار کرلے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (مرتب)

آپ اپنی اولاد کو جمع کرکے فرماتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو۔ اس لئے کہ اگرچہ آج تم قوم میں چھوٹے ہو مگر کل کے دن تم ہی قوم کے سردار بھی بن سکتے ہو۔ پس جو شخص کسی قوم کا شیخ و مقتدا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کیلئے جہالت کس قدر بری چیز ہے۔ (طبقات ج۱ ص۲۷)

**وفات** آپ کی وفات روزے کی حالت میں سنہ ۹۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات ج۱ ص۲۷)

# حضرت سیّدنا محمّد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالٰی

**نام ونسب** محمد نام، ابوالقاسم کنیت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سوتیلے بھائی تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کئی شادیاں کیں۔ اُن بیویوں میں ایک خاتون خولہ المعروف بہ حضرت حنفیہ رحمہا اللہ تعالٰی تھیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بنی حنفیہ کی معزز خاتون تھیں حضرت محمدؒ اُنہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور بجائے والد محترم حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہونے کے والدہ حنفیہؒ کی طرف منسوب ہوئے۔

**ولادت** عہدِ فاروقی کے اختتام سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ اِس لحاظ سے آپ کی پیدائش ۲۱ سنہ ھ کے آخر یا ۲۲ سنہ ھ کے شروع میں ہوئی ہوگی۔

**عبادت وریاضت** علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے۔ ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی درجہ پر تھے۔

**ماں کی خدمت** اپنی والدہ کے بڑے خدمت گزار تھے۔ اپنے ہاتھوں سے اُن کے بالوں میں خضاب لگاتے تھے، چوٹی گوندھتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر سے نکلے، اُن کے ہاتھوں میں مہندی کا اثر تھا کسی نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اپنی والدہ کے بالوں میں خضاب لگا رہا تھا۔ (سیر صحابہ ج، ص۴۵۹)

# اِرشادات

آپ فرماتے تھے: وہ شخص صاحب حکمت نہیں ہے جو ایسے آدمی کے ساتھ بدسلوکی کرے جس کے ساتھ زندگی گزارنا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس سے نجات کی کوئی صورت پیدا فرمادیں۔ (طبقات)

ف: سبحان اللہ، کتنی حکمت کی بات فرمائی جو پیش نظر رکھنے بلکہ لائحہ عمل بنانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری جانوں کی قیمت جنت قرار دی ہے لہذا اُس کے سوا کسی دوسری چیز کے عوض اپنی جان کو نہ بیچو۔

فرماتے تھے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب نہ ہوگی وہ مضمحل ہوکر رہے گی۔ انھوں نے ایک بار حضرت علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کیا اور سب لوگ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی فضیلت سے مشرف ہوئے۔ (کنز العمال ج۳ ص۶۳، اعیان الحجاج)

**وفات** آخری حج اُنھوں نے اُس سال کیا جس سال حضرت عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے۔ اور واپسی کے صرف تین روز بعد خود اُنکی وفات ہوئی۔ جیسا کہ ابوحمزہ کا بیان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کی شہادت ۷۳؁ھ میں ہوئی ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد ابن الحنفیہؒ کی وفات ۸۱؁ھ میں ہوئی۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (اعیان الحجاج ج۱ ص۹۱)

# حضرت سیدنا علی زین العابدین ابن حسین بن علی رحمہ اللہ

**نام ونسب** علی نام، ابوالحسن کنیت، زین العابدین لقب ہے۔ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اصغر اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور ریاضِ نبوت کے گل تر تھے۔ کربلا کے میدان میں اہلِ بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُجڑنے کے بعد یہی ایک پھول رہ گیا تھا جس سے ساری دنیا میں شمیم (خوشبو) سیادت پھیلی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام باقی رہا۔

**ولادت باسعادت** حضرت سیدنا زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ (سیر صحابہ ج ۶، ص ۳۱۶)

**احوال رفیعہ** ابن عیینہ کا بیان ہے کہ علی بن حسینؒ حج کو گئے۔ احرام باندھنے کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو مارے خوف کے اُن کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ زبان سے لبّیک تک نہ نکل سکا۔ لوگوں نے کہا، آپ لبّیک کیوں نہیں کہتے؟ فرمایا۔ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میں لبّیک کہوں اور اُدھر سے جواب ملے "لالبّیک" (تیری حاضری قبول نہیں) لوگوں نے کہا۔ مگر لبّیک کہنا تو ضروری ہے لوگوں کے اصرار پر لبّیک کہا۔ مگر جیسے ہی زبان سے لبّیک نکلا، بیہوش ہو کر سواری سے گر پڑے۔

اسی طرح جب زور سے ہوا چلتی تھی اور آندھی آتی تھی تو عذاب الٰہی کے خوف سے بیہوش ہو جاتے تھے۔ (سیر صحابہ ج، ص ۳۲۶)

## عبادت وریاضت

حضرت سعید بن مسیّب جو خود بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے فرماتے تھے کہ حضرت علی بن حسین رحؒ سے زیادہ صاحبِ ورع میری نظر سے نہیں گزرا۔ عبادت آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ اوقات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزرتا تھا۔ شبانہ یوم میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور آخر دم تک اِس معمول میں فرق نہ آیا۔ اِس عبادت کی وجہ سے "زین العابدینؒ" لقب ہو گیا تھا۔ قیامِ لیل سفر وحضر میں کسی حالت میں قضا نہ ہوتا تھا۔ اخلاص فی العبادت کا یہ حال تھا کہ حضوری کے وقت سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا عبداللہ بن سلمان کا بیان ہے کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا، آپ کو یہ کیا ہو جاتا ہے؟ فرمایا، تم لوگ کیا جانو، میں کس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔

محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں کسی چیز کی خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ سجدہ میں تھے کہ کہیں پاس ہی آگ لگی۔ لوگوں نے آپ کو بھی پکارا۔ یا ابن رسول اللہ! آگ لگی۔ لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اُٹھایا۔ تا آنکہ آگ بُجھ بھی گئی۔ لوگوں نے بعد میں پوچھا کہ آپ کو آگ کی جانب سے کس چیز نے اِس قدر بے پرواہ کر دیا تھا۔ فرمایا دوسری آگ (آتشِ دوزخ) نے۔

**ف** : ان احوالِ رفیعہ اور مقاماتِ عالیہ کے متعلق کیا لکھوں سوائے حزن وغم کے کہ اِن حالات کا عشرِ عشیر (سواں حصّہ) بھی

اب تک نصیب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اور میرے متعلقین ومتبعین کو ان احسانی حالات وایمانی درجات سے شاد فرمائے۔ آمین! (مرتب)

## امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اتنا اہتمام کرتے تھے کہ اس سے غفلت کو کتاب اللہ سے غفلت شمار کرتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے نہ چھوڑے۔ لوگوں نے بچاؤ کا مطلب پوچھا تو فرمایا جب کسی ظالم اور سرکش کی زیادتی کا خوف ہو۔ (ابن سعد ج۵ ص۱۶۰)

**ف** : اس سے معلوم ہوا کہ ظالم کے خوف سے بعض دفعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں احتیاط برتنے کی گنجائش ہے۔ اس لئے کہ ایسا درحقیقت وقتی مصلحت کی بناء پر ہوتا ہے جسکی رخصت شریعت سے ثابت ہے۔ (مرتب)

## اِنفاق فی سبیل اللہ

اِنفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور دریا دلی آپ کا خاص وصف تھا۔ اللہ کی راہ میں بے دریغ صرف کرتے تھے۔ فقراء اور اہل حاجت کی دستگیری کے لئے ہمیشہ دستِ کرم دراز رہتا تھا۔ غلّہ کے بورے اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔ وفات کے بعد جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ بوریوں کے بوجھ سے داغ پڑ گئے ہیں جنھیں آپ راتوں کو لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔

**ف** : سبحان اللہ، خدمتِ خلق کا کیسا جذبہ تھا جو ہم سب کیلئے موجب عبرت ہے۔ (مرتب)

**حِلم وبردباری** تحمل اور بردباری میں اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے۔ زبان کے تیز سے تیز نشتروں کا بھی اثر نہ لیتے تھے۔ ناگوار سے ناگوار اور تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے۔

**ف** : سبحان اللہ، وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ پر کیسا عمل تھا جو خاندانِ نبوت کی امتیازی شان تھی۔ اللہ تعالیٰ اِس خُلقِ عظیم سے ہم اُمتیوں کو بھی سرفراز فرمائے۔ آمین! (مرتب)

اکثر ایسا ہوتا کہ آپ بیہودہ بکنے والوں کی جانب متوجہ ہی نہ ہوتے، تو بعض گستاخ ایسے جری اور بیباک تھے کہ آپ کو جتلانے کے لئے کہتے کہ میں تم ہی کو کہہ رہا ہوں۔ آپ اُس کے جواب میں فرماتے، میں چشم پوشی کرتا ہوں۔

جب آپ کو کسی کی یہ بات پہنچتی کہ وہ آپ کی تنقیص کرتا ہے اور بُرائی بیان کرتا ہے تو اُس کے گھر تشریف لے جاتے اور لطف و کرم کا معاملہ فرماتے اور کہتے کہ تم نے جو میرے متعلق بات کہی ہے اگر وہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اگر باطل ہے تو تیری مغفرت فرمائے۔

**عفو و درگزر** آپ کو ایک مرتبہ آپ کی باندی وضو کرا رہی تھی۔ اتفاق سے اُس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر اس طرح گرا کہ آپ کے چہرے پر کچھ زخم لگ گیا۔ ابھی آپ نے سر اُٹھا کر دیکھا ہی تھا کہ باندی بولی "وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ" آپ نے فرمایا، میں نے غصہ پی لیا۔ پھر اُس باندی نے آیت کا دوسرا ٹکڑا پڑھا "وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ" آپ نے فرمایا، جا تجھے میں نے معاف کیا اور اللہ تعالیٰ بھی تجھے معاف فرمائے۔ پھر باندی نے آیت کا آخری ٹکڑا "وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" پڑھا۔ یہ سُن کر

آپ نے فرمایا، جا، تو آزاد ہے۔ (شعب الایمان ج۶ ص۳۱۷)

## نرمی و ملاطفت

فطرۃً بڑے نرم خو تھے۔ درشتی و سختی کا نام تک نہ تھا جانوروں تک کو مارتے اور جھڑکتے نہ تھے۔

## خلفائے ثلثہ کے ساتھ حسن عقیدت

اپنے حق پرست اسلاف کی طرح حضرت زین العابدینؒ بھی خلفائے راشدین کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ اُن کی بُرائی سننا پسند نہ کرتے تھے۔ اور بُرائی کرنے والوں کو اپنے یہاں سے نکال دیتے تھے۔

ف: اگر آج اِس پر علماء و مشائخ کے یہاں بھی عمل ہو جائے تو بہت سی نزاعات کا خاتمہ ہو جائے اور پاس والوں کی بھی اصلاح ہو جائے اور غیبت و شکایت کا دروازہ بند ہو جائے۔ کما افادہ مصلح الامتؒ۔ (مرتب)

## مُساوات

غرورِ نسب کو مٹانے اور مساوات کی عملی مثال قائم کرنے کے لئے اپنی ایک لڑکی کی شادی اپنے ایک غلام سے کردی تھی۔ اور ایک لونڈی کو آزاد کر کے اُس کے ساتھ خود عقد کرلیا تھا۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۳۲۹)

## آپ کی مقبولیت

محدثِ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی اعیان الحجاج میں تحریر فرماتے ہیں کہ: آپ کا لقب زین العابدین ہے آپ بہت خدا ترس اور بڑے عبادت گزار تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ دلوں میں آپ کی ایسی عظمت و وقعت اور نگاہوں میں ایسا احترام تھا کہ ہشام بن عبدالملک اپنی ولیعہدی کے زمانہ میں ایک بار حج کو آیا تھا، اُسی سال علی بن الحسینؒ بھی حج کو آئے تھے۔ اتفاق سے طواف میں ساتھ ہو گیا۔ اور ہشام اُن سے

پہلے حجر اسود کے پاس پہنچا۔ اُس نے انتہائی کوشش کی کہ حجر اسود کا بوسہ نصیب ہو جائے، مگر کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ اس کے بعد علی بن الحسین رح وہاں پہنچے تو سارے لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھٹک گئے اور جو حجر اسود کے پاس تھے وہ وہاں سے ہٹ گئے اور اُنھوں نے باطمینان حجر اسود کو چوما۔

ہشام کے آدمیوں نے اُس سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ اُس نے کہا میں نہیں پہچانتا۔ اِس موقع پر فرزدق شاعر موجود تھا۔ اُس نے نہایت جرأت سے کہا، میں اِن کو پہچانتا ہوں، یہ علی بن الحسین ہیں اور اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں ؎

هٰذا ابن خیر عباد الله کلّهم　　هٰذا التقی النقی الطاهر العلم
هٰذا الذی تعرف البطحاء وطأته　　والبیت یعرفه والحل والحرم

(ترجمہ) یہ اللہ کے بندوں میں سب سے مقدس ترین شخص کے فرزند ارجمند ہیں۔ یہ خود متقی اور پاکیزہ، پاک و صاف اور دین کے عَلَم ہیں۔ یہ وہ ہیں جنکی رفتار کو بطحا پہچانتا ہے۔ اور آپ کو حل اور حرم بھی پہچانتے ہیں۔ (اعیان الحجاج ص۱۰۳)

**ف:** مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ حضرت زین العابدین کے اس واقعہ کو نہایت کیف و وجد کے ساتھ مجلس میں سناتے تھے۔ (مرتب)

## حضرت سیدنا زین العابدینؒ کی خشیت و مناجات بجناب واہب العطیات

اصمعیؒ کہتے ہیں کہ ایک شب میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ کعبہ کے پردے سے لپٹ کر یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

یَا مَنْ یُّجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِی الظُّلَمِ　　یَا کَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ
قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَیْتِ وَانْتَبَهُوْا　　وَاَنْتَ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَمْ تَنَمِ

اَدْعُوكَ رَبِّي حَزِيْنًا هَائِمًا قَلِقًا　　فَارْحَمْ بُكَائِي بِحَقِّ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ

اِنْ كَانَ جُوْدُكَ لَا يَرْجُوْهُ ذُوْسَفَهٍ　　فَمَنْ يَجُوْدُ عَلَى الْعَاصِيْنَ بِالْكَرَمِ

(ترجمہ) اے وہ ذات جو رات کی تاریکیوں میں مضطر کی دعا قبول فرماتے ہیں اور مصیبت اور غم کو بیمار سے دور فرما دیتے ہیں۔ آپ کے پاس آیا ہوا وفد بیت اللہ کے ارد گرد پھرا بھی اور پھر کر سو گیا اور پھر وہ لوگ بیدار بھی ہو گئے، مگر اے حی و قیوم آپ ایسے ہیں کہ آپ کبھی نہیں سوتے۔ اے رب! میں آپ کو اس حال میں پکارتا ہوں کہ الم رسیدہ ہوں، پریشاں حال ہوں اور قلق والا ہوں، لہٰذا میرے رونے پر اپنے بیت اور حرم کے صدقہ میں رحم فرما دیجئے۔ آپ کے بخشش کی کوئی بیوقوف یا مذنب اگر بالفرض امید نہ کرے، تو پھر گنہگاروں پر کون بخشش اور جود کرے گا۔ (یہ تو پھر بخشے ہی نہ جائیں گے حالانکہ گنہگار ہی زیادہ ہیں۔)

یہ اشعار پڑھے اور پھر خوب روئے، پھر اس کے بعد اس طرح دعا کی:۔

اَلَا اَيُّهَا الْمَقْصُوْدُ فِي كُلِّ حَاجَةٍ　　شَكَوْتُ اِلَيْكَ الضُّرَّ فَارْحَمْ شِكَايَتِي

اَلَا يَا رَجَائِي اَنْتَ تَكْشِفُ كُرْبَتِي　　فَهَبْ لِي ذُنُوْبِي كُلَّهَا وَاقْضِ حَاجَتِي

اَتَيْتُ بِاَعْمَالٍ قِبَاحٍ رَدِيَّةٍ　　وَمَا فِي الْوَرٰى عَبْدٌ جَنٰى كَجِنَايَتِي

اَتُحْرِقُنِي بِالنَّارِ يَا غَايَةَ الْمُنٰى　　فَاَيْنَ رَجَائِي ثُمَّ اَيْنَ مَخَافَتِي

(ترجمہ) اے وہ ذات جو کہ ہر حاجت میں مقصود ہے، میں نے آپ کی طرف اپنی تکلیف بیان کر دی، پس میری تکلیف کو دور فرما دیجئے۔ اے وہ ذات جس سے میری امیدیں وابستہ ہیں آپ ہی میرے رنج و غم کو دور کر سکتے ہیں، لہٰذا میرے سب گناہوں کو بخش دیجئے اور میری حاجت روائی فرمائیے۔ میں آپکے دربار میں نہایت ہی ردی اور قبیح اعمال لیکر حاضر ہوا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی

مخلوق میں مجھ جیسا گنہگار بندہ کوئی اور نہ ہوگا۔ بایں ہمہ اے میری امیدوں کی انتہا اور میری آرزوؤں کی منتہا! کیا آپ مجھے آگ میں جلائیں گے؟ اگر بالفرض ایسا ہوا تو پھر میری امید کیا کام آئی اور میرا خوف کیا کام آیا۔

یہ کہا اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اصمعی کہتے ہیں، میں نے اُس جوان کو قریب سے دیکھا تو حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے اُن کا سر کا مبارک اپنی گود میں رکھا اور خود بھی رونے لگا۔ میرے آنسوؤں کے چند قطرے آپ کے رخسار پر گرے، جس کی وجہ سے آپ نے آنکھ کھول دی اور فرمایا، یہ کون ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان حائل ہو گیا ہے اور مجھ پر ہجوم کر رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کا غلام اصمعی ہے۔ اور کہا کہ اے ہمارے سید! آپ تو اہل بیت نبوت اور معدنِ رسالت سے ہیں، پھر اس قدر جزع فزع کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝

اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے پاک کرنا۔

آپ نے فرمایا اے اصمعی! کیا بات کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مطیعین کیلئے پیدا کیا ہے، اگرچہ وہ عبد حبشی ہی کیوں نہ ہوں اور دوزخ کو عاصین کے لئے پیدا کیا ہے اگرچہ حُر قرشی ہی کیوں نہ ہو۔

اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے:۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا

جب نفخ صور ہوگا تو اُس دن باہم نسب کام نہ آوے گا اور نہ اُس کے بارے میں

يَتَسَاءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ (بیاض خاص حضرت مصلح الامتؒ)

اُن سے سوال کیا جائے گا۔ بلکہ جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جسکی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نفسوں کو خسارہ میں ڈال رکھا ہے، جو کہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

## ارشادات

آپ کے اقوال آپ کے علمی کمالات کا آئینہ اور پند و موعظت کے خزینہ ہیں۔

فرماتے تھے کہ مجھے اُس مغرور و فخر کرنے والے پر تعجب آتا ہے جو کل ایک حقیر نطفہ تھا اور کل مردار ہو جائے گا۔ اور اُس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو اللہ تعالےٰ کی ہستی میں شک کرتا ہے۔ حالانکہ خود اُسکی پیدائش اس کے سامنے ہے۔ یعنی وہ نیست تھا، اس کا نام و نشان نہیں تھا مگر کسی ہستی کے پیدا کرنے ہی سے نیست سے ہست اور وجود میں آیا۔

اور اُس شخص پر تعجب آتا ہے جو قیامت کے دن دوبارہ پیدائش کا انکار کرتا ہے، جبکہ پہلی تخلیق اُس کے سامنے ہے۔ اور اُس شخص پر تعجب آتا ہے جو ایک فانی مقام کے لئے عمل کرتا ہے اور دارِ بقا کو چھوڑ دیتا ہے یعنی اُس کے لئے تیاری نہیں کرتا۔

اور آپ یوں دُعا فرماتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے اِس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو لوگوں کی نگاہ میں میرے ظاہر کو اچھا رکھے لیکن میرے باطن کو خراب کر دے۔

اے اللہ! جب میں نے کوئی برائی کی تو آپ نے میرے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا، تو آئندہ بھی جب میں برائی کروں تو آپ میرے ساتھ اچھائی ہی کا معاملہ فرمائیں۔

فرماتے تھے کہ کچھ لوگ اللہ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تو یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ جنت کی طمع میں عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ خالص شکرِ الٰہی میں عبادت کرتے ہیں۔ بس یہی شریفوں کی عبادت ہے۔

**ف** : یہ اخلاص کا اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن اگر کوئی جنت کیلئے عبادت کرتا ہے تو یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی طلب وتمنا بھی مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو جنت کا سوال محبوب ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں جنت کا سوال بار بار فرمایا۔ (مرتب)

آپ کے صاحبزادے محمد باقرؒ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ کبھی نہ رہنا۔ میں نے عرض کیا کون؟ فرمایا: فاسق کے ساتھ، کہ وہ تم کو ایک لُقمہ بلکہ اس سے کم میں بھی بیچ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے کم کیا چیز ہو سکتی ہے؟ فرمایا: ایک لقمہ کی طمع کی جائے اور وہ بھی نہ ملے۔ میں نے پوچھا دوسرا کون؟ تو فرمایا کہ بخیل، وہ اُس چیز کی جس کی تم کو زیادہ ضرورت ہو گی تم سے علیحدہ کر دے گا۔ میں نے پوچھا تیسرا کون؟ فرمایا کذاب، اسلئے کہ وہ اپنی کذب بیانی سے تم کو اپنوں سے دور اور غیروں سے قریب کر دے گا میں نے پوچھا کہ چوتھا کون؟ فرمایا، احمق، وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر اُلٹے نقصان پہنچ جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ پانچواں کون؟ فرمایا کہ

قاطع رحم، کہ اس کو اللہ نے تین مقام پر ملعون فرمایا ہے۔ (سیر صحابہ ص۲۲۵ ج ۶)

آپ جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا، آپ کے گھر والے آپ سے پوچھتے کہ آخر وضو کے وقت آپ کی یہ کیفیت کیوں ہو جاتی ہے؟ تو فرماتے کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

**وفات:** آپ کی وفات ۹۹؁ھ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (طبقات ص۲۷ ج ۱)

اور اعیان الحجاج میں ہے کہ آپ کی وفات ۹۲؁ھ یا ۹۴؁ھ میں ہوئی۔ (ص۱۰۳)

## حضرت سیدنا ابو جعفر محمد باقر ابن علی زین العابدین رحمہم اللہ

**نام و نسب** محمد نام، ابو جعفر کنیت، باقر لقب، حضرت امام زین العابدین کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی والدہ اُمِّ محمد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے آپ کی ذات گویا ریاض نبوی ﷺ کے پھولوں کا دو آتشہ عطر تھی۔ بڑے عالم اور امام و پیشوائے دین اور علم و عمل میں اپنے والد بزرگوار زین العابدین کے جانشین تھے۔

**ولادت** صفر ۵۷؁ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اس حساب سے اُن کے جد بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی۔

**زہد و عبادت** آپ نے اُن بزرگوں کے دامن میں تربیت پائی تھی جن کا مشغلہ ہی عبادت تھا۔ اور ایسے ماحول میں آپ کی نشو و نما ہوئی تھی جو ہر وقت اللہ کے ذکر اور اُس کی تسبیح و تحمید سے

گونجا کرتا تھا۔ اس لئے عبادت کی وہی روح آپ کے رگ وپے میں سرایت کر گئی تھی۔ عبادت وریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ شب و روز میں ڈیڑھ سو رکعتیں نماز پڑھتے۔ سجدوں کی کثرت سے پیشانی پر نشانِ سجدہ تاباں تھا۔

## شیخین کے ساتھ عقیدت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ محمد بن علیؒ سے پوچھا کہ آپ کے اہلِ بیت میں کوئی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں بھی دیتا تھا؟ فرمایا، نہیں! میں اُن حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور اُن کے لئے دعاءِ مغفرت کرتا ہوں۔ (سیر صحابہ ص ۴۷۹ ج ۷)

# ارشادات

فرماتے تھے کہ بجلیاں مومن و غیر مومن سب ہی پر گرتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں پر نہیں گرتیں۔

**ف**: اس سے ذکر کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ کسی کے دل میں جب کبر و غرور آتا ہے تو اُسی قدر یا اُس سے زیادہ اُس کی عقل کم ہو جاتی ہے۔

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت فرماتے تھے اور اُن کی مدح میں مبالغہ فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے، جو اُن کو صدیق نہ کہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے کسی قول کو نہ دُنیا میں سچا بنائے اور نہ آخرت میں۔

اہلِ عراق کے ایک گروہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتا ہے اور وہ گمان کرتا

ہے کہ اہل بیت سے محبت کر رہا ہے۔ تو آپ نے اُن کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، میں اُن سے بری و بیزار ہوں۔ اگر میں حاکم ہوا تو جو لوگ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں اُن کے خون کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بناؤں گا۔

**ف :** یہ تھی وسعت قلبی خاندانِ نبوت و خانوادۂ فاطمی کے چشم و چراغ کی، کہ بیدریغ شیخین سے انتہائی عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ پیٹ اور شرمگاہ کی عفّت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔ آپ جب ہنستے تو فرماتے کہ اے اللہ! مجھ سے ناراض نہ ہوئیے۔

فرماتے تھے کہ دُنیا میں بھائیوں پر احسان سے زیادہ نفع بخش چیز کوئی نہیں ہے۔ اور آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے سے ملول خاطر نہ ہوتے تھے۔

فرماتے تھے کہ بدترین بھائی وہ ہے جو تمھارے مالدار ہونے کی صورت میں تو رعایت کرے اور جب تم فقیر ہو جاؤ تو قطع تعلق کرلے۔

فرماتے تھے کہ اگر تم اپنی محبت اپنے بھائی کے دل میں دیکھنا چاہو تو اُسکی محبت اپنے قلب میں دیکھو کہ کتنی ہے۔ اسی اعتبار سے تمھاری محبت اُس کے قلب میں ہوگی۔ (طبقات)

## وفات

آپ کی وفات ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ یا ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے۔

(اعیان الحجاج ص ۱۰۴/۱)

# حضرت سیدنا ابو عبداللہ جعفر صادق بن محمد باقر رحمہ اللہ

**نام ونسب** جعفر نام، ابو عبداللہ کنیت، صادق لقب، والد کا نام محمد ملقب بہ باقر ہے۔ دادا کا نام زین العابدین علی بن حسین بن علی رحمہم اللہ ہے۔ والدہ کا نام فردہ تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد کی لڑکی تھیں۔

**ولادت:** ۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔

**فضل وکمال** آپ باپ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ اور ماں کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یادگار تھے۔

آپ دونوں خانوادۂ علم وعمل کے چشم وچراغ تھے جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ خدام بھی مسندِ علم ومعرفت کے بجا طور پر وارث ہوئے۔

آپ کے والد حضرت سیدنا محمد باقرؒ اِس پایہ کے عالم تھے کہ امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اُمت اُن کے شاگرد تھے۔ اِس لئے حضرت جعفر صادق کو علم گویا وراثۃً ملا تھا۔ فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام تھے۔

حافظ امام ذہبیؒ آپ کو امام اور احد السادۃ الاعلام لکھتے ہیں اہل بیت کرام میں علم میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ فقہ، علم اور فضل میں سادات اہل بیت میں ممتاز تھے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ آپ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ (سیر صحابہ ج ۹ ص ۱۴۲)

آپ نے اپنی تمام صلاحیتوں کو علم پھیلانے اور نیکی وتقویٰ کے عام کرنے

میں صرف کیا اور ساری عمر سیاست سے کنارہ کش رہے اور حکام وقت سے اُلجھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

## عبادت وریاضت

عبادت آپ کا شب و روز کا مشغلہ تھا۔ آپ کا کوئی دن اور کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا تھا۔

امام مالکؒ کا بیان ہے کہ میں ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا، آپ کو ہمیشہ نماز، روزہ اور تلاوت قرآن میں مشغول پایا۔ (سیر صحابہ ص۸۶ ج۷)

## آپ کے حج کا عجیب وغریب واقعہ

آپ کے حج کا ایک واقعہ امام لیث بن سعد نے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ۱۱۳ھ میں حج کے ارادہ سے مکہ حاضر ہوا۔ اور عصر کی نماز پڑھ کر جبل ابو قبیس پر چڑھ گیا وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا دعا کر رہا ہے۔ میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اُس نے یا ربّ یا ربّ اتنی دفعہ کہا کہ اُس کی سانس رُک گئی پھر یَا رَبَّاہُ کہنا شروع کیا تو اس کو بھی اسی قدر کہا، اس کے بعد پھر یا ربِّ یَا رَبِّ کی رٹ لگانا شروع کی، تو جب تک سانس نہ رُکی لگاتار رہا۔ پھر یَا حَیُّ یَا حَیُّ کہنا شروع کیا، تو اُس کو بھی اتنی ہی دیر کہتا رہا۔ اس کے بعد یَا رَحِیْمُ کا وِرد شروع کیا تو اس کو اتنی ہی دیر جاری رکھا۔ پھر یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کی تکرار شروع کی تو اس کو بھی اتنی ہی دیر تک دُہراتا رہا۔ اس کے بعد کہا کہ اے اللہ! مجھے انگور کی خواہش ہے تو مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ! میری دونوں چادریں بوسیدہ ہو گئی ہیں۔

یہ کلمات ابھی پورے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ خدا کی قسم، میں کیا دیکھتا ہوں کہ انگوروں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری سامنے رکھی ہے۔ حالانکہ وہ انگور

کا موسم نہ تھا، اور چادریں بھی موجود ہیں۔ اب اُنھوں نے انگور کھانے کا ارادہ کیا
تو میں نے کہا کہ میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ اُنھوں نے کہا آگے بڑھ آؤ اور
کھاؤ، لیکن کچھ لے نہ جانا۔ میں نے آگے بڑھ کر کھانا شروع کیا۔ میں نے ایسے انگور
کبھی نہیں کھائے تھے۔ اُن انگوروں میں بیج نہ تھے۔ میں کھا کے سیر ہو گیا مگر ٹوکری
جوں کی توں پُر تھی۔ اُس کے بعد انھوں نے فرمایا، اِن چادروں میں جو تم کو زیادہ پسند
ہو لے لو۔ میں نے کہا، چادر کی تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اُنھوں نے کہا اچھا
تو ذرا آڑ میں ہو جاؤ میں اِنھیں پہن لوں، چنانچہ میں ہٹ گیا تو اُنھوں نے ایک
کو بجائے تہمد کے استعمال کیا اور دوسری کو اوڑھ لیا۔ اور جو چادریں اُن کے
جسم پر تھیں ان کو اتار کر اپنے کندھے پر رکھا اور پہاڑ سے اُترنے کا ارادہ کیا،
میں بھی پیچھے پیچھے چلا۔ جب مسعیٰ میں پہنچے تو وہاں ایک آدمی ملا جس نے کہا کہ
اے فرزندِ رسول! مجھے کپڑے پہنایئے، اللہ تعالیٰ آپ کو کپڑے پہنائے گا
اُنھوں نے وہ دونوں چادریں اُس کو دیدیں۔ جب یہ سائل ان کو لے کر چلا
تو آگے بڑھ کر میں اس سے ملا اور پوچھا یہ کون بزرگ تھے۔ اُس نے کہا جعفر
صادق تھے۔ لیث فرماتے ہیں: اب جو لوٹ کر میں نے اُن کو تلاش کیا وہ مجھے
نہیں ملے۔ ملتے تو اُن سے حدیثیں سنتا۔ (داعیان الحجاج)

**کراماتُ الاولیاءِ حقٌ**

**ف** : یقیناً یہ حضرت سیدنا جعفر الصادق رحمہ اللہ کی کھلی کرامت اور نقد دعا کی قبولیت
کا ثمرہ بشکل انگور و چادر ظاہر ہوا جو آپ کے صادق الاحوال ہونے پر
شاہدِ عدل ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

غور فرمائیے کہ جب بعد کے اولیاء کرام سے کرامات کا صدور ہوا ہے

تو اگر خانوادۂ نبوت کے چشم وچراغ سے ایسی کرامات کا ظہور ہو جائے تو تعجب کی کیا بات ہے۔ بلکہ یہ تو عین حق وصواب ہے، بلکہ ان حضرات اولیاء متأخرین سے جو بھی کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ سب انہی حضرات اکابر متقدمین کی نیابت اور وراثت کا کرشمہ ہے۔

چونکہ ان حضرات نے مجاہدہ وریاضت کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری وباطنی سُنتوں کی خوب ہی خوب اقتدار کی تو اللہ تعالےٰ نے بھی اُنھیں اپنی دُنیوی نعمتوں سے نوازا۔ رہی آخرت تو ان حضرات کے ہوائے نفسانی اور شہوات کو ترک کرکے اللہ تعالےٰ کی مرضیات پر چلنے کی وجہ سے آخرت میں ایسی نعمتوں اور لذتوں سے نوازیں گے جن کا بندہ اِس دُنیا میں تصور نہیں کرسکتا۔ دنیا میں کبھی اُن سے کرامات کا ظہور ہوگا اور کبھی دُعا کی قبولیت کی شکل میں نمودار ہوگا۔ اور آخرت میں اللہ تعالےٰ یہاں تک فرمادیں گے کہ اے بندے! تم نے ہماری رضا وخوشنودی کی خاطر اپنی ہوا وہوس اور جملہ شہوات کو ترک کردیا تھا، اِس لئے اے بندو! تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم اپنی خواہشات کو جس طرح اور جس شکل میں چاہو پوری کرو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہوگا

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ (حٰمٓ السجدۃ ۳۱)

اور تمھارے لئے (جنت میں) جس کا تمھارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمھارے لئے اُس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

اسی کی تعبیر عارف رومی نے یوں فرمائی ہے ؎

او چنیں خواہد خدا خواہد چنیں ۔۔۔ می دھد یزداں مرادِ متقیں

مگر یہ کیفیت سب کے لئے نہیں ہے، بلکہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو

حقیقتِ تقویٰ سے آراستہ ہیں اُن کو آخرت میں نعمتِ بے کراں و بے بہا سے نوازیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے تقویٰ و پارسائی اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور دُنیا و آخرت دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں! آمین! (مرتب)

# ارشادات

فرماتے تھے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن سے کسی شریف کو کراہت کرنی زیبا نہیں۔ (۱) اپنے باپ کے لئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہونا (۲) اپنے مہمان کی خدمت کرنا (۳) اپنی سواری کے جانور کی نگہداشت کرنا، اگرچہ اُس کے سینکڑوں غلام و نوکر کیوں نہ ہوں۔ (۴) اور جس سے علم حاصل کر رہا ہے اُس کی خدمت کرنا۔

**ف** : سبحان اللہ، شرافت کی کیسی واضح پہچان بیان فرمائی۔ (مرتب)

آپ کا قول ہے کہ نیکی کامل نہیں ہوتی مگر تین باتوں سے۔ ایک کہ جب اُس کو کرو تو اُس کو چھوٹی سمجھو۔ دوسرے یہ کہ اُس کو پوشیدہ رکھو۔ تیسرے یہ کہ اُس میں عجلت کرو۔ کیونکہ جب تم اُس کو حقیر سمجھو گے تو وہ بڑی ہو جائیگی اور جب اُس کو چھپاؤ گے تو اُس کو کامل طور سے ادا کرو گے۔ اور جب اُس میں جلدی کرو گے تو خوشگوار بنانے کی سعی کرو گے۔

آپ کا مقولہ ہے کہ جب کسی کی طرف دنیا توجہ کرتی ہے تو غیروں کی خوبیاں بھی اُس کو دے دیتی ہے۔ یعنی وہ آدمی خوشنما معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور جب

اُس سے منہ پھیرتی ہے تو اُس کی ذاتی خوبیاں بھی لے لیتی ہے۔ یعنی وہ لوگوں کی نظروں میں بدنما ہو جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جب تم کو اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات پہنچے جو تم کو ناگوار ہو، تو کہو کہ شاید اس کے پاس کوئی عذر ہو جس کو میں نہیں جانتا۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری رح آپ کے پاس آئے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ آپ خز کا جُبّہ پہنے ہوئے ہیں تو کہا کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں اور یہ پہنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے۔ اندر ہاتھ ڈال کر دیکھو۔ جب اُنھوں نے دیکھا تو کھرے بالوں کا ٹاٹ اندر تھا۔ پھر فرمایا کہ ثوری! تم تو دکھلاؤ کہ تمھارے جبّہ کے نیچے کیا ہے؟ آپ نے دیکھا تو اُس کے نیچے بہت ہی باریک کُرتا تھا۔ اِس سے حضرت سفیان شرمندہ ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا کہ ثوری! میرے پاس زیادہ نہ آیا کرو۔ اِس سے ہم کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور تم کو بھی۔

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی مسلمان کے بارے میں کوئی بات سنو تو جہاں تک تمھاری قدرت ہو اُس کو عمدہ پہلو پر ڈھالو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عمدہ پہلو تم کو نہ ملے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔

ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ اس قبیلہ کا سردار کون ہے؟ اُس نے کہا کہ میں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس کا سردار ہوتا تو میں نہ کہتا۔

**ف**: یعنی اِس طرح انانیت و خودی کا اظہار نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہ شانِ سعادت و سرداری کے خلاف ہے۔ (مرتب)

آپ کا قول ہے کہ جس کو روزی ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو اُس کو کثرت سے استغفار پڑھنا چاہیئے۔ اور جس شخص کو اپنا کوئی مال پسند ہو اور وہ اُس کو باقی رکھنا چاہے اُس کو مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہیئے۔

آپ نیچے اون کا موٹا چھوٹا جُبّہ پہنتے تھے اور اُس کے اوپر سے خز کا حُلّہ پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم جُبّہ اللہ کیلئے پہنتے ہیں اور خز تمھارے لئے۔ پس جو اللہ کے لئے ہے اُس کو ہم چھپاتے ہیں اور جو تمھارے لئے ہے اُسکو ظاہر کرتے ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی طرف وحی بھیجی کہ جو میری اطاعت کرے اُسکی تو خدمت کر اور جو تیری اطاعت کرے اُسکو تعب میں ڈال کر تھکا ڈال۔

فرماتے تھے۔ فقہاء رسولوں کے امانت دار ہیں مگر اُسی وقت تک جبتک کہ بادشاہوں کے در پر نہ جائیں۔ (طبقات ص۲۰۸)

**وفات:** آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(سیر صحابہ ص۲۴۳)

# حضرت مُطرف بن عبداللہ ابن الشخیر رحمہ اللہ

**نام ونسب** مطرف نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبداللہ ہے۔

**ولادت** مطرف کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی تھی لیکن صغر سنی یا بُعد مسافت کی وجہ سے شرفِ زیارت سے محروم رہے۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۵۱۵)

**اخذ حدیث** آپ نے حضرت عثمانؓ، ابی بن کعبؓ، علیؓ وابوذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں سنی ہیں۔

**تواضع** مطرفؒ جب حج کرنے گئے تو عرفات میں یہ دعا کرتے تھے۔ " اللّٰھمّ لا تردّ الجمیع من اجلی (اے اللہ! میری وجہ سے اِن سب کو مردود نہ قرار دینا)۔ بزرگوں کے تواضع وکسر نفس اور اللہ سے خوف کا یہ عالم تھا کہ اپنے کو سب سے بدتر تصور کرتے تھے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۹۶ ج ۱)

**ارشادات** فرماتے تھے کہ انسان کو قدرت کی طرف سے عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں عطا کی گئی۔ لوگوں کی عقلیں اُن کے زمانہ کے مطابق ہوتی ہیں۔ ف: تاکہ اُس زمانہ کی ضرورت کے مطابق کلام کریں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اپنا کھانا اُس شخص کو نہ کھلاؤ جسے اُس کی خواہش نہیں ہے یعنی بے محل کسی چیز کو ضائع نہ کرو۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۵۱۵)

آپ کے ایک بیٹے کی وفات ہوگئی۔ تو اپنی ڈاڑھی میں کنگھا کیا اور عمدہ لباس زیب تن فرمایا۔ تو اُن سے اِس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو فرمایا کہ تم لوگ مجھ کو اس بات کا حکم دیتے ہو کہ مصیبت کے سامنے ذلیل

و سرنگوں ہو جاؤں۔ میرا تو یہ حال ہے کہ واللہ اگر دُنیا و مافیہا میرے پاس ہو
پھر مجھے اللہ تعالےٰ اِن سب کے عوض آخرت میں ایک گھونٹ پانی مرحمت
فرمانے کا وعدہ فرمائیں تو میں ضرور اُس کو قبول کروں گا۔

اور آپ فرماتے تھے کہ میں رات سو کر گزاروں اور صبح نادم رہوں، یہ مجھے
زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ رات عبادت میں گزاروں اور صبح عُجب
و خود پسندی کا شکار ہو جاؤں۔

**ف:** سبحان اللہ کیسی معرفت و عبدیت کی بات ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس بندے کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ ارشاد
فرماتے ہیں کہ میرا یہ حقیقی بندہ ہے۔

آپ کا یہ حال تھا کہ جب خلوت میں ذکر فرماتے تو اُن کے حجرے کی
اینٹیں بھی ذکر کرتی تھیں۔

فرماتے تھے کہ اے اللہ! تو مجھ سے راضی ہو جا، اور اگر نہیں تو میرے
گناہوں کو معاف ہی کر دے۔ اس لئے کہ آقا کبھی اپنے غلامِ کی حفاظت
کر دیتا ہے، حالانکہ اُس سے راضی نہیں ہوتا۔

**ف:** سبحان اللہ، اللہ سے خوف کا کیسا حال تھا کہ گناہوں کی معافی
کی وجہ سے عذابِ آخرت سے حفاظت کو بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ خطاوار وہ ہے جو دوسروں کی
خطاؤں کے ذکر میں لگا رہتا ہے۔

**ف:** جیسا کہ آجکل اِس میں عام ابتلاء ہے۔ اللہ تعالےٰ حفاظت
فرمائے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ علم تو رخصت ہو گیا، مگر بڑے برتنوں میں عبارتیں باقی رہ گئی ہیں۔

**ف:** یعنی نااہلوں کے پاس محض الفاظ و عبارات موجود ہیں۔ باقی اصل علم ختم ہو چکا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ یہ تابعی اپنے زمانہ کا حال بیان فرما رہے ہیں، تو اب کا حال تو ظاہر ہے کہ نہ علم ہے نہ عمل۔ اِلّا ما شاء اللہ (مرتب)

آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص جنازہ میں اہلِ میت سے حیاء کی بناء پر شرکت کرتا ہے تو کیا اُس کو اجر و ثواب ملے گا؟ تو فرمایا کہ ابن سیرینؒ اِس بات کے قائل ہیں کہ اُس کو دو اجر ملے گا۔ ایک تو اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھنے کا، اور دوسرا اجر اُس کے خاندان والوں کی رعایت میں چلنے کا۔

**ف:** اِس سے مصیبت زدہ لوگوں کی غمخواری و ہمدردی کی کس قدر فضیلت ثابت ہوئی۔ دل سے نہیں تو کم از کم اپنے قول و فعل سے اظہارِ غم تو کر دے۔ یہ بھی غنیمت ہے اور موجبِ اجر و ثواب ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب میں اپنے خادم کو کسی حاجت کا امر کرتا ہوں اور وہ میرے دوست کی حاجت کو پوری کرنے کو مقدم کرتا ہے تو میں اُس خادم سے زیادہ محبت کرنے لگتا ہوں۔

ایک آدمی کو یہ کہتے سُنا کہ اے اللہ! میری وجہ سے اِس قوم کو مردود نہ فرمائیے۔ تو فرمایا کہ یہ شخص اپنے نفس کا عارف ہے۔

فرماتے تھے کہ شرافت کو پکڑے رہو۔ اور تم اپنے بھائیوں کے نزدیک اُسی وقت تک شریف رہو گے جب تک کہ اپنی حاجت اُن تک نہ لے جاؤ گے۔

**ف:** سُبحان اللہ، کیسی معرفت بلکہ تجربہ کی بات ارشاد فرمائی۔ یقیناً

اپنے بھائیوں یا رشتہ داروں کے پاس اپنی حاجت کو لے جانا اپنے کو ذلیل ورُسوا کر دینا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ قیامت کے دن لوگوں کی بہت سی جماعتیں یہ تمنا کریں گی کہ کاش اُن کے قلم آگ کے ہو جاتے۔ تاکہ جو کچھ اُنھوں نے دُنیا میں لکھا ہے نہ لکھ پاتے۔

**ف** اِس سے معلوم ہوا کہ جیسے زبان کی حفاظت ضروری ہے ویسے ہی قلم کو بھی مؤدّب اور محتاط رکھنے کی ضرورت ہے، بلکہ اشد ضرورت ہے۔ اِس لئے کہ زبان سے کہی ہوئی بات کا اثر و نقصان جلد یا بدیر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر قلم سے لکھی ہوئی بات کا اثر خصوصاً جبکہ وہ چھپ جائے بہت دنوں تک باقی رہے گا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ وہ میرا ساتھی اور دوست نہیں ہے جو میرے پاس لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔ اپنی دعا میں آپ فرماتے تھے کہ اے اللہ! میری وجہ سے اور لوگوں کے سوال کو رد نہ فرمائیے۔

**ف:** سبحان اللہ، ہمارے بزرگوں کی کیسی تواضع و فنائیت اور معرفت کی باتیں ہیں جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں۔ (مرتب)

**وفات** باختلاف روایت ۱۸۷ھ یا ۱۹۵ھ میں احتباسِ بول کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ اور بیمار ہوتے ہی حالت بگڑ گئی۔ اپنے صاحبزادے کو بلا کر آیاتِ وصیت پڑھ کر سُنائیں۔ صاحبزادے جا کر طبیب کو لے آئے۔ طبیب کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ صاحبزادے نے کہا طبیب۔ طبیب سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں سختی سے منع کرتا ہوں کہ مجھے جھاڑ پھونک نہ کرنا

اور نہ گنڈا تعویذ لٹکانا۔ اور اپنے صاجزادوں کو قبر کی تیاری کا حکم کیا۔ اُنھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ قبر تیار ہونے کے بعد فرمایا، مجھے قبر کے پاس لے چلو۔ چنانچہ اپنی آخری آرامگاہ کے پاس جاکر دعا کی۔ دعا کے بعد گھر واپس آئے۔ اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔ رحمہ اللہ (سیر صحابہ ص۵۱۶)

## حضرت ابُوالعالیہ ریاحی رحمۃ اللہ علیہ

**نام ونسب** رفیع نام، ابوالعالیہ کنیّت، کنیّت ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ والد کا نام مہران تھا۔ قبیلۂ بنی ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے۔ اِسی نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں۔

**اسلام** آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ عہدِ نبوی میں شرفِ اِسلام سے محروم رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد اسلام قبول کیا۔

**فضل وکمال** علامہ نووی رحؒ لکھتے ہیں کہ وہ کبارِ تابعین میں سے تھے۔ اُن کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا۔ قرآن کی تعلیم اُنھوں نے مشہور عالِم قرآن حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حاصل کی تھی۔

**عبادت** ابوالعالیہ میں اِس علم کے ساتھ اُسی درجہ کا عمل بھی تھا بڑے خوش اوقات اور عبادت گزار تھے۔ شب بیداری اور تلاوتِ قرآن پاک کا خاص ذوق تھا۔ ایک زمانہ میں وہ رات بھر نمازیں

پڑھتے تھے اور ایک شب میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ لیکن اس عبادت شاقہ پر مداومت نہ کر سکے۔

اِس عبادت و ریاضت کے ساتھ رہبانیت سے اِتنا احتراز تھا کہ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ابوامیہ عبدالکریم اُن سے ملنے آئے، ابوامیہ کے بدن پر صوف کے کپڑے تھے۔ اُن کو دیکھ کر ابوالعالیہ نے کہا، یہ راہبوں کا لباس و طریقہ ہے۔ مسلمان جب آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کے لئے جاتے ہیں تو اچھے لباس میں جاتے ہیں۔

**ریا سے اِحتراز** عملِ خیر کا اظہار نہایت بُرا سمجھتے تھے۔ ابو مخلد کا بیان ہے کہ ابوالعالیہ کہتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ میں اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی کرتا ہوں، تو اُس کی تقلید نہ کرو

**ف:** کیونکہ ایسا شخص ریا و عُجب میں مبتلا ہے۔ تو پھر جو ایسے باطنی اَمراض کا شکار ہو، وہ قابلِ تقلید کیسے ہو سکتا ہے۔ (مرتب)

**اِنفاق فی سبیل اللہ** اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بڑے فیاض تھے اُنھوں نے اپنا کُل مال یا اُس کا بڑا حصہ اللہ کی راہ میں اُمورِ خیر میں خرچ کے لئے وقف کر دیا تھا۔

آپ زکوٰۃ نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے اور اُس کو تقسیم کرنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجتے تھے۔

**مشتبہات سے اِجتناب** مشتبہ چیزوں سے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ان پیشہ وروں اور عہدیداروں

کے یہاں جن کی کمائی میں کچھ بھی مشتبہ مال کا احتمال ہوتا تھا پانی تک نہ پیتے تھے۔

آپ طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے۔ اپنے لئے کسی قسم کا اہتمام پسند نہ تھا۔ جہاں جاتے تھے صاحبِ خانہ سے پہلے ہی کہہ دیتے تھے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو وہی لانا، بازار وغیرہ سے کوئی چیز نہ خریدنا (تابعین ۵۱۳)

## اِرشادات

آپ کا قول تھا کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ لوگ اُن کے شر سے ڈرتے ہیں، وہ سب کے سب قیامت کے دن لوہے میں جکڑے جائیں گے اور اُن کے بارے میں حکم ہوگا کہ ظالموں اور شیطانوں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں۔

فرماتے تھے کہ عمدہ پوشاک پہننا مسلمانوں کی زینت ہے۔ آپ خلوت پسند تھے۔ اور جب آپ کے پاس چار سے زیادہ آدمی جمع ہو جاتے تو آپ لغو باتوں کے خوف سے اُن کو چھوڑ کر اُٹھ جاتے تھے۔

**ف:** سبحان اللہ، حدیث "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ" پر کیسا عمل تھا، جو انتہائی تقویٰ کی علامت ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ میں نے پچاس برس سے اپنے عضو خاص کو داہنا ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو نماز میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرا وہ کب ڈرے گا۔ اور فرماتے تھے کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی قرآن سیکھے پھر بھی رات کو سوتا رہے اور تہجد نہ پڑھے **ف:** یہ ہمارے بزرگوں کی نصیحتیں ہیں جن کا ہم کو علم بھی نہیں تا بعمل چہ رسد۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

**وفات:** آپ کی وفات ۹۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ج ا صفحہ ۳۰)

# حضرت صلہ بن اشیم العدوی رحمۃ اللہ علیہ

**نام اور فضل وکمال** صلہ نام اور والد کا نام اشیم اور کنیت ابو الصہباء ہے قرآن کریم سے بہت زیادہ نصیحت حاصل کرنے والے تھے اور ذکر اللہ سے حد سے زیادہ شغف رکھنے والے، مصائب اور پریشانیوں میں حد درجہ صبر کرنے والے اور تاریک راتوں میں ذکر کرنے والے اور کھڑے ہونے والے تھے۔

ابو سلیل نے کہا کہ میں صلہ عدوی کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو دیا ہے مجھے سکھلا دیجئے! تو جواباً انھوں نے کہا، آج تم میری طرح ہو، جیسا کہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا تاکہ ان لوگوں سے علم حاصل کروں، تو میں نے بھی ان لوگوں سے اسی طرح کہا تھا کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے مجھ کو سکھلا دیجئے۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرو اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے والے بنو، اور جتنا ممکن ہو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

حضرت معاذہ نے کہا کہ جب صلہ بن اشیم کے ساتھی آپس میں ملتے تھے تو معانقہ کرتے تھے۔

شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ صلہ نے متعدد صحابہؓ سے ملاقات کی اور ان سے علم حاصل کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ (الحلیہ ج ۲ صـ۲۳۷)

**ارشادات** جب آپ کسی ایسے گروہ کے پاس سے گزرتے جو کھیل میں مشغول ہوتا، تو فرماتے کہ یارو مجھے بتاؤ تو سہی

کہ جو گروہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو، اور اُس نے پورا دن کھیل میں گنوا کر راستہ کھوٹا کر دیا ہو اور رات کو پڑا سوتا رہا ہو، تو بھلا وہ منزلِ مقصود تک کب پہنچے گا۔ (طبقات)

**وفات** آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے شہید کیے گئے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۵۹/۴)

## حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

**نام و نسب** آپ کا نام علاء اور والد کا نام زیاد ہے۔ دادا کا نام المطر العدوی ہے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، بعد میں شام کے اندر بود و باش اختیار کر لیا۔ تابعین کے طبقۂ ثانیہ میں شمار ہوتا ہے۔

**فضل و کمال** آپ نے عمران بن حصین اور عیاض بن حماد اور ابو ہریرہ اور مطرف شیخزہ رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل کی ہیں بڑے اللہ والے، متقی اور متواضع تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت زیادہ گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ جس کی وجہ سے اُن کی بینائی کمزور ہو گئی تھی۔

اور ہشام بن حسان نے کہا کہ علاء بن زیاد کی خوراک ایک دن میں ایک روٹی (چپاتی) تھی۔ اور علاء بن زیاد کے پاس کچھ مال اور غلام تھے، تو اُن میں سے بعض کو آزاد کر دیا اور بعض کو فروخت کر دیا۔ اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہو گئے۔

**گریہ وزاری** عبدالواحد بن زید سے روایت ہے۔ کہا کہ علاء بن زیاد

کے پاس ایک شخص آیا، اُس نے کہا کہ خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ علاء بن زیاد کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ کی مغفرت کی جاچکی ہے۔ مگر جب اُس آدمی نے یہ بات کہی تو حضرت علاء بن زیاد رونے لگے اور فرمایا، اب میں نہیں سوؤں گا۔

**ف**: مطلب یہ ہے کہ اُس کے شکریہ میں اب بیدار ہی رہوں گا سونے کا سوال ہی نہیں ہے۔ (مرتب)

## دُنیا کی حقیقت

حمید بن ہلال نے علاء بن زیاد سے روایت کی۔ کہا، میں نے لوگوں کو خواب میں دیکھا کہ کسی چیز کے پیچھے جارہے ہیں تو میں بھی اُن کے ساتھ ہولیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھی، کمزور، اندھی عورت ہے اور وہ ہر طرح کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا، میں دُنیا ہوں۔ میں نے کہا، میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ میرے اندر تیری طرف سے بغض پیدا فرمادے۔ اُس نے کہا۔ ہاں اگر تم دراہم (مال و دولت) سے بغض رکھو تو دراصل یہی مجھ سے بغض رکھنا ہے اور اسی کا اعتبار ہے۔ (سیراعلام النبلاء صفحہ ۲۰۲)

## ارشادات

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اُن کو قیامت میں کیا پیش آنے والا ہے؟ تو اِس عالم میں ایک لمحہ بھی اُن کو اطمینان نہ ہو، نہ کھیتی کریں، نہ مکان بنائیں، نہ کھائیں نہ پئیں اور نہ سوئیں۔

**ف**: حقیقت تو یہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی بشری عادات و اعمال میں شرعی اعتدال کی توفیق مرحمت فرمائیں تاکہ عذاب اُخروی سے

رُستگاری نصیب ہو۔ (مرتب)

ایک شخص نے آکر آپ سے کہا کہ میں نے آپ کو بہشت میں دیکھا ہے تو فرمانے لگے کہ تم کو ہلاکت ہو کیا میرے علاوہ شیطان کو اور کوئی مذاق کے لئے نہ ملا تھا۔

ف: ظاہر ہے کہ یہ خوف آخرت کی بنا پر تھا کہ اپنے کو مستحق جنت نہ سمجھتے تھے۔ ورنہ دوسرا شخص تو ایسی بشارت سُن کر پھولے نہ سماتا، بلکہ ممکن ہے کہ عمل نیک کرنے میں سُستی کرنے لگتا۔ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ تم میں سے تھوڑے آدمی ایسے ہیں جن کے دین کا دسواں حصہ ضائع ہوا ہے، مگر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تم میں تھوڑے ہی آدمی ایسے رہ جائیں گے جن کے دین کا دسواں حصہ سالم رہے گا اور نو حصہ ضائع ہو چکا ہوگا۔

ف: ممکن ہے کہ ہمارا یہ زمانہ وہی زمانہ ہو، بلکہ اس سے بھی ابتر ہو، جیسا کہ حالاتِ زمانہ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ تعالےٰ۔ (مرتب)

## وفات

آپ کی وفات حجاج بن یوسف کے آخر زمانۂ ولایت ۹۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔ (طبقات ج ۱ ص ۱۳۱)

# حضرت ثابت بن اسلم البنانی رحمہ اللہ

**نام ونسب** ثابت نام، ابو محمد کنیت، نسباً قریش کی شاخ بنی سعد سے تھے اور بصرہ کے صاحب علم وعمل تابعین میں تھے۔

**فضل وکمال** علمی اعتبار سے وہ بصرہ کے ممتاز علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ اُن کی شہرت اُن کے علم سے زیادہ اُن کے عمل زہد و ورع اور عبادت و ریاضت کی وجہ سے تھی۔ اُن کا دل سوز و گداز کا آتشِ سوزاں تھا۔ گدازِ قلب سے اُن کی آنکھیں ہر وقت اشکبار رہتی تھیں اور اِس بیقراری کے ساتھ روتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ پسلیاں اُلٹ جائیں گی۔ شدتِ گریہ سے آنکھیں خراب ہوگئی تھیں اور اُن کے بے نور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ لوگوں نے اِتنی اشکباری پر عرض معروض کیا تو فرمایا، آنکھوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ روتی رہیں اور علاج سے انکار کر دیا۔

**جہنم کا خوف** جب جہنم کا ذکر ہوتا تھا تو آپ کے اعضا جوڑوں سے الگ ہو جاتے تھے۔ (طبقات)

**ف**: سبحان اللہ، یہ تھا خوفِ جہنم جو عینِ ایمان ہے۔ مگر ایک واعظ جو درحقیقت قصہ گو ہیں اُن کے متعلق لوگوں نے بتایا کہ جب جہنم کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا اندازِ بیان اختیار کرتے ہیں کہ اُس سے لوگ ہنستے ہنستے گر جاتے ہیں توبہ توبہ! اعاذنا اللہ منہ۔ (مرتب)

## ارشادات

فرماتے تھے کہ لوگ جب ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں تو اُن پر پہاڑوں کی طرح

گناہ رہتا ہے، مگر جب ذکر سے اُٹھتے ہیں تو ایک گناہ بھی اُن پر نہیں رہ جاتا۔
آپ پچاس سال تک قیام لیل یعنی تہجد کی نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوتی تو اپنی دعا میں کہتے، اے اللہ! اگر آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے تو مجھ کو عطا فرمائیے۔ پس جب آپ کا انتقال ہوا اور لوگوں نے کچی اینٹوں سے قبر کو برابر کر دیا تو اتفاق سے ایک اینٹ گر گئی تو دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔
**ف**: اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندوں کی ایسی مرادیں بھی پوری فرما دیتے ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (مرتب)
آپ فرماتے تھے کہ نماز زمین میں اللہ کی طاعت ہے۔ اور اگر اللہ کے علم میں نماز سے افضل کوئی چیز ہوتی تو یہ نہ فرماتے:۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (پس پکارا اُنھیں فرشتوں نے اور وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے)۔
فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال تک نماز کے درست کرنے میں مشقت برداشت کی اور بیس سال تک اس سے متلذذ ہوا۔
جب آپ کی وفات ہوئی تو لوگ آپ کی قبر سے تلاوتِ قرآن کی آواز سُنا کرتے تھے۔ (طبقات صـ۳۱)
**ف**: معلوم ہوا کہ نماز کو درست کرنے کے لئے بھی مشقت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر بعض لوگ چاہتے ہیں کہ اول ہی دن سے بغیر مشقت کے نماز درست ہو جائے۔ (مرتب)
فرماتے تھے کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اُس کے اعمال پر اس کا

نمایاں اثر پڑتا ہے۔ (سیر صحابہ)

ف: یعنی اُس کے اعمال واخلاق درست ہوجاتے ہیں، قلب میں رِقّت پیدا ہوجاتی ہے۔ اِسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو بکثرت یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

## وفات

سنہ ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر شریف اسّی سال سے متجاوز تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر صحابہ)

# حضرت یونس بن عُبید رحمہ اللہ تعالیٰ

**نام، نسب اور فضل وکمال** یونس نام، ابو عبید اللہ کنیت، بنی عبد قیس کے غلام تھے۔

یونسؒ اگرچہ غلام تھے لیکن حسن بصریؒ کے خاص اصحاب میں تھے، ان کے فیضِ صحبت وہمنشینی نے اُن کو دولتِ علم وعمل سے مالا مال کردیا تھا۔ حافظ ذہبیؒ اُن کو امام، حجۃ اور قدوہ لکھتے ہیں۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اُن کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے اور وہ جلیل القدر تابعی تھے۔ ابن حبانؒ لکھتے ہیں کہ وہ علم وفضل، حفظ واتقان، پابندیٔ سنت اور اہل بدعت سے بغض ونفرت، تفقہ فی الدین اور کثرتِ حفظ میں اپنے زمانہ کے سادات میں تھے۔

**حدیث** حدیث میں اپنے عہد کے ممتاز حفاظ میں تھے۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں "کان ثقۃ کثیر الحدیث"۔

**عبادت** فرائض کے علاوہ زیادہ روزہ نماز نہ کرتے تھے، لیکن اللہ کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔
سلام بن مطیعؒ کا بیان ہے کہ یونس بہت زیادہ نماز روزہ نہ کرتے تھے لیکن اللہ کی قسم! جب اللہ کے حقوق کا وقت آتا تو وہ اُس کی ادائیگی کے لئے بالکل تیار رہتے تھے۔ جہاد کو افضل العبادات سمجھتے تھے۔ اُس کے چھوٹ جانے کا انتہائی قلق ہوتا تھا۔ اُن کو کسی سبب سے جہاد کا موقع نہ ملا تھا اِس کا تادم آخر قلق رہا۔
اسحٰق بن ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ یونسؒ مرض الموت میں اپنے پیروں کی طرف دیکھ کر روتے تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ یہ اللہ کی راہ میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ زبان پر اکثر کلمۂ استغفار جاری رہتا تھا۔ عبدالملک بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے اُن سے زیادہ استغفار کرنے والا نہیں دیکھا۔

**دیانت** اُن کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ اور تجارتی دیانت میں اِس قدر مبالغہ کرتے تھے کہ اُس مبالغہ کے ساتھ تجارت کرنا مشکل ہے۔ اُنکی تجارتی دیانت کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔
ایک مرتبہ ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا اُنھیں معلوم ہوا تو اُنھوں نے ایک دوسرے مقام کے ریشم فروش سے تیس ہزار کا ریشم خریدا۔ بعد میں اُنھیں خیال آیا تو اُس بیچنے والے سے پوچھا کہ تم کو فلاں مقام پر مال کے نرخ چڑھنے کی خبر تھی؟ اُس نے کہا اگر مجھے

معلوم ہوتا تو میں اپنا مال کم نرخ پر کیوں فروخت کرتا۔ یہ جواب سُنا تو روپیہ لے کر اُس کا مال واپس کر دیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت اُن کے پاس خز کی چادر فروخت کرنے کیلئے لائی اُنھوں نے اُسے دیکھ کر قیمت پوچھی۔ اُس نے کہا، ساٹھ درہم۔ اُنھوں نے اپنے ایک ہمسایہ تاجر کو دکھا کر پوچھا کہ تمھاری نظر میں اس کی کیا قیمت ہے؟ اُس نے کہا، ایک سو بیس تک ہو سکتی ہے۔ قیمت کا اندازہ ہو جانے کے بعد عورت سے کہا کہ اپنے گھر والوں سے پوچھ لو کہ وہ ایک سو بیس تک بیچنے کی اجازت دیتے ہیں۔؟

ایک مرتبہ ایک عورت ریشم کا ایک جبّہ بیچنے کے لئے لائی۔ انھوں نے قیمت دریافت کی۔ اُس نے پانچ سو بتائی۔ آپ کی نگاہ میں وہ اُس سے بہت زیادہ قیمت کا تھا۔ اِس لئے آپنے دو ہزار تک قیمت لگادی۔

اِس احتیاط کے باوجود اُنھیں اِس بارے میں پورا اطمینان نہ ہوتا تھا۔ ابن شوذبؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یونس اور ابن عون حلال وحرام پر باتیں کر رہے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہمارے مال میں ایک درہم بھی حلال کا نہیں ہے۔ ف: کس قدر ورع وتقویٰ کا حال تھا۔ مبارک ہو۔ (مرتب)

## ارشادات

آپ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کا ورع و پرہیزگاری اُس کے کلام کے وقت پہچانا جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ ہر نیکی میں کسی دوسری شے کا شائبہ ہو سکتا ہے مگر زبان کی حفاظت ایسی نیکی ہے کہ اُس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ اسلئے کہ

آدمی کبھی کثرت سے نماز روزہ کرتا ہے، مگر افطار حرام مال سے کرتا ہے۔ اور رات میں عبادت کرتا ہے اور اس سے ریا و دکھاوا مقصود ہوتا ہے۔ اور کبھی لغو اور جھوٹی شہادت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جب آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے تو مجھے اُمید ہے کہ یہ کُل کی کُل نیکی ہی نیکی ہو گی۔

فرماتے تھے کہ اگر مجھے کوئی حلال درہم مل جاتا تو اُس کا گیہوں خریدتا پھر اُس کا ستّو بناتا پھر اُس کو مریضوں کو پلاتا، پس جو مریض ذرا بھی اُس کو پی لیتا تو اس کو اللہ تعالیٰ شفا دے دیتے۔

**ف:** یعنی حلال وطیّب غذا دوا کا بھی کام دیتی ہے۔ بخلاف حرام غذا کے کہ اُس سے مرض میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ اگر بندے کی دو خصلتیں درست ہو جائیں تو بقیہ خصلتیں خود بخود درست ہو جائیں گی۔ ایک تو نماز، دوسری زبان۔

فرماتے تھے، جس کی زبان درست ہو جائے گی تو اس کے سارے اعمال درست ہو جائیں گے۔ (طبقات)

**ف:** سبحان اللہ، کیسے مفید ارشادات ہیں جو سویدائے قلب میں جگہ دیئے جانے کے لائق ہیں۔ (مرتّب)

"طبقات کبریٰ" میں ہے کہ "کان یقول لیس فی ھٰذہ الامۃ ریاء خالص ولا کبر خالص، فقیل لہ لماذا؟ فقال لا کبر مع السجود ولا ریاء مع التوحید" واللہ اعلم۔ (یعنی فرماتے تھے کہ اِس اُمت میں نہ خالص ریا ہے اور نہ خالص تکبر۔ آپ سے اسکی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ سجدہ کے ساتھ کبر جمع نہیں ہو سکتا اور اسی طرح توحید کے ساتھ ریا،

باقی نہیں رہ سکتی۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (طبقات ج ۱ ص ۱۳۱)

ف: سبحان اللہ! کیسی حکمت کی بات بیان فرمائی جو عین حقیقت ہے اور پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔ ایسے ہی مرشدی حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ " نماز میں بار بار اللہ اکبر کہنے کے باوجود نمازی کے اندر کبر باقی نہیں رہ سکتا۔ نیز فرماتے تھے کہ ابلیس نے اگر ایک سجدہ بھی اللہ کے لئے کیا ہوتا تو راندۂ درگاہ نہ ہوتا۔ (مرتب)

**وفات** ۱۳۹ھ میں وفات پائی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے سلیمان اور عبداللہ بن علی اور پرپوتے جعفر اور محمد نے جنازہ اٹھایا اور اُنکی زبان پر تھا کہ "اللہ کی قسم یہ عزت و شرف ہے۔" (تابعین ص ۵۲۰)

# حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ

**نام و نسب** محمد نام، والد کا نام واسع، دادا کا نام جابر، پردادا کا نام اخنس۔ امام ربانی اور پیشوا ہیں۔ اور ان کو ابو عبداللہ ازدی بصری کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

**فضل و کمال** حضرت معمر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ محمد بن واسع سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ اور جعفر بن سلیمان نے کہا کہ جب بھی میں اپنے دل میں سختی پاتا تھا تو صبح کو محمد بن واسع کے پاس جاتا اور اُن کے چہرے کو دیکھتا تو وہ اُس سختی کو سلب کر لیتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء)

اولیائے کرام کے اونچے طبقہ میں آپ کا شمار ہے۔ آپ زبردست محدث تھے۔ آپ معمولی قسم کا لباس پہنتے تھے۔ (طبقات)

## ارشادات

حماد بن زید نے فرمایا کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے تو فرمایا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دُنیا و آخرت کے بادشاہ ہو جاؤ۔ اُس شخص نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپنے فرمایا کہ دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرو۔

**ف:** سبحان اللہ، کیا ہی خوب نصیحت فرمائی۔ اس لئے کہ جس کو غنائے قلبی حاصل ہو گئی اُس کو سب کچھ مل گیا۔ (مرتب)

ہشام بن حسان نے محمد بن واسع سے روایت کیا ہے کہ محمد بن واسع سے کہا گیا کہ کس حالت میں آپ نے صبح کی؟ فرمایا، اپنی موت کو قریب، اپنی امیدوں و خواہشات کو دور اور اپنے عمل کو بُرا پایا۔

**ف:** سُبحان اللہ! یہ مذاکرۂ موت اور محاسبۂ اعمال جو ہمارے اکابر سے ثابت ہے بلکہ اُنکی امتیازی شان رہی ہے۔ (مرتب)

ہشام سے روایت ہے کہ مالک بن منذر والی نے محمد بن واسع کو بلوایا اور اُن سے کہا کہ تم منصبِ قضا کو قبول کر لو، اُنھوں نے اُس سے انکار کیا۔ پھر اُس نے اُس کے قبول کرنے پر زور دیا اور کہا کہ تم اِس منصب کو ضرور قبول کرو، ورنہ میں تم کو تین سو کوڑے ضرور لگواؤں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تم اِس پر قادر ہو۔ اور فرمایا کہ دُنیا کی ذلت آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک قصّہ گو محمد بن واسع سے قریب ہوا اور کہا کہ

کیا ہوا ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ قلوب خوف سے خالی ہیں اور آنکھیں آنسوؤں سے خالی ہیں اور رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے ہیں؟ تو محمد بن واسع نے فرمایا کہ جب بات دل سے نکلتی ہے تو دل پر اثر کرتی ہے۔

**ف**: سبحان اللہ، کیا خوب کُلیہ بیان فرمایا۔ لہٰذا واعظین کو اپنے دلوں کو متیقظ اور درست کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اُن کی باتوں کا سامعین پر اثر ہو۔ (مرتب)

ایک دن کسی ضرورت سے فقیہ بن مسلم کے پاس گئے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ آپ معمولی لباس کیوں استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے اُس کا کچھ جواب نہ دیا۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں اور آپ خاموش ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اِس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کہوں "میں زاہد ہوں" اِس لئے کہ اِس میں اپنے نفس کا تزکیہ ہے۔ اور اگر کہوں کہ افلاس کی وجہ سے پہنتا ہوں تو اس میں اللہ تعالےٰ کی شکایت ہے۔

**ف**: سبحان اللہ کیسی حکمت و دانائی کی بات ارشاد فرمائی کہ اپنی زبان سے اپنی خوبی بیان کرنے کو گوارا نہ فرمایا اور نہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی شکایت کا لفظ فرمایا۔ (مرتب)

فرمایا کرتے تھے: جو شخص بھی اپنے دل سے اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے قلوب کو اُسکی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جو بیسوں سال تک اپنی بیوی کے ساتھ ایک تکیہ پر سوئے اور اِس قدر روئے کہ تکیہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا، مگر اُن کی بیوی تک کو بھی اسکی خبر نہ ہوئی۔ (الطبقات)

**ف:** سبحان اللہ، یہ تھا اخلاص للہ اور اخفائے حال کا اہتمام، جس کی وجہ سے اللہ اُن کا ہوگیا اور وہ اللہ کے ہوگئے۔ اور باہمی رشتہ و روابط کو کون سمجھے۔ سچ ہے جس نے کہا ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

(ترجمہ) عاشق و معشوق کے درمیان ایسا باطنی رشتہ ہوتا ہے جسکی اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ (مرتب)

**وفات:** آپ کی وفات ۱۲۰ سنہ ھ میں ہوئی۔ (اعیان الحجاج صفحہ ۱۳ ج ۱)

جعفر بن سلیمان نے بیان کیا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۲۳ سنہ ھ میں ہوا۔ اور آپ کے لڑکے نے بیان کیا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۲۷ سنہ ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ

(سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۱۹/۶)

---

## حضرت ابو یحییٰ مالک ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ

**نام و نسب** مالک نام، کنیت ابو یحییٰ ہے۔ والد کا نام دینار ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے بصری کہلاتے ہیں۔

**فضل و کمال** مشہور عابد و زاہد ہیں۔ اولیائے کرام میں شمار ہوتا ہے اپنے وقت کے بڑے علماء میں شمار تھا۔ ثقات تابعین میں شمار ہوتا ہے۔ قرآن کی کتابت کرتے تھے۔

**ولادت** آپ کی ولادت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہوئی۔

**اخذِ حدیث** آپ نے حضرت انس بن مالکؓ سے احادیث سُنی اور آپ سے بیان بھی کیا۔ اور اسی طرح احنف بن قیس اور سعید بن جبیر اور حسن بصری اور محمد بن سیرین اور قاسم بن محمد سے بھی حدیثیں سنیں، اور سعید بن ابی عروہ، عبداللہ بن شوذب و ہمام بن یحییٰ وغیرہ نے آپ سے احادیث بیان کی ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی توثیق کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے استشہاد کیا ہے۔ اور آپ کی حدیث درجہ حسن میں شمار ہوتی ہے۔

# ارشادات

آپ نے فرمایا کہ جب سے میں نے لوگوں کے مزاج کو پہچان لیا ہے، میں کسی کی تعریف سے خوش نہیں ہوتا ہوں۔ اسی طرح بُرائی کرنے والوں کی بُرائی سے بھی دل برداشتہ نہیں ہوتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ دونوں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

**ف:** سبحان اللہ، کیا ہی خوب تجربہ کی بات ارشاد فرمائی، جو بالکل عیاں ہے، اسلئے کہ عموماً مدح و قدح دونوں ہی میں اعتدال نہیں رہتا۔ (مرتب)

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی طالب علم عمل کے لئے علم حاصل کرتا ہے تو اُس کے اندر تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ تو اُس کا تکبر زیادہ ہو جاتا ہے۔

جعفر بن سلیمان نے کہا کہ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ اگر کسی قلب میں حزن و غم نہیں ہوتا تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔

**ف:** اسی لئے کہا گیا ہے کہ حزن سے بڑھ کر دلوں کیلئے جلا بخش کوئی چیز نہیں ہے۔ (مرتب)

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دنیا کے زیب و زینت سے دوری

اختیار کی تو وہ اپنی شہوات و خواہشات پر غالب آجائے گا۔

روایت ہے کہ ایک بار ایک چور آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ اور تلاشی کے باوجود کچھ نہ پایا، تو آپ نے آواز دی کہ تم نے دنیا کی کوئی چیز نہیں پائی، تو تم آخرت کی چیز کی طرف رغبت کرو۔ تو اُس نے جواب دیا بہت اچھا! آپ نے فرمایا، وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ تو اُس نے ایسا ہی کیا۔ پھر بیٹھا۔ پھر مسجد کی جانب نکلا۔ تو آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ چور ہے، چوری کرنے آیا تھا۔ لیکن ہم نے اُس کو چُرا لیا۔

ف: سُبحان اللہ! کیا ہی خوب چوری تھی کہ اُس کو آخرت کی دولت سے نواز دیا۔ (مرتب)

مسلم الخواص سے روایت ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ اہل دُنیا دُنیا سے رُخصت ہو گئے لیکن جو دُنیا کی سب سے اچھی چیز تھی اُس کو نہیں چکھا۔ سوال کیا گیا، وہ کیا چیز ہے؟ تو فرمایا کہ اللہ کی معرفت۔

ف: سبحان اللہ! کیا ہی خوب بات ارشاد فرمائی کہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت اللہ کی معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے نوازے اور اس کا مزہ چکھا دے۔ آمین! (مرتب)

سلیمان تیمی نے کہا کہ میں نے مالک بن دینار سے زیادہ زاھد کسی کو نہیں پایا۔

جعفر بن سلیمان نے کہا کہ مالک بن دینار چار ماہ میں ایک مصحف لکھتے تھے اور اُس کے ہدیہ کو ایک دوکاندار بنیلے کے پاس رکھ دیتے تھے اور اسی سے کھانے کا انتظام فرماتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ صفحہ ۳۶۲)

فرماتے تھے کہ اگر مجھے بدعت ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو یہ کہتا کہ جب میں مروں تو مجھے بیڑیاں ڈال کر میرے رب کے حضور میں پیش کر دیا جائے۔ جیسے کہ بھاگا ہوا غلام اپنے سید و آقا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ دنیا کی راحت سے تین چیزوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہی یعنی زیارتِ احباب و تہجد بالقرآن۔ اور وہ مکان جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔

آپ سے جب کوئی سوال کرتا اور اوپر بادل گزرتا ہوا نظر آتا تو فرماتے کہ ٹھہرو۔ یہاں تک کہ یہ بادل گزر جائے۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس میں پتھر نہ ہو جس سے ہماری پٹائی ہو۔

فرماتے تھے کہ اب کوئی ایسا رفیق نہ رہ گیا جو عملِ آخرت میں موافق و معین ہو۔ بلکہ اب تو ایسے لوگ ہیں جو کہ آدمی کے قلب کو فاسد کر دیتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھائی میرے گھر آئے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میں اُس کے واجبی حق کو ادا نہ کرسکوں گا۔

فرماتے تھے کہ ہم نے صحابۂ کرام کو اِس حال میں پایا ہے کہ اُن کا کوئی بھی فرد معمولی یا غیر معمولی لباس کے سلسلہ میں کسی کا عیب نہیں بیان کرتا تھا۔ نہ صاحبِ خز صاحبِ صوف پر اور نہ صاحبِ صوف صاحبِ خز پر۔

فرماتے تھے کہ ہم سب نے مل کر جب دنیا پر صلح کر لی ہے تو پھر اب نہ کوئی عالم رہا نہ صالح۔ جو ایک دوسرے پر تنقید کر سکے (یعنی ایک طرف سے سبھی اِس مرض کا شکار ہو گئے ہیں تو پھر کون کس کو کہے۔)

اپنے اہل و عیال سے فرماتے کہ جو کم روزی پر ہماری موافقت کرے وہی

ہمارے ساتھ رہے، ورنہ فراق وجدائی اختیار کرلے۔ اُن کے گھر میں سوائے قرآن پاک، لوٹا اور چٹائی کے کچھ نہ رہتا تھا۔

فرماتے تھے کہ جب بندہ علم کو عمل کے واسطے حاصل کرتا ہے تو اُس کا علم کثیر ہو جاتا ہے۔ اور اگر علم کو عمل کے لئے حاصل نہیں کرتا تو اُس کا فجور وتکبر مزید اور عوام کے ساتھ حقارت کا معاملہ عام ہو جاتا ہے۔

آپ سے ایک والی نے کہا کہ آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کیسے دعا کروں، جب کہ ہزار آدمی تمھارے لئے بد دعا کر رہے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ پہلے زمانہ کے ابرار (نیک لوگ) تین باتوں کی تاکید کیا کرتے تھے۔ زبان کو مقید رکھنے کی، کثرت سے استغفار کرنے کی، اور الگ تھلگ رہنے کی۔

**ف**: اِنہی باتوں کی تاکید صوفیائے کرام فرماتے رہتے ہیں، تو تصوف کیسے خلافِ شرع ہوا۔ بلکہ یہ تو عینِ دین واسلام ہوا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جسم میں جب کوئی بیماری ہو جاتی ہے تو جو کچھ بھی کھاؤ پیو، سوؤ، آرام کرو، کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اِسی طرح جب دل کو دُنیا کی محبت کا روگ لگ جاتا ہے تو وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

فرماتے تھے کہ بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ جب عالم دُنیا کا دلدادہ ہو جاتا ہے، تو سب سے معمولی سزا اُس کو میں یہ دیتا ہوں کہ میرے ذکر کی حلاوت وہ اپنے دل میں نہیں پاتا۔

**ف**: یعنی خواہ دنیا کی دولت ونعمت اُس کو کتنی ہی حاصل ہو مگر وہ ذکر اللہ کی لذت سے محروم رہتا ہے، جس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ عالم تو بس وہ ہے کہ جب اُس سے ملنے جاؤ اور وہ گھر میں موجود نہ ہو، تو اُس کے گھر کی چیزیں اُس کا حال بتائیں۔ تم کو نماز پڑھنے کی چٹائی نظر آئے، قرآن پاک دکھلائی دے اور گھر کے ایک کونے میں وضو کا لوٹا رکھا ہو۔ اور آخرت کی تیاری کا نشان ملے۔

ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ بہت بے ڈھنگے طریقہ سے نماز پڑھ رہا ہے تو فرمایا، مجھے اُس کے بال بچوں پر بڑا ترس آرہا ہے۔ کسی نے کہا، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ یہ اُن کا بڑا اور بزرگ ہے اور وہ نماز اسی سے سیکھیں گے۔

ابن المبارک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بصرہ میں آگ لگ گئی۔ مالک بن دینارؒ نے اپنے کمبل کا کونہ پکڑا اور گھر سے نکل کر فرمایا "هلك اصحاب الاثقال" (سازوسامان کے بوجھ والے ہلاک ہوئے) مطلب یہ ہے کہ اُن کے پاس کمبل کے سوا کچھ تھا ہی نہیں، اس لئے ہلاکت کا سوال ہی نہ تھا۔ (اعیان الحجاج ص ۱۳۲)

ف: یہی حال آخرت کا بھی ہے کہ دُنیوی مال و متاع والے ہی اکثر ہلاک ہوں گے۔ اور رہے اصحابِ فقر و افلاس تو اُن سے انشاء اللہ پوچھ گچھ بھی کم ہی ہوگی۔ کیونکہ ع سبکسار مردم سبک تر روند۔ (یعنی ہلکے پھلکے لوگ تیزی سے سفر طے کرلیتے ہیں۔ (مرتب)

**وفات** مالک بن دینارؒ کی وفات ۱۳۱ھ سے قبل ہوئی۔ (اعیان الحجاج ص ۱۳۲) سری بن یحییٰ نے فرمایا کہ آپ کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا۔

نوّر اللہ مرقدہٗ

(سیر اعلام النبلاء)

# حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

**نام ونسب** سعید نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام جُبیر ہے۔ آپ کا شمار اُن تابعین میں ہے جو علم وعمل کے جامع تھے۔

**فضل وکمال** حضرت سعید کا آغاز اگرچہ غلامی سے ہوا لیکن آگے چل کر وہ اقلیمِ علم کے تاجدار بنے۔ حافظ ذہبی رحؒ انھیں علماءِ اعلام میں لکھتے ہیں۔ امام نووی کا بیان ہے کہ سعید تابعین کے ائمہ کبار میں تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، عبادت اور زہد وورع، جملہ کمالات میں وہ کبارِ تابعین میں تھے۔ حضرات صحابۂ کرام رضؓ میں سے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، حضرت عائشہ صدیقہ اور انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فیضانِ علم سے پورے طور سے مستفید ہوئے۔

غرض سعید بن جبیر رحؒ کی ذات جملہ علوم وفنون کی جامع تھی۔ جو کمالات دوسروں میں فرداً فرداً تھے وہ اُنکی ذات میں تنہا جمع تھے۔

**سوزِ قلب وخشیتِ الٰہی** آپ کا قلب پُرسوز تھا اور اُن پر خشیتِ الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ ہر وقت اُن کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ روتے روتے اُن کی آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی تھی۔

**نماز میں خشوع** اُن کی نماز خشوع وخضوع کی تصویر ہوتی تھی۔ کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کردیتے تھے اور پُرموعظت آیات کو بار بار تلاوت فرماتے تھے۔ اور صبح صادق سے لے کر نمازِ فجر تک ذکر وشغل میں مصروف رہتے تھے۔

**رمضان میں عبادت** رمضان شریف میں حضرت سعیدؒ کی عبادت بہت بڑھ جاتی تھی، چنانچہ اپنے قبیلہ کی مسجد میں اعتکاف کرتے تھے اور ذکر و تلاوت کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔

**تحقیرِ نفس** اپنے نفس کو اس قدر حقیر سمجھتے تھے کہ گنہگاروں کو بھی اُن کے گناہوں پر ٹوکتے ہوئے شرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک شخص کو گناہوں میں مبتلا دیکھتا ہوں، لیکن خود اپنا نفس اپنی نگاہ میں اتنا حقیر ہے کہ دوسرے کو ٹوکتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔

**ف:** یہ غایتِ انکسار و فنائیت کا حال ہے جو اِس راہ میں ترقی کا زینہ ہے۔ (مرتب)

**عبادت کے معنی** آپ کے نزدیک عبادت صرف نماز روزہ، تسبیح و تہلیل کا نام نہ تھا، فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتا ہے وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے وہ دراصل ذاکر نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی تلاوت اور ذکر و تسبیح کا پابند ہو۔ (تابعین)

**تلاوتِ قرآن** تلاوتِ قرآن سے خاص شغف تھا۔ عموماً دو راتوں میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ صرف سفر یا بیماری کی حالت میں اِس معمول میں فرق آتا تھا۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص۱۱۶)

**غیبت سے احتراز** غیبت کرنا اور غیبت سننا دونوں باتیں سخت ناپسند تھیں۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص۱۱۶)

**علماءِ سوء کا خطرہ** اُمتِ مسلمہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ علماءِ سوء کو سمجھتے تھے۔ ہلال ابن خباب نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا

لوگوں کی ہلاکت کہاں سے ہوگی؟ فرمایا۔ اُن کے علماء کے ہاتھوں۔

## ارشادات

فرماتے تھے، میں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی معصیت کر رہا ہے مگر میں اپنی کمتری وحقارت سے شرمندہ ہو کر اُس کو منع نہیں کرتا۔

**ف** : معصیت پر نکیر نہ کر سکنے پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت وحسرت کا اظہار فرماتے۔ مگر افسوس کہ ہم سے یہ خطا ہو رہی ہے اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

آپ فرماتے تھے کہ قبولیتِ دعا کی علامت اُسکی حلاوت ہے۔

**ف** : دُعا ومناجات میں حلاوت ولذت کا حصول بڑی نعمت ہے (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ ذاکر ہے اور جو اُسکی نافرمانی کرتا ہے وہ ذاکر نہیں ہے۔ اگرچہ تسبیح وتلاوت قرآن کثرت سے کرے۔

**ف** : معلوم ہوا کہ معصیت سے اجتناب بہت ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ اکثر فرماتے تھے کہ طاعات کا بجا لانا صالحین کا کام ہے اور معاصی سے اجتناب کرنا صدیقین کا۔ (مرتب)

**حجاج کی مخالفت** محمد بن عبد الرحمٰن بن اشعث کی جنگ حجاج سے ہوئی اور حضرت سعید بھی محمد بن عبد الرحمٰن کے ساتھ تھے بالآخر حضرت سعید گرفتار کر کے حجاج کے پاس لائے گئے اور حجاج سے اُن کا باقاعدہ مکالمہ ہوا۔ لیکن حضرت سعیدؒ بالکل خوفزدہ ومرعوب نہ ہوئے۔

**قتل کا حکم اور آپکا استقلال و استقامت** حجاج نے جلاد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا۔ ابن جبیرؒ نے اُس سے پوچھا، تم روتے کیوں ہو؟

اُس نے کہا، آپ کے قتل پر، فرمایا کہ اس کے لئے رونے کی ضرورت نہیں۔ یہ واقعہ تو اللہ کے علم میں پہلے سے موجود تھا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتَابٍ قَبْلَ اَنْ نَّبْرَاَهَا۔ (حدید ۳)

کوئی مصیبت نہ دُنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہیں، قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔

غرض نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ہنستے ہوئے مقتل کی طرف چلے حجاج کو اطلاع دی گئی کہ اِس وقت بھی ابن جبیرؒ کے لبوں پر ہنسی ہے۔ اُس نے واپس بُلا کر پوچھا، تم کیوں ہنس رہے ہو؟ تو فرمایا، اللہ کے مقابلہ میں تمھاری جرأت و بیباکی پر۔

یہ سُن کر حجاج نے اپنے سامنے ہی قتل کا چمڑا بچھانے کا حکم دیا اور قتل کا اشارہ کیا، حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ تو حجاج نے کہا کہ اگر مشرق کی سمت رُخ کر کے نماز پڑھو تو اجازت مل سکتی ہے۔ فرمایا، کچھ حرج نہیں اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝ (انعام ۹)

میں نے ایک سو ہو کر اپنا منہ اُس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔

حجاج نے حکم دیا سر کے بل جھکا دو۔ یہ حکم سُن کر حضرت ابن جبیرؒ نے راہِ تسلیم و رضا میں خود سر کو خم کر دیا اور یہ آیت پڑھی:۔

منها خلقناکم وفیھا — اِسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا

نعید کم ومنها نخرجکم — اور اِسی میں تم کو لوٹائیں گے۔ پھر اسی میں

تارۃ اخریٰ۔ — سے تمکو دوبارہ نکالیں گے۔

اور کلمۂ شہادت پڑھ کر بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ "خدایا، میرے قتل کے بعد پھر اِس ظالم کو کسی کے قتل پر قادر نہ فرمانا۔

## شہادت

جلاد شمشیر برہنہ لے کر موجود تھا۔ حجاج کے حکم پر دفعتہً تلوار چمکی اور ایک کشتۂ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا۔ زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نکلا۔ یہ واقعہ شعبان ۹۴ھ میں پیش آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

## ایک تعجب انگیز امر

اِس سلسلہ میں یہ واقعہ لائقِ ذکر ہے کہ حضرت سیدنا سعید بن جبیر کے جسم سے عام قتل ہونے والوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ خون نکلا، تو حجاج نے اطباء کو بلا کر اِس کا سبب دریافت کیا، تو اطبار نے جواب دیا کہ خون روح کے تابع ہے۔ جن لوگوں کو پہلے قتل کیا گیا اُن کی روح قتل سے پہلے ہی تحلیل ہو چکی تھی، مگر ابن جبیرؒ کی روح پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔

## حضرت حسن بصریؒ پر اِس واقعہ کا اثر

حضرت سعید بن جبیر کی شخصیت ایسی تھی کہ تمام اکابر تابعین اس واقعہ سے سخت حزین وغمگین ہوئے۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ یا اللہ! قبیلۂ ثقیف کے فاسق وظالم حجاج سے اس کا انتقام لے قسم اللہ کی! اگر سارے روئے زمین کے باشندے بھی اُن کے قتل میں

شریک ہوتے تو اللہ تعالےٰ اُن سب کو منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا۔

**حجاج کا انجام** حضرت سعید بن جبیرؒ کی بددُعا بے اثر نہ رہی، اُن کا خونِ ناحق رنگ لایا۔ چنانچہ اُن کے مقتول ہونے کے بعد ہی حجاج سخت دماغی مرض میں مبتلا ہو کر چند ہی دنوں کے بعد بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ بیماری کی حالت میں اُس کو بیہوشی کے دورے پڑتے تھے۔ بیہوشی اور غنودگی کی حالت میں اسے نظر آتا تھا کہ ابن جبیرؒ اپنے کپڑے سمیٹے ہوئے اُس سے پوچھ رہے ہیں کہ اے اللہ کے دُشمن! تونے مجھے کس جُرم میں قتل کیا؟ یہ خواب پریشان دیکھ کر وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا تھا اور کہتا تھا، مجھے سعید سے کیا واسطہ۔ اسی مجنونانہ حالت میں ۹۵ سنہ ھ میں اُس کو موت نے آدبوچا۔ اس طرح حضرت ابن جبیرؒ کے قتل کے بعد اُسے کسی شخص کو قتل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ (تابعین ص۱۳۵)

## حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ

**نام و نسب** نام عامر، والد کا نام شراحیل اور دادا کا نام عبد تھا۔ اپنے زمانہ کے امام اور علامہ تھے۔ پہلے آپ کا لقب ابو عمرو ہمدانی تھا۔ پھر شعبی ہو گیا۔

**ولادت** آپ کی ولادت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چند سالوں کے گزرنے کے بعد ہوئی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۲۱ سنہ ھ میں ہوئی۔

**فضل و کمال** سعید بن عبدالعزیز نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ شعبیؒ سے

بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ اِسی طرح ابوبکر بن عیاش نے ابو حصین سے روایت کی ہے کہ میں نے شعبی سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔

علی بن قاسم نے ابوبکر ہذلی سے روایت کی کہ ابن سیرین نے مجھ سے کہا کہ شعبی کی صحبت لازم پکڑ لو، اِس لئے کہ میں نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے استفادہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا کہ شعبی رحؒ نے اڑتالیس صحابہؓ سے روایت کی ہے۔

## ارشادات

علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو دین میں قیاس کرنے سے احتراز کرو۔ اِس لئے کہ جس نے بھی ایسا کیا اُس نے دین میں کچھ نہ کچھ اضافہ کر دیا۔

فرماتے تھے کہ فاجر عالم سے بچتے رہو۔ اسی طرح جاہل عابد سے بھی دور ہی رہو، اِس لئے کہ یہ دونوں ہی سببِ فتنہ ہیں۔

**ف:** اِس لئے کہ جس عالم میں فجور کا مادہ ہوگا اُس کے علم کا بھروسہ نہیں کہ کب علم کے خلاف عمل کرنے لگے۔ اسی طرح جو عابد جاہل ہے اُس کا کچھ پتہ نہیں کب اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی عبادت کو رائیگاں و برباد کر دے، جسکی وجہ سے یہ لوگ موجب فتنہ بن جائیں۔

ایک مرتبہ کسی نے انکو فقیہ کہہ کر بلایا تو فرمایا کہ میں نہ فقیہ ہوں اور نہ عالم، میں تو بس اُن لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے جس طرح حدیث سُنی ویسی ہی دوسروں سے روایت کر دی۔ میاں! فقیہ تو وہ ہے جو اللہ کے محارم سے پرہیز کرے اور عالم وہ ہے جو اللہ تعالےٰ سے بن دیکھے ڈرے۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو سوائے عقلمند و پرہیزگار آدمی کے کسی کو علم دین نہ سکھلاتے تھے۔ مگر اب تو ایسے لوگوں کو علم سکھایا جاتا ہے جن کے پاس نہ عقل ہے نہ ورع۔

## وفات

آپ کی وفات ۱۴۸ھ میں بمقام کوفہ ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(طبقات ص ۳۷)

# حضرت طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ

**نام و نسب** نام طلحہ، والد کا نام مصرف، دادا کا نام عمرو، پردادا کا نام کعب ہے۔ امام، حافظ اور بہترین قاری تھے۔ لقب شیخ الاسلام ابو محمد ہمدانی کوفی ہے۔

**تحصیل علم** ابو خالد نے کہا مجھے خبر ملی کہ طلحہ بن مصرف قرارت میں مشہور ہوئے تو انھوں نے اعمش کے سامنے پڑھا تاکہ ان کی منزلت لوگوں کی نظروں میں اتر جائے۔

**خوف آخرت** فضیل بن عیاض نے کہا۔ مجھ کو طلحہ سے یہ بات پہنچی کہ ایک دن وہ ہنسے تو اپنے نفس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو؟ ہنستا وہ ہے جو پہلے خطرات سے محفوظ ہو جائے اور (پل) صراط سے گزر جائے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۹۱)

# ارشادات

آپ نہایت زاہد و پرہیزگار بزرگ تھے۔ جب آپ کے پاس مسائل میں اختلاف کا ذکر آتا تو فرماتے کہ اختلاف نہ کہو بلکہ وسعت کہو۔ یعنی علمار وفقہار میں جو اختلاف ہے وہ درحقیقت اختلاف نہیں ہے بلکہ شریعت کی وسعت ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی جس پر بھی عمل کرلے گا عامل بالشریعت قرار پائے گا۔

فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص معذرت خواہ ہو تو بشاشت وخندہ پیشانی کے ساتھ اُس کی معذرت کو قبول کرلو۔ ہاں اگر اُس سے قطع تعلق ہی میں اللہ تعالےٰ کی قربت ہو تو اور بات ہے۔

**ف**: سبحان اللہ، عفو و درگزر کرنے کی کیسی تعلیم ہے۔ ہاں اگر عفو و درگزر کرلے میں شرعًا کوئی قباحت ہو یا اس سے علٰحدگی ہی میں مصلحت معلوم ہوتی ہو تو پھر آدمی اس کا مکلف نہیں ہے۔ بلکہ شریعت مقدسہ پر عمل کرنا ہی عین حسن خُلق ہے۔ (مرتب)

# وفات

آپ کی وفات ۱۱۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(طبقات ص۳۸)

# حضرت ابُوحازم اشجعی رحمۃ اللہ علیہ

**نام ونسب** نام سلمان، کنیت ابو حازم، کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ قبیلہ اشجع سے منسلک ہیں ۔ اشجعی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ قابلِ اعتماد محدث ہیں۔

**روایتِ حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایت کی اور ابن عمرؓ اور حسین بن علیؓ سے بھی روایت کی ہے۔ اور آپ سے منصورؒ اور اعمشؒ اور محمد بن جحادہؒ وغیرہم نے روایت کی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ اور ابن معینؒ نے آپ کی توثیق کی ہے۔ اور نعیم بن حمیرؒ اور یزید بن کیسانؒ اور نفیل بن غزوانؒ نے بھی روایت کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۷-۸)

## ارشادات

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسے علماء دیکھے ہیں جن کے یہاں بادشاہ اور حکام آتے تھے اور غلاموں کی طرح اُن کے دروازے پر کھڑے رہتے تھے۔ اور آج وہ دن ہے کہ فقیہوں، عالموں اور عابدوں ہی کو دیکھتا ہوں کہ حاکموں اور مالداروں کے پاس جاتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے جب یہ حال زار دیکھا تو اُن کو حقیر وذلیل سمجھنے لگے اور کہنے لگے کہ جو دولت ہمارے پاس ہے اگر اُس چیز سے بہتر نہ ہوتی جو اُن عالموں اور عابدوں کے پاس ہے تو یہ لوگ ہمارے ساتھ اِس طرح کا معاملہ نہ کرتے۔

**ف**: دیکھئے، اُمراء وحکام کے پاس عالموں اور عابدوں کی آمد ورفت کی وجہ سے یہ اُمراء کتاب وسنت کے علم کو اپنے مال و دولت سے کمتر سمجھنے لگے۔ لہٰذا اُمراء کو اِس بدگمانی سے بچانے اور خود اپنے کو ذلت ورُسوائی سے حفاظت کے لئے اِن اُمراء وحکام کے پاس آنے جانے سے علماء وصلحاء کو بہت احتیاط برتنا چاہئے۔ تاکہ علم دین کی برتری اور علماء کی سربلندی برقرار رہے۔ (مرتّب)

اور فرماتے تھے کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ عمل کے بجائے لوگ فقط قول پر راضی ہو جائیں تو تم اپنے آپ کو سمجھنا کہ ہم بُرے لوگوں اور بُرے زمانہ میں پہنچ گئے۔ (طبقات)

**ف**: بظاہر تو ایسا زمانہ آہی گیا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ ہی اُس کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین! (مرتّب)

**وفات**: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ کے زمانۂ خلافت میں تقریباً سنہ ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

(سیر اعلام النبلاء)

## حضرت علامہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

**نام ونسب**: آپ کا نام محمد اور والد کا نام سیرین تھا۔ آپ کے والد سیرین معرکۂ عین التمر میں گرفتار کر کے لائے گئے تھے اور حضرت انس بن مالکؓ کے حصہ میں آئے۔ بعد میں آزاد ہو گئے۔

آپ کی والدہ صفیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں،

اِن دونوں شخصیتوں سے مل کر محمد بن سیرین رحؒ کی ذات وجود میں آئی۔

## ولادت و فضل و کمال

آپ ۳۳ھ میں تولد ہوئے۔ آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حضرت حسن بصری رحؒ کے ہم جلیس تھے۔ طبعاً نہایت خوش مزاج تھے لیکن آپ کا دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ آپ کے گھر کے احاطہ میں ایک مسجد تھی جس میں بچہ کو بھی جانے کی اجازت نہ تھی۔ شعائر اللہ کا بڑا اہتمام فرماتے، چنانچہ تلاوتِ قرآن کے دوران باتیں کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ مسجد کو اپنے کپڑے سے صاف کرتے تھے۔ (تابعین ص۴۴۶)

## زہد و ورع

آپ کی ذات گرامی جامع العلم والعمل تھی۔ آپ میں جس درجہ کا علم تھا اُسی درجہ کا عمل بھی تھا۔ وہ اپنے عہد کے بڑے عابد و متورع بزرگ تھے۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ وہ کثیر العلم اور متورع تھے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ راس المتورعین یعنی پرہیزگاروں کے سردار تھے۔

## خشیتِ الٰہی اور رقتِ قلب

طبعاً نہایت خندہ جبیں اور خوش مزاج تھے لیکن اُن کا دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ یونس کا بیان ہے کہ ابن سیرین رحؒ ہنس مکھ اور پُر مذاق آدمی تھے لیکن گدازِ قلب اور خشیتِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ جلوت میں اُن کے لب ہنستے تھے اور خلوت میں اُن کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن سیرین رحؒ کے ساتھ مقیم تھے، دن میں اُنھیں ہنستا دیکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں اُن کے گریہ کی آواز سُنتے تھے۔ اور موت کے ذکر سے اُن پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ زہیر الاقطع کا بیان ہے کہ

ابن سیرین رح جب موت کا ذکر کرتے تھے تو اُن کا ہر عضو بدن جیسے مر جاتا تھا۔

## عبادت

اُن کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت تھا اور وہ بڑی سخت عبادتیں کرتے تھے۔ ابن عماد حنبلی رح لکھتے ہیں کہ وہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی کمال پر تھے اور ایک دن درمیان میں چھوڑ کر ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

## شدتِ احتیاط میں مالی نقصان

ابن سیرین رح کا شغل تجارت تھا لیکن مشتبہ اشیاء کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے کافی غلہ خریدا جس میں اُنھیں اَسّی ہزار کا فائدہ ہوا۔ لیکن اُن کے دل میں شبہہ پیدا ہو گیا کہ اِس نفع میں سُود کا شائبہ ہے اس لئے پوری رقم چھوڑ دی۔ حالانکہ اُسمیں مطلق سود نہ تھا۔

## امراء و سلاطین کے ہدایا سے احتراز

غالباً اِسی احتیاط کی وجہ سے وہ اُمراء و سلاطین کے ہدایا قبول نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے بزرگ نے اُن کے اور حضرت حسن بصری رح کے پاس ہدیہ بھیجا۔ حضرت حسن بصریؒ نے قبول کر لیا لیکن ابن سیرینؒ نے قبول نہ کیا۔

## عجز اور فروتنی

اپنے کو نہایت حقیر سمجھتے تھے۔ اپنی ذات کے لئے کسی قسم کا امتیاز پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ کسی کو اپنے ساتھ چلنے نہ دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص ساتھ چلنا چاہتا تو فرماتے کہ اگر تم بلا ضرورت چل رہے ہو تو لوٹ جاؤ۔ ہمارے ساتھ نہ چلو۔

لیکن اِس فروتنی اور تواضع کے ساتھ بڑے بے باک اور بے خوف تھے

بڑے سے بڑے خطرہ کو وہ دھیان میں نہ لاتے تھے۔

## ارشادات

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حلال روزی تمھارے لئے مقدر ہو چکی ہے اُسی کو تلاش کرو۔ اگر تم حرام کے ذریعہ اُسے تلاش کروگے تو بھی اُس سے زیادہ نہ ملے گی جو تمھارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔

آپ کے سامنے لوگ جب کسی کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے تو آپ اُس کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرتے تھے۔ آپ اللہ تعالےٰ سے خائف اور نیک روش تھے۔

جب اپنی والدہ سے بات کرتے تھے تو اُن کی تعظیم کی وجہ سے پوری زبان سے باتیں نہ کرتے تھے۔ یعنی بے تکلفی سے بات نہ کرتے تھے۔

**ف:** یقیناً آدمی کی سعادت و شرافت کی خاص علامت یہ ہے کہ اپنے والدین کا ادب و احترام کرے اور اُنکی کسی بات پر اُف تک نہ کہے۔ (مرتب)

آپ جب قرض کے معاملہ میں قید ہوئے تو جیل خانہ کے داروغہ نے آپ سے کہا کہ آپ رات کو گھر چلے جایا کریں اور صبح کو لوٹ آیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ امانت میں خیانت کرنے پر میں تمھاری مدد نہ کروں گا۔

**ف:** سبحان اللہ! کیسی دیانت کی بات ہے جو تدیّن و تقویٰ اور صلاحِ قلب کی خاص علامت ہے۔ (مرتب)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری قید کا سبب یہ ہوا کہ میں نے ایک شخص کو قرض کے بارے میں عیب لگایا تھا تو مجھے منجانب اللہ یہ سزا دی گئی۔

آپ کا قول ہے کہ اگر غصہ کی حالت میں تم اپنے بھائی کی بُرائی بیان کرتے ہو اور نیکیوں کو چھپاتے ہو تو اُس کے اوپر صریح ظلم کرتے ہو۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں میں بُو ہوتی تو لوگ میرے گناہوں کی کثرت سے میرے قریب نہ آسکتے۔ اور جب کوئی شخص آپ سے خواب کے بارے میں سوال کرتا تو سوال کرنے والے سے فرماتے کہ اگر بیداری میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو گے تو جو کچھ خواب میں دیکھو گے تمھارے لئے مضر نہ ہوگا۔

ف: سُبحان اللہ، عمل صالح کی طرف کیسی ترغیب دی، مگر اب بہت سے لوگ خواب ہی سے سب فیصلہ کرتے ہیں۔ (مرتب)

**وصیت و وفات** ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آخر عمر میں چالیس ہزار کے مقروض ہوگئے تھے، اُس کی بڑی فکر تھی، آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے ادائیگی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی۔ اِس سعادت مندی پر اُن کے لئے دعارِ خیر کی۔ پھر وصیت فرمائی کہ تم لوگ اللہ کا خوف کرتے رہنا، آپس میں صلح و سلامتی سے رہنا، اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرنا۔ اللہ نے تمھارے لئے ایک دین منتخب کیا ہے یعنی دینِ اسلام، تو اسی پر مرنا۔ اِن وصایا کے بعد جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔ اُس وقت آپ کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ (سیر صحابہ ج، ص۲۷۴)

ف: اسی کا اللہ تعالےٰ نے تاکید کے ساتھ اس آیت میں امر فرمایا ہے:۔

وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (مرتب)

# حضرت ہرم بن حیّان عبدی رحمہ اللہ

**نام ونسب** ہرم نام، والد کا نام حیان تھا اور عبدی نسبت ہے۔

**علمی وروحانی کمال** اگرچہ ابن حیان رحؒ ظاہری علوم سے بیگانہ تھے۔ لیکن آپ کا شمار صاحبِ کمال افضل تابعین میں سے ہے۔ درحقیقت آپ کا اصلی رنگ زہد وعبادت اور فنا فی اللہ تھا۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں۔ کان لہ فضل وعبادۃ۔ (سیر صحابہ ج، ص۵۳۹)

**وصیّت** اس رنگ کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور آپ کے سامان میں زرہ اور گھوڑا رہتا تھا۔ اسی سلسلہ میں کسی مہم کے لئے نکلے اور انتقال کر گئے۔ غالباً دوران علالت میں یا کسی اور موقع پر کسی نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا کیا وصیت کروں، بس صرف یہ وصیت ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا، اگر زرہ کافی نہ ہو تو گھوڑا بھی بیچ ڈالنا۔ اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو غلام بھی فروخت کر دینا۔ سورۂ نحل کی ان آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

| | |
|---|---|
| اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ الآیۃ | خدا کے راستہ پر حکمت اور موعظت کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ۔ |

(سیر صحابہ ج، ص۵۴۲)

**ف** : اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی رحؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہیے؟ اس کے تین طریقے بتلائے۔ حکمت

موعظتِ حسنہ، جدال۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ و اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں، جن کو سُنکر فہم و فراست و علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جُھکا سکے، دنیا کے خیالی فلسفے اُن کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحیٔ الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کرسکیں۔

اور موعظتِ حسنہ مؤثر اور رقّت انگیز نصیحتوں کا نام ہے جن میں نرم خوئی اور دِلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی، شفقت وحسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں، ایک مایوس و پژمردہ قوم جھرجھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزلِ مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے مگر طلبِ حق کی چنگاری دل میں رکھتے ہیں اُن میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جاسکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے نہیں۔

ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جن کا کام ہر چیز میں اُلجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں اور نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں مناظرہ کا بازار گرم ہو۔

بعض اوقات اہلِ فہم و انصاف اور طالبینِ حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی، اِس لئے جَادِلْهُمْ

بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ فرمایا کہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ (مرتب)

**استعاذہ** آپ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! اس زمانہ کے شر سے اپنی پناہ میں رکھیئے، جب کہ چھوٹے سرکشی کریں اور بوڑھے حرص وہوس میں مبتلا ہو جائیں اور لوگوں کی عمریں کم کردی جائیں اور اپنے عزیز ترین بھائی کو دیکھیں کہ گناہ کر رہا ہے مگر اُس کو منع نہ کریں۔ (طبقات ج۱ ص۲۵)

**ف:** افسوس کہ اس زمانہ میں یہ تمام اعمال بے دریغ ہو رہے ہیں مگر ہم میں سے اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو اِن اعمالِ بد پر نکیر نہیں کرتی بلکہ بہت سے لوگ تو اپنے حال سے بھی ناگواری کا اظہار نہیں کرتے۔ پس اب اس سے بڑھ کر زمانہ کا شر کیا ہوگا کہ مرض موجود ہے مگر دوا ندارد۔ اعاذنا اللہ تعالےٰ منہ (مرتب)

## حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

**نام، نسب، ولادت** میمون نام، ابو ایوب کنیت اور والد کا نام مہران تھا۔ آپ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔

**فضل وکمال** فضل وکمال کے اعتبار سے ممتاز تابعین اور علمائے اعلام میں شمار تھا۔ علم کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ سے بھی آراستہ تھے۔ تواضع وانکسار میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ طبقۂ اولیٰ کے تابعین میں فقیہ ومجتہد سمجھے جاتے تھے۔ (سیر صحابہ ص۵۲)

## ارشادات

کسی نے اُن سے کہا کہ جب تک آپ زندہ ہیں اُس وقت تک لوگ

خیریت سے رہیں گے۔ تو فرمایا، جاؤ اپنا کام کرو۔ لوگ جب تک اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے خیریت سے رہیں گے۔ (اعیان الحجاج صفحہ ۹۴)

**ف:** سبحان اللہ، کیا خوب حقیقت بیان فرمائی جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اے اصحابِ قرآن! قرآن کو مال نہ بنالو کہ اُس سے نفع حاصل کرو۔ بلکہ دنیا کو دُنیا سے طلب کرو اور آخرت کو آخرت سے۔

فرماتے تھے کہ جب دو بھائیوں میں مودت راسخ ہو جائے تو پھر اُنکی زیارت میں تاخیر سے کچھ حرج نہیں ہے۔ (طبقات صفحہ ۳۵)

## وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۱۶ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (اعیان الحجاج)

## حضرت ابو مُسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ

**نام ونسب** آپ تابعین کے سردار اور اپنے زمانہ کے زاہدین میں تھے۔ اصح قول کے مطابق آپ کا نام عبداللہ بن ثُوب ہے۔ اور ابو مسلم کنیت ہے اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

**روایتِ حدیث** آپ سے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل، ابو عبیدہ، ابو ذر غفاری اور عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

**ریاضت** حضرت مالک ابن دینارؒ سے روایت ہے کہ حضرت کعبؓ نے

جب حضرت ابو مسلم خولانی رح کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ابو مسلم خولانی ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ اس امت کے حکیم ہیں۔ حضرت عثمان بن عاتکہ نے فرمایا کہ حضرت ابو مسلم خولانی نے مسجد میں ایک کوڑا لٹکا رکھا تھا اور فرماتے تھے کہ اس کوڑے کا جانوروں سے زیادہ میں حقدار ہوں۔ پھر جب عمل میں سستی آتی تو اپنی پنڈلی پر ایک یا دو کوڑے مارتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۱۲ ج۴)

**ارشادات** حضرت عثمان بن عاتکہ رح سے روایت ہے کہ حضرت ابو مسلم خولانی رح فرماتے تھے کہ اگر میں دوزخ یا جنت کا مشاہدہ کر لوں تو میرے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ (سیر اعلام النبلاء ص۹ ج۴)

**ف**: اسی حال کو عین الیقین بلکہ حق الیقین سے موسوم کیا جاتا ہے جو مثل مشاہدہ کے ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَذِقْنَا ھٰذَا الْحَالَ الرَّفِیْع۔ (مرتب)

آپ اس قدر کثیر العبادت تھے کہ اگر آپ سے کہا جاتا کہ جہنم دہکائی جارہی ہے تو اپنے عمل میں کچھ اضافہ نہ کر پاتے۔ (یعنی کوئی وقت فارغ تھا ہی نہیں کہ اس میں مزید عبادت کرتے۔)

آپ کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس گھوڑے کو تضمیر کرکے (خاص ورزش سے) دُبلا کر دیا جاتا ہے وہی خوب دوڑتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جس نے اپنے قدموں کو نماز میں مقید رکھا تو اس کو اللہ تعالے پُلصراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ (طبقات ص۲۵)

**ف**: کتنی بڑی بشارت ہے نماز میں قیام کرنے والوں کے لئے۔ اللہ تعالے ہم سب کو اسکی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

## وفات

مروی ہے کہ حضرت علقمہ اور حضرت ابو مسلم خولانی رح کی وفات سنہ ۶۲ھ میں ہوئی ہے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔ (سیر اعلام النبلاء)

# حضرت ابو سعید حسن بصری رحمہ اللہ

**نام، نسب و رضاعت** حسن نام، ابو سعید کنیت، والد کا نام یسار تھا۔ آپ کے والدین غلام تھے۔ آپ کی ولادت سنہ ۲۱ھ میں ہوئی۔ "سیر صحابہ" اور "صفة الصفوة" میں ہے کہ آپ کی تحنیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے فرمائی۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ جب کبھی وہ نہ رہتیں تو حضرت ام سلمہ رض ان کو بہلانے کے لئے اپنا پستان ان کے منہ میں دے دیتی تھیں تو دودھ آجاتا تھا جس کو وہ پیتے تھے۔ اس لئے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت حسن بصری رح کو فصاحت اُسی کی برکت سے حاصل ہوئی۔ (صفة الصفوة ج ۳ ص۲۳۳)

**علمی کمالات** حضرت حسن بصری رح ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ حضرات صحابہ کرام رض کی بڑی تعداد موجود تھی۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ: كَانَ الحَسَنُ جَامِعًا عَالِمًا عَالِيًا رَفِيعًا فَقِيهًا مَامُونًا عابدا ناسكا كبير العلم فصيحا جميلا وسفيا (یعنی حضرت حسن بصریؒ جامع کمالات تھے، عالم، بلند مرتبت، رفیع المنزلت تھے، فقیہ تھے، مامون تھے، عابد و زاہد تھے، وسیع العلم تھے، فصیح و بلیغ اور حسین و جمیل اور کشادہ پیشانی

والے تھے، غرض وہ جملہ ظاہری وباطنی نعمتوں سے مالامال تھے۔)

## عمل اور اخلاص فی العمل

یونس بن عبید سے کسی نے پوچھا، تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو حسن بصریؒ جیسے اعمال کرتا ہو؟ انھوں نے کہا، اُن کے جیسے اعمال کرنا تو کجا، میں کسی ایسے شخص کو بھی نہیں جانتا جو زبان سے اُن کے جیسی باتیں کہتا ہو۔

بغیر اخلاص کے محض حلقہ نشینی اور کمبل پوشی کو فریب تصور کرتے تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حلقہ میں بہت سے لوگ بیٹھتے ہیں، لیکن اس سے اُن کی غرض دُنیا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے سامنے کمبل پوشوں کا تذکرہ کیا گیا۔ فرمایا کہ یہ لوگ دل کی گہرائیوں میں کبر و غرور کے بُت چھپائے ہوئے ہیں اور ظاہری لباس سے تواضع اور فروتنی ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم یہ لوگ اپنے کمبل میں بیش قیمت ردا (چادر) پوشوں سے زیادہ متکبر و مغرور ہیں۔ (سیر صحابہ)

**ف:** معلوم ہوا کہ محض گدڑی و کمبل کو زیب تن کرنے سے ضروری نہیں ہے کہ کبر و غرور کی نجاست سے بھی پاک ہو، بلکہ اِس کیلئے مستقل اصلاح کی ضرورت ہے۔ (مرتب)

## نفاق و منافقین کی نشاندہی

حضرت حسن بصریؒ کی یہ بہت بڑی دینی ذہانت تھی کہ اُنھوں نے اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ نفاق موجود اور زندہ ہے، اور منافقین نہ صرف موجود ہیں بلکہ زندگی پر اثر انداز اور سلطنت میں دخیل[۱] ہیں۔ اور اُنہی سے شہروں کی چہل پہل ہے

[۱] متأخرین میں سے شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ نفاق ہر زمانہ میں موجود

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

کسی نے اُن سے کہا، کیا اِس زمانہ میں بھی "نفاق پایا جاتا ہے؟ فرمایا:

لو خرجوا من ازقة البصرة — اگر منافقین بصرہ کی گلیوں سے نکل جائیں

لاستوحشتم فيها — تو تمھارا شہر میں جی لگنا مشکل ہو جائے۔

(صفة النفاق وذم المنافقين، مؤلفہ محدث ابوبکر فریابی ص۶۰)

یعنی شہر کی آبادی میں بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے جن کو اسلام سے برائے نام تعلق ہے۔ اور اسلام نے اُن کے دل میں گھر نہیں کیا ہے، یا وہ اپنے اعمال و اخلاق کے لحاظ سے اسلامی سیرت سے آراستہ نہیں۔ ایک دوسرے موقع پر انھوں نے فرمایا:-

یا سبحان الله ما لقيت هذه — اللہ کی شان ہے اِس امت پر کیسے کیسے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور زندہ ہے۔ اور منافقین کا وجود کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اُن کے نزدیک نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاقِ اعتقادی اور نفاقِ عمل و اخلاق۔ نفاقِ اعتقادی کا قطعی علم زمانۂ رسالت کے بعد انقطاعِ وحی کی وجہ سے دشوار ہے لیکن نفاقِ عمل اور نفاقِ اخلاق کثیر الوقوع ہے۔ وہ اپنے زمانہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اِس وقت نفاق بکثرت موجود ہے۔ "الفوز الکبیر" میں فرماتے ہیں "اگر خواہی کہ از منافقاں نمونہ ببینی رو در مجلسِ اُمرا و مصاحبانِ ایشاں را ببیں کہ مرضیِ ایشاں را بر مرضیِ شارع ترجیح می دہند، اور انصاف ہیچ فرق نیست درمیانِ آنانکہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے واسطہ شنیدہ نفاق ورزیدند، و درمیانِ آنانکہ الحال پیدا شدہ اند، بطریق یقین حکم شارع معلوم کردہ بعد ازاں بر ایشاں خلافِ آں اقدام می نمایند، وعلیٰ ہذا القیاس جماعۃ از معقولیاں کہ شکوک و شبہات بسیار بخاطر دارند و معاد را نسیاً منسیاً ساختہ اند نمونہ ایں گروہ اند۔ (ص۲۱ مطبع محمدی)

ف: ایسے ہی حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ بھی پوری زندگی نفاق کے سلسلہ میں کلام فرماتے رہے اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ "تحذیر العلماء عن خصال السفہاء" کے نام سے تحریر فرمایا جس میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی کتابوں مثلاً حجۃ اللہ البالغہ اور الفوز الکبیر سے مضامین نقل فرمائے ہیں جو قابلِ مطالعہ ہیں۔ (مرتب)

الامۃ من منافق قہرھا واستأثر علیھا۔ منافق غالب آگئے جو پہلے درجہ کے خودغرض ہیں۔

(صفۃ النفاق وذم المنافقین ۵۷)

یعنی حکومت میں وہ عنصر موجود ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا مخلص نہیں اور جس کو صرف اپنے اغراض ومنافع سے دلچسپی ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۶۶)

# ارشادات

فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس کو اہل وعیال میں منہمک نہیں فرماتے۔

**ف :** یعنی اہل وعیال میں ایسا انہماک کہ آخرت کو بھول جائے، یہ تو مذموم ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ مذموم نہیں۔ کما قال العارف الرومی ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

(ترجمہ) دنیا کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ سے غافل ہوجانے کا نام دنیا ہے، نہ کہ سازوسامان مال ودولت اور بیوی بچے۔

فرماتے تھے کہ آدمی کے متواضع ہونے کی علامت یہ ہے کہ گھر سے نکلنے کے بعد جس سے بھی ملاقات ہو اُس کو اپنے سے افضل جانے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص گناہ کرکے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالےٰ سے اُس کا قُرب بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے تو پھر قرب میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ (وہٰکذا مسلسل)

**ف :** اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو توبہ نصوح کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ میّت کے بدترین لوگ وہ ہیں کہ اُس کے مرنے پر روئیں اور اُس کو قرض سے سُبکدوش نہ کریں۔

فرماتے تھے کہ ایک آدمی کی عداوت کے بدلے میں ایک ہزار شخص کی محبت کو نہ خریدو۔

ف: اس سے عداوت کی کسقدر مذمت اور محبت کی کسقدر مدح ثابت ہوئی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ طمع عالم کو عیب دار بنادیتی ہے

ف: یقیناً یہ عیب دار ہی نہیں بلکہ علماء کو بدنام کرنے والی بات ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے شعر: بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند (یعنی لالچ ہوشمند کی آنکھ کو بند کردیتی ہے) اس لئے عالم کو تو خاص طور پر اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ آدمی کا اپنی ذات کی علانیہ مذمت کرنا درحقیقت اس کی مدح ہے۔

ف: اسلئے کہ اسکو لوگ سمجھیں گے کہ بہت ہی متواضع شخص ہے جسکی وجہ سے اپنی مذمت کررہا ہے۔ اس لئے حضرت شیخ نے کسقدر دقیق کید نفس کیطرف اشارہ فرمایا ہے پس اگر یہ حضرات مشائخ ان مکائد نفس سے متنبہ نہ فرمائیں تو ہم جیسے لوگوں کو ان کا سمجھنا بھی آسان نہیں ہے۔ (مرتب)

آپ سے پوچھا گیا کہ اب بھی منافق ہیں؟ تو فرمایا کہ اگر منافق بصرہ سے نکل جائیں تو یہاں تم کو وحشت ہونے لگے۔ (یعنی شہر میں ان ہی سے رونق ہے۔)

فرماتے تھے کہ اپنے بھائیوں کا اکرام کیا کرو۔ تاکہ تم سے ان کی محبت قائم و دائم رہے۔

ف: معلوم ہوا کہ بھائیوں کے اکرام کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس لئے اگر

نہ کیا جائے گا تو محبت کے بجائے وحشت بلکہ نفرت تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ (مرتب)

آپ مثل قیدی کے بیٹھتے تھے اور کلام اُس آدمی کی طرح فرماتے تھے جس کو جہنم میں ڈالے جانے کا حکم ہو چکا ہو۔

فرماتے تھے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایسا کوئی کھانا کھالوں کہ میرے پیٹ میں جاکر پکی اینٹ کی طرح ہو جائے۔ اِس لئے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ تین سو سال تک پانی میں پڑی رہتی ہے۔ (سڑتی گلتی نہیں)

**ف:** آپ کی منشار اِس بات سے یہ ہے کہ بار بار کھانے کی ضرورت نہ پڑے، تاکہ ذکر و شغل میں حارج نہ ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ ایک بزرگ کا حال یہ بیان فرماتے ہیں کہ اُن کا معمول تھا کہ بھوک لگتی تو ستو پانی میں گھول کر پی لیتے تا کہ کھانے میں زیادہ وقت صرف نہ ہو۔ (مرتب)

آپ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ فقہار یوں یوں فرماتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے؟ پھر فرمایا کہ فقیہ وہ ہے جو دنیا میں زاہد ہو، اپنے گناہوں کا بصیر ہو اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت رکھتا ہو۔

آپ قسم کھاکر فرماتے تھے کہ جس نے بھی درہم (یعنی مال و دولت) کی عزت کی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل فرمادیا۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا تمھاری سواری ہے۔ اگر تم اُس پر سوار رہو گے تو تم کو سوار رکھے گی۔ اور اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تم کو ہلاک کر دے گی۔

فرماتے تھے کہ علمار کا ورع دنیا اور مال کے سلسلہ میں ہوتا ہے (یعنی علمار کو چاہیئے کہ اس میں پرہیز گاری اختیار کریں۔)

فرماتے تھے کہ اگر تم کو کسی سے عداوت ہو جائے اور وہ شخص اللہ کا مطیع و فرماں بردار ہے تو اُس کے ساتھ دُشمنی کرنے سے پرہیز کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اُس کو تمھیں سپرد نہ فرمائیں گے۔ اور اگر نافرمان ہے تو خود اُس کی نافرمانی ہی اُس کے لئے کافی ہے۔ تو پھر اُس سے عداوت کرکے اپنے کو تعب میں نہ ڈالو۔

فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ دُنیا کو طلب کیا ہو اور اُس کو آخرت مل گئی ہو۔ بخلاف اس کے کہ جس نے بھی آخرت کو طلب کیا اُس کو دُنیا بھی مل گئی۔

"صفۃ الصفوۃ" صـ۲۳۶ میں ہے۔ "عاصر الحسن خلقا کثیرا من الصحابة فارسل الحدیث عن بعضھم وسمع من بعضھم" (یعنی صحابہؓ کے ایک جماعت کی معاصرت آپ کو حاصل ہے، اِس لئے آپ نے اُن کے بعض سے مرسلاً حدیث روایت کی اور بعض سے سماعت ثابت ہے۔

## حضرت حسن بصریؒ کی وفات اور آپکی مقبولیت

اس خلوص، دینی انہماک اور علمی وروحانی کمالات کا یہ اثر تھا کہ سارا بصرہ اُن کا گرویدہ تھا۔ ۱۱۰ھ میں جب اُن کا انتقال ہوا تو سارے شہر نے اُن کے جنازہ کے مشایعت کی۔ اور بصرہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ پوری آبادی کے قبرستان چلے جانے کی وجہ سے اُس دن شہر کی جامع مسجد میں عصر کی نماز نہیں ہو سکی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت صـ۱ بحوالہ ابن خلکان)

# حرفِ اختتام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ "اقوال سلف صالحین" کا حصہ اوّل مع اضافات ثمینہ کے تمام ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ بنعمۃ اللہ وتوفیقہ تتم الصالحات یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے معمولی سے معمولی عمل بھی انجام تک پہنچتا ہے۔

پہلے پیش لفظ میں لکھ چکا ہوں کہ بعض مخلصین کی فرمائش کی تعمیل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رض وتابعین عظام رح کے تذکروں کا اس طباعت میں اضافہ کیا گیا ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اس سلسلہ میں عزیزم مولانا مقصود احمد صاحب استاذ حدیث مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد نے انتھک محنت وجانفشانی سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے باب میں مفید مواد اور نادر معلومات کو جمع کیا، جن کو اسمیں شامل کر کے اس حقیر نے اپنی کتاب کو مزین وآراستہ کیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اب عزم وارادہ ہے کہ آئندہ جلدوں میں بھی ایسے ہی تفحص وتحقیق کے ساتھ مزید تابعین و تبع تابعین اور اس کے بعد کے صالحین و مصلحین کے تذکرے درج کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور آپ حضرات سے بھی درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندگان صالحین کے تذکروں کے لکھنے کی صواب وسداد کے ساتھ مزید توفیق ارزانی فرماتے رہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اب آخر میں اپنے مخلص احباب اور عزیزوں سے امید ہے کہ حسب معمول سابق اس باب میں مدد ونصرت سے گریز نہ کریں گے۔ میں ان سب کا ممنون احسان ہوں اور رہوں گا اور دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین! اس لئے اب ہم خلیفۂ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رح سے دوسری جلد کو شروع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔ محمد قمر الزمان الٰہ آبادی ۲۳ شعبان ۱۴۳۱ھ

# ماخذ و مصادر


| | |
|---|---|
| ترجمہ شیخ الہندؒ | شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ |
| معارف القرآن | مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان |
| حل القرآن | مولانا حبیب احمد صاحب کیرانویؒ |
| قصص القرآن | مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ |
| تفسیر ابن کثیر | علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ |
| بخاری شریف | الامام محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ |
| مسلم شریف | الامام الشیخ مسلم بن الحجاج القشیریؒ |
| مسند امام احمد بن حنبل | امام احمد بن حنبلؒ |
| ابن ماجہ | امام ابن ماجہؒ |
| دلیل الفالحین (شرح ریاض الصالحین) | محمد بن علان الشافعیؒ |
| روح المعانی | علامہ محمود آلوسیؒ |
| شعب الایمان | علامہ بیہقیؒ |
| احیاء العلوم | امام غزالیؒ |
| سیر اعلام النبلاء | علامہ شمس الدین ذہبیؒ |
| مجمع بحار الانوار | علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی گجراتی |
| اسد الغابۃ | علامہ ابن الاثیر الجزریؒ |
| الاصابۃ | علامہ ابن حجر العسقلانیؒ |
| تہذیب التہذیب | علامہ ابن حجر العسقلانیؒ |
| تقریب التہذیب | علامہ ابن حجر العسقلانیؒ |
| البدایۃ والنہایۃ | علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ |
| تدریب الراوی | علامہ سیوطیؒ |

| | |
|---|---|
| تذکرۃ الحفاظ | علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ |
| طبقات ابن سعد | علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ |
| لواقح الانوار فی طبقات الاخیار (طبقات کبریٰ) | علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ |
| صفۃ الصفوۃ | امام جمال الدین ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ |
| قصص الانبیاء | علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ |
| الیواقیت والجواہر | علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ |
| سیرت انبیاء وحکمت مصطفیٰ ﷺ | مولانا خلیل الرحمٰن صاحب راز |
| نبیٔ رحمت ﷺ | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ |
| المرتضیٰ | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ |
| تاریخ دعوت وعزیمت | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ |
| اعیان الحجاج | محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ |
| تذکرہ مصلح الامت رحمۃ اللہ علیہ | مرتب عفی عنہ |
| داعیانِ حق کے اوصاف | ڈاکٹر فضل الرحمٰن ندوی رحمۃ اللہ علیہ |
| سیرت خاتم الانبیاء | حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ |
| سیر صحابہ رضی اللہ عنہم | مولانا شاہ معین الدین صاحب |
| سیرت خلفائے راشدین | مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ازالۃ الضیق بسیرۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر |
| مقام صحابہ رضی اللہ عنہم | حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ |
| تاریخی مقالات | پروفیسر خلیق احمد نظامی علیگڈھ |
| احسن السیر | عزیزم مولوی محبوب احمد ندوی |
| تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ | عزیزم مولوی محبوب احمد ندوی |
| چہل حدیث | حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ |
| مکتوبات | حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ |
| دینی دسترخوان | مولانا عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ |
| سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیروانی |

| | |
|---|---|
| واقعۂ کربلا | مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی |
| فضائل اعمال | شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ |
| بیاض خاص | مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ |
| اعتراف ذنوب مع اعتراف قصور | مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ |
| یہ تیرے پُراسرار بندے | مولانا ابو طالب ہاشمی |
| سیرت عائشہؓ | حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں | حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ |
| عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین، ترجمہ نساء من عصر النبوۃ | مولانا محمد اصغر صاحب کراچی |
| اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمۃ الفقہاء | الاستاذ محمد عوامۃ |
| سیرۃ النبی | حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ |
| تذکرۃ النعمان، ترجمہ عقود الجمان | شیخ محمد عبد اللہ القاسمی المدنی |
| وقائع امام ابو حنیفہؒ | مولانا عبد القیوم حقانی |
| تابعین | مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی |
| سیر التابعین | مولانا عبد الرحمٰن مظاہری |
| دور تابعین کی نامور خواتین ترجمہ نساء من عصر التابعینؒ | مولانا ثناء اللہ محمود |
| اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ | مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی |
| تاریخ حدیث و محدثین | الاستاذ محمد محمد ابو زھو |
| عثمان ذو النورین | حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ |
| بوستان سعدی | شیخ سعدی شیرازیؒ |
| ملفوظات محدث کشمیریؒ | مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری |
| محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے | حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری |
| سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ |
| سیرت المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم | مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ |
| نوادرات سیرت | مولانا محمد احسن صاحب فتحپوری |

مطبوعات مکتبہ دار المعارف
شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی
اقوال سلف (چھ جلدیں)
تربیت اولاد کا اسلامی نظام
(اردو، انگریزی، گجراتی بنگلہ)
وصیۃ الآداب
فیضان محبت (شرح عرفان محبت)
گلدستۂ اذکار
(ریاض السالکین فی احادیث سید المرسلین)
(اردو، انگریزی)
معارف صوفیہ
نقوش وآثار مفکر اسلام
الافاضات الاحسانیۃ (مجموعہ مواعظ)
تذکرۂ مصلح الامت
زیارت حرمین شریفین
طہارت قلب
ہدایات نافعہ (اردو، انگریزی)
گناہوں کا وبال اور اس کا علاج
شرح صدر
جامع الحقوق
چند وصیتیں
(اردو، انگریزی، گجراتی)
حقیقی حج (اردو، انگریزی، گجراتی)
نکاح کی شرعی حیثیت
(اردو، انگریزی، گجراتی)
درس قرآن (اردو، انگریزی)
امت کی مایۂ ناز شخصیت
(مولانا علی میاں)
امت کی ایک عظیم المرتبت شخصیت
(مولانا ابرار الحق صاحب)
عقائد و فرائض مع وظائف و نصائح
حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی
روح البیان (۳ جلدیں)
اخلاق سلف
کمالات نبوت (زیر طبع)
عرفان محبت (مثل مطبوعات)
مولانا محبوب احمد صاحب ندوی
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ
احسن السیر
(اردو، انگریزی، گجراتی)
شیخان (عینان تجریان)
تصفیۃ القلوب ملقب بہ شغلائے ملو
(اردو، گجراتی)
مولانا سعید احمد ندوی قاسمی
الاربعین (چالیس حدیثیں)
دیگر حضرات کی تصانیف
دینی نصاب (۲ جلدیں)
احادیث سلوکیہ
تسہیل قصد السبیل (اردو، گجراتی)
علامات قیامت (اردو، انگریزی، گجراتی)
تذکیر آخرت
جامع الاحکام
نشر درود وسلام کا مقبول وظیفہ
مکتوب گرامی امام غزالی
اشک ندامت
میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
اعتراف ذنوب (زیر طبع)
تالیفات مصلح الامت
(مکمل ۸ جلدیں) (مثل مطبوعات)
خادم مکتبہ: محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی
MAKTABA DARUL MAARIF
639/B, Wasiabad Allahabad U.P.
Ph.: 0532-2550438 Mob: 9450581807